

بختیار دل



---

(احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے)

# بُخَارِ دِل



حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب

---

## اظہارِ تشکر

محترم مرزا محمد انور صاحب (سان فرانسسکو- امریکہ) نے اپنی والدہ محترمہ خورشید بیگم صاحبہ اہلیہ محترم مرزا محمد اسماعیل صاحب کی طرف سے اس کتاب کی اشاعت میں مالی معاونت کی ہے۔

ہم کے بھائی کی اس فراخ دلانہ پیشکش پر ان کے شکر گزار ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی والدہ محترمہ کو صحت و طمانیت والی طویل زندگی سے نوازے اور اہل خاندان کو نسلًا بعد نسل اپنی رضا کی راہوں پر چلائے نیز کو نیک، صحت مند، خادمِ دین اور قرۃ العین بنائے۔

آمین الہم آمین

فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء فی الدارین خیراً

## پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ لجنہ صد سالہ جشن تشکر کی خوشی میں کتب شائع کرنے کے منصوبے پر ثابت قدمی سے عمل کر رہی ہے 'بخارِ دل' جو حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کا شعری مجموعہ ہے، اس سلسلے کی تراسی ویں (83) کتاب ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِک

حضرت میر صاحب کی صاحبزادی آپا طیبہ صدیقہ صاحبہ مرحومہ لجنہ کے اشاعتی پروگرام میں اس پیش بہا خزانہ کے اضافہ کا باعث بنیں (اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرماتا چلا جائے آمین) آپ کی تحریک پر 'مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل' دو ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ اب 'بخارِ دل' پیش خدمت ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد آپ بیتی، کرنہ کر اور تواریخ بیت فضل لندن، بھی شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری مساعی قبول فرمائے اور جماعت کے تقویٰ میں ترقی کا باعث بنائے۔

## عرضِ حال

حضرت سلطان القلم کے سایہ عاطفت میں، حضرت سیدہ نصرت جہاں کی آنکھوں میں، ذوقِ لطیف کے ہمالوں پر علم و عرفان کی نور بار فضاؤں میں پرورش پانے والے خانوادہٴ میر درد کی شعری روایات کے پاسدار حضرت میر ناصر نواب صاحب کے صاحبزادے حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل جیسے فنا فی اللہ کا وجد آفریں روح پرور عارفانہ کلام شائع کرنے کی سعادت حاصل ہونا محض فضل و احسانِ خداوندی ہے۔

اگر ہر بال ہو جائے سخن و  
تو پھر بھی شکر ہے امکان سے باہر

قبل ازیں 1200 صفحات پر مشتمل ”مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل“ کی ترتیب و تدوین اور اشاعت کے طویل کام میں جو عرصہ حیات گزرا اُس میں ہر لمحہ اس نابغہٴ روزگار کے نئے جوہر کھلتے گئے۔ دستِ قدرت نے کمال فیاضی سے آپ کو علم الادیان اور علم الابدان سے تو مالامال کیا ہی تھا مستزاد یہ کہ قوتِ تحریر و تقریر اور موزونیِ طبع پر بھی قدرتِ عطا فرمائی۔ نثر کے شاہکار یکجا پیش کرنے کے بعد یہ تمنا جاگی کہ حضرت میر صاحب کے شعری مجموعے ’بخارِ دل‘ کو بھی اب کمیاب نہ رہنے دیا جائے۔ کام کا آغاز کیا تو اندازہ ہوا کہ اسے بہتر طریق پر پیش کرنے کی کافی گنجائش موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ غریقِ رحمت فرمائے محترم محمد اسماعیل صاحب پانی پتی کو جنہوں نے نہایت محبت و عقیدت اور فنی مہارت سے حضرت میر صاحب کا کلام مرتب فرمایا۔ آپ نے یقیناً اُس اعتماد کا خوب حق ادا کیا ہے جو حضرت میر صاحب نے آپ کو اپنی بیاض تھماتے ہوئے کیا تھا۔ آپ نے 'بخارِ دل' تین مرحلوں میں شائع کی۔ حصہ اوّل 1928ء میں، اس میں حصہ دوم کے اضافے کے ساتھ 1945ء میں اور پھر وفات کے بعد ملنے والے کلام کو شامل کر کے مکمل بخارِ دل 1970ء میں شائع کی۔ ابتدا میں آپ نے نظموں کو اوقاتِ تصنیف کے مطابق ترتیب دیا۔ لیکن بعد میں یہ ترتیب قائم نہ رہی۔ تمہید میں لکھتے ہیں:-

”میں نے ان نظموں کی ترتیب اوقاتِ تصنیف کے

لحاظ سے رکھی ہے مگر کہیں کہیں تقدیم و تاخیر بھی ہو گئی ہے۔ اگر

میری زندگی میں اس کی نوبت آئی تو کتاب کی دوسری

اشاعت کے وقت انشاء اللہ نسبتاً بہتر ترتیب کے ساتھ یہ مجموعہ

مرتب ہو سکے گا۔“

بہتر ترتیب کی خواہش کی تکمیل کے لئے خاکسار نے اب یہ مجموعہ اوقاتِ

اشاعت کے مطابق ترتیب دیا ہے۔ اور اس تبدیلی کی حضرت خلیفۃ المسیح الخامس

ایده اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے اجازت بھی لے لی ہے۔ علاوہ ازیں قطعاً و

رباعیات حصہ اوّل، حصہ دوم اور وفات کے بعد ملنے والے کلام سے لے کر یکجا کر

دیے ہیں۔ اسی طرح آپ کی روایتی خوش طبعی اور مزاح کارنگ لئے ہوئے نظمیں

بھی ایک جگہ کر دی ہیں۔

طرزِ تحریر میں املاء اور سہو کتابت کی بعض اغلاط کو درست کر کے مشکل الفاظ پر اعراب لگا کر کھلا کھلا لکھوایا ہے۔ دراصل جب یہ مجموعہ ابتدا میں مرتب ہوا کاغذ گراں اور کمیاب تھا اس لئے تحریر بہت گنجان ہے۔ بعض جگہ نظموں کے عنوان پہلو میں لکھے ہوئے ہیں۔ جو نمایاں نہیں ہوتے۔ اب مناسب جگہ پر عنوانات لکھوائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ 'بخارِ دل' حسین تر ہو کر منظرِ عام پہ آئے۔ اس کا ظاہری حسن اس کے معنوی حسن تک رسائی میں مددگار ہو اور قارئین خدا تعالیٰ کے قریب تر آجائیں آمین۔

خاکسار اُن سب مہربان ہستیوں کے لئے دعا گو ہے جن کی دعائیں اور حوصلہ افزائی شریک حال رہی۔ اللہ تعالیٰ بیش از پیش مقبول خدماتِ دینیہ کی تادمِ آخرتوفیق بڑھاتا چلا جائے آمین اللہم آمین

## بُخَارِ دِلِ كَا نَام

بُخَارِ دِلِ رِکھا ہے نامِ اِس کا  
 کہ آتِشْدَانِ دِلِ کا یہ دُھواں ہے  
 کسی کے عشقِ نے جب پھُونک ڈالا  
 تو نکلی مُنہ سے یہ آہ و فُغاں ہے  
 لگاتی آگ ہے لوگوں کے دِلِ میں  
 ہماری نظم بھی آتِشِ فِشاں ہے  
 کہیں حکمت کے موتی ہیں بکھرے  
 کہیں عشقِ و مَحَبَّتِ کا بیاں ہے

## انتساب

اے کہ تُو ہے مُنعمِ آلائے من  
 لُطفِ کُن بر من طُفیلِ آنکہ بُود  
 میں ترا بندہ ہوں اے آقائے من  
 ہوں سَقیمُ الحال اور مَعذور، گو  
 سیدِ من، شیخِ من، مرزائے من  
 اے طیبِ جملہ عَلَّہائے من  
 اے سَمیعِ نالہ شہائے من  
 مہرباں ہو، تا، کرم فرمائے من  
 ہے مرے مدِ نظر مولائے من  
 اے پناہ و مامن و ملجائے من  
 میری یہ خدمت ہے اے ماوائے من  
 عَرَضِ سُن لے مہربانی سے مری  
 شِعْرِ خوش کرنے کو کہتا ہوں ترے  
 فائدہ بندوں کو بھی پہنچے ضرور  
 ہوں یہ میرے باقیاتِ الصّالحات  
 لوگ کرتے ہیں عبادت رات دن

نذر ہیں کچھ قطرہ ہائے خونِ دل

اے بیادت ہی ہی و ہی ہائے من

(الفضل 12 نومبر 1943ء)

## تعارف

شعر کی تعریف اس سے زیادہ نہیں کہ وہ باوزن ہو۔ اس کے الفاظ عمدہ اور مضمون لطیف ہو۔ میرے بزرگوں کو چونکہ شاعری سے مناسبت تھی اس لئے مجھ میں بھی کچھ حصہ اس ذوق کا فطرتی طور پر آیا ہے مگر اس طرح کہ دس دس بارہ بارہ سال کے عرصہ میں ایک شعر بھی نہیں کہتا پھر کچھ کہہ لیتا ہوں دوسرے یہ کہ میرے اشعار مطلب کے حامل ہوتے ہیں نہ کہ الفاظ کے۔ میں ایک مضمون ذہن میں رکھ کر شعر کہتا ہوں اور الفاظ اس مضمون کے پابند ہوتے ہیں نہ کہ مضمون الفاظ کا اس لئے بجائے تغزل کے یہ اشعار ”نظم“ کی صورت رکھتے ہیں اور بجائے آمد کے ہمیشہ آؤزد کارنگ ان میں ہوتا ہے۔ میرا اُستاد کوئی نہیں۔ نہ تخلص ہے۔ شروع (یعنی 1903ء) میں جب یہ شوق پیدا ہوا تو چند دفعہ آشنا کا تخلص استعمال کیا مگر پھر ترک کر دیا اور ہمیشہ بے تخلص ہی کے گزارا کیا۔ میرے کلام میں بیشتر اشعار بہ سبب مذہبی ماحول اور دینی تربیت کے متصوفاً نہ رنگ کے ہیں اور سلسلہ احمدیہ کے مقاصد سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں کبھی کسی کا عمدہ مصرع یا شعر یا کسی غیر زبان کا لفظ اپنے شعر میں پیوند کر لینے سے نہیں ہچکچاتا تاہم سرفہ نہیں کرتا۔ بہت زیادہ حصہ ان نظموں کا ایسا ہے جو دراصل اپنے لئے کہی گئی ہیں نہ کہ اوروں کے لئے۔ میری دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ ان اشعار کو ہمارے بچوں اور نوجوانوں کے لئے بھی مفید بنائے۔

میر محمد اسماعیل الصُّقَّہ - قادیان

## تمہید

استاذی المحترم حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل ..... نے 1903ء سے شعر کہنے شروع کیے اور آخر وقت تک کچھ نہ کچھ کہتے رہے۔ 44 برس کے اس طویل عرصہ میں آپ نے بہت تھوڑی نظمیں کہیں مگر جو کچھ کہا بالعموم دین کی تائید، احمدیت کی حمایت، اسلامی قدروں کی اشاعت، اصحاب جماعت کی نصیحت، بچوں کی تربیت، نوجوانوں کی اصلاح، اخلاق و موعظت کی تبلیغ اور پند و نصائح کی ترویج کے لئے کہا۔ ان کی نظمیں خدا اور رسولؐ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی ہوتی تھیں۔ ان کا ناصحانہ اور صوفیانہ کلام بیحد دلنشین اور موثر ہوتا تھا اور جب وہ سلسلہ کے اخبارات میں چھپتا تھا تو احمدی احباب نہایت ذوق و شوق سے انہیں پڑھتے تھے۔ حضرت میر صاحب کے پُر کیف کلام کی مقبولیت اور شہرت کو دیکھ کر میں نے ”بخارِ دل“ کے نام سے آپ کے کلام کا مجموعہ 1928ء میں پانی پت سے شائع کیا جس میں بعض ابتدائی نظموں کو چھوڑ کر اس وقت تک کا کلام جمع تھا، بعد میں حضرت میر صاحب نے اور بہت سی نظمیں کہیں جو احمدی اخباروں میں مسلسل چھپتی رہیں۔ اس عرصہ میں حضرت میر صاحب برابر مجھے لکھتے رہے کہ پانی پت چھوڑ کر قادیان آ جاؤ بالآخر میں ان کے ارشادات کی تعمیل میں 1944ء میں مستقل طور پر قادیان آ گیا اور حضرت میر صاحب نے انتہائی شفقت کے ساتھ مجھے اپنے ساتھ اپنے مکان میں اپنے انتقال کے وقت تک رکھا اور اگر ہمیں قادیان سے

نکلنا نہ پڑتا تو اب تک وہیں رہتا۔

قادیان آنے کے بعد میں نے پہلا کام یہ کیا کہ اس عرصہ میں جس قدر نئی تنظیمیں حضرت میر صاحب نے لکھی تھیں سب فراہم کیں اور ان کو بخارِ دل حصہ دوم کے نام سے 1945ء میں شائع کر دیا، مگر اس مجموعہ کی اشاعت کے بعد بھی حضرت میر صاحب کچھ نہ کچھ کہتے رہے اور بخارِ دل کے سادہ اوراق پر لکھتے رہے مگر وہ کلام کہیں شائع نہیں ہوا۔ اپنے انتقال (18 جولائی 1947ء) سے پہلے حضرت میر صاحب نے وصیت کر دی تھی کہ میرے بعد یہ سارا کلام اسماعیل کے سپرد کر دیا جائے، چنانچہ حضرت ممانی جان (اللہ آپ سے راضی ہو) نے اپنے محترم شوہر کی وفات، حسرت آیات کے تیسرے ہی دن یہ مسودہ میرے حوالے کر دیا جس کے فوراً بعد ہمیں قادیان چھوڑنا پڑا۔ پاکستان آ کر ممانی جان برابر مجھے اس مسودہ کی اشاعت کے متعلق لکھتی رہیں مگر مجھے بد قسمتی سے اس ضروری کام کے بجالانے کی توفیق نہ ملی۔ حضرت ممانی جان کی وفات کے بعد ان کی دختر نیک اختر حضرت اُمّ متین مریم صدیقہ ایم اے حرم محترم حضرت خلیفہ ثانی (اللہ آپ سے راضی ہو) نے اپنے باپ کے اس مقدس ورثہ کی اشاعت کی طرف مجھے توجہ دلائی۔ میرا وقت بھی اب آخر ہے اور میں بہت ہی سُرعت کے ساتھ موت کی وادی کی طرف جا رہا ہوں۔ اس لئے سوچا کہ مرتے مرتے اگر یہ کام ہو جائے تو میری عین سعادت ہے۔ اس لئے نہایت ضَعف و ناتوانی اور اس بے حد کمزوری و ناطاقتی کے باوجود بیماریوں اور افکار کے ہجوم میں جس طرح بھی بن سکا میں نے اس کام کو انجام دیا اور حضرت میر صاحب کے پُرکِیف، اثر انگیز اور پُر معارف کلام کا یہ مجموعہ میں آج حضرت مریم صدیقہ کی

خدمت میں ان کے نہایت ہی محترم باپ کی یادگار کے طور پر پیش کر رہا ہوں۔ اللہ پاک میری اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے۔

میں نے ان نظموں کی ترتیب اوقاتِ تصنیف کے لحاظ سے رکھی ہے مگر کہیں کہیں تقدیم و تاخیر بھی ہو گئی ہے اگر میری زندگی میں اس کی نوبت آئی تو کتاب کی دوسری اشاعت کے وقت انشاء اللہ نسبتاً بہتر ترتیب کے ساتھ یہ مجموعہ مرتب ہو سکے گا۔ میں نے کتاب کے آخر میں حضرت میر صاحب کے وہ غیر مطبوعہ اشعار بھی شامل کر دیے ہیں جو بخارِ دل حصہ دوم کی اشاعت کے بعد آپ نے وقتاً فوقتاً کہے۔ اب یہ حضرت میر صاحب کے کلام کا ایک مکمل مجموعہ بن گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ناظرین کرام کو ان دلآویز نظموں سے پورے طور پر استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خاکسار محمد اسماعیل پانی پتی

18-رام گلی نمبر 3-لاہور

8/اپریل 1970ء

# نظموں کی ترتیب

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
19	جو راہ تھے پسند ہے اُس پر چلا مجھے	1
20	یا رب کسی معشوق سے عاشق نہ جدا ہو	2
21	آئے گی مرے بعد تمہیں میری وفایاد	3
22	پشیمِ بینا حسنِ فانی کی تماشا کی نہیں	4
24	منکرانِ خلافتِ محمود	5
27	پیغامی لیڈروں سے خطاب	6
30	مرکز کفر میں خانہ خدا	7
31	درفراقِ قادیاں	8
32	حالاتِ قادیان دارالامان	9
37	ہم مونا لہ جرسِ کارواں رہے	10
41	بخارِ دل	11
51	دُعائے وصل	12
52	تودیع حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بر موقع سفرِ یورپ	13
55	خلاصہ خطبہ عید الاضحیٰ	14
56	منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی	15
58	نعمتُ اللہ نے دکھلادیا قرباں ہو کر	16
60	مجھ کو کیا بیعت سے حاصل ہو گیا	17

63	.....	محبت کا ایک آنسو	18
64	.....	عاقبت کی کچھ کرو تیار ہاں	19
67	.....	خیر مقدم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی	20
70	.....	ایک احمدی بچی کی دُعا	21
72	.....	ندائے احمدیت	22
73	.....	احمدی کی تعریف	23
75	.....	نعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام	24
79	.....	میں دُنیا پے دیں کو مقدم کروں گا	25
81	.....	نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے	26
83	.....	قصہٴ ہجر - ایک مہجور کی زبان سے	27
85	.....	اللہ میاں کا خط میرے نام	28
87	.....	سلام بحضور سیدِ الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	29
89	.....	دُعا	30
90	.....	طیبہ کی آمین	31
92	.....	آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہاداری	32
93	.....	دن مدّتوں میں آئے ہیں پھر اہلِ حال کے	33
95	.....	محمدؐ مصطفیٰؐ ہے مجتہبی ہے	34
98	.....	کہ جتنے زنگِ مخفی ہیں محبت سب کی صیقل ہے	35
100	.....	خدامِ احمدیت	36
101	.....	رسولِ قادیانی	37
106	.....	وصیّت الرسولؐ بر موقعِ حجۃ الوداع	38

107	..... کلمہ طیبہ	39
108	..... دُعائے مَغْفِرَات	40
110	..... نِرخ بالالگن کہ ارزانی ہنوز	41
116	..... نوائے تلخ	42
119	..... عمل التَّوْبِ یعنی علمِ توجہ یا مسمریزم	43
121	..... قرآن، سُنَّت اور حدیث کے مدارج	44
122	..... تُم	45
125	..... ہمارا آفتاب	46
128	..... ناسخ و منسوخ	47
130	..... دُعائے سَکھ	48
131	..... إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ	49
131	..... عاجزانہ دُعا	50
133	..... اپنا رنگ	51
134	..... اُن کا رنگ	52
136	..... ہو نہیں سکتا	53
137	..... دُعائے من	54
141	..... احمدیت	55
149	..... عشق و مُشک	56
152	..... خلیفہ کی شَفَقَت اور نظام کی برکت	57
154	..... خدا داری چہ غم داری	58
162	..... پنجاب	59

163	..... درودِ بریحِ موعود علیہ السلام	60
166	..... فطرت	61
167	..... اللہ-اللہ	62
169	..... کتبہٴ تریبث	63
171	..... آئندہ زندگی	64
172	..... جنتِ دَجّال یا مغربی تمدن	65
174	..... قابلِ توجہ خُدام	66
175	..... میرے خدا	67
180	..... کچھ دُعا کے متعلق	68
183	..... دیباچہٴ راہِ سلوک	69
185	..... مسخ کی حقیقت	70
186	..... نماز	71
187	..... پنج ارکانِ اسلام	72
188	..... معرفتِ الہی	73
191	..... ترکِ دُنیا	74
194	..... وصلِ الہی	75
196	..... مال کا منتر	76
197	..... خدائی جبر	77
198	..... اس لئے تصویرِ جاناں ہم نے کھجوائی نہیں	78
200	..... قادیان میں راشن	79
202	..... تو کیا آئے	80

204	ہم ڈلہوزی سے بول رہے ہیں	81
205	اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے	82
207	حضرت مولوی برہان الدین جہلمی	83
208	محبت	84
208	عقل بغیر الہام کے یقین کے درجہ کو نہیں پہنچا سکتی	85
209	مناجات بدرگاہِ قاضی الحاجات	86
210	کھوٹے معاملات	87
210	قادیان کے آریہ	88
211	ابنِ آدم بھی آدم ہے	89
211	آگئی گویا	90
212	دنیاوی تعلقات	91
212	عارضی تکالیف میں بھی خدا نے لذت رکھی ہے	92
212	طاعون کا شہید احمدی	93
213	روح بغیر جسم کے کسی جگہ بھی نہیں رہ سکتی	94
213	سُن لے میری دُعا خدا کے لئے	95
215	تہجد	96
215	احمدی کیوں ہر اک سے افضل ہے	97
218	لاہور کی دعوتیں	98
219	لذت	99
222	کھجیار	100
224	عام آدمیوں کی سادہ باتیں اور اہل علم کی اصطلاحیں	101

225	.....	مغرب زدہ	102
227	.....	جمعہ کا دن	103
229	.....	ہم قادیان سے بول رہے ہیں	104
230	.....	فقرا اور افلاس کی ایک حکمت	105
231	.....	کیا دیکھا؟	106
232	.....	إِنَّمَا أَشْكُوا بَثِّي وَ حُزْنِي إِلَى اللَّهِ	107
233	.....	یاد ہے تجھ کو مرا قصہ مری حالتِ زار	108
234	.....	رنگ پر رنگ	109
236	.....	صورت اور سیرت	110
237	.....	رباعیات و قطعات	111
279	.....	ابیات	112
280	.....	الہامی اشعار اور مصرعے	113
281	.....	میرے اشعار میں دُعا ہائے مستجاب	114
		مزاحیہ کلام	
283	.....	دکھاوے کی محبتیں	115
285	.....	ایک المناک حادثہ	116
294	.....	واویلا	117
300	.....	مرزا غالب اور اُن کے طرفدار	118

## جو راہ تجھے پسند ہے اس پر چلا مجھے (غالباً سب سے پہلی نظم)

کیا فائدہ علاج کا بعد از فنا مجھے  
اہلِ جفا کے ظلم سے اتنا ہوا ہوں تنگ  
عصیاں کی مے کو پی کے ہوئی کیا نہ بیخودی  
بیزار زندگی سے ہوں آئی نہیں ہے اس  
لے چل صبا! تو دوست کے در پر کہہ کر دیا  
اونچا ہوئے فلک سے بھی پایہ وقار کا  
وہ کون؟ یعنی احمد مختار کا حبیب!ؑ  
پابوسی ہو نصیب تو اکسیر میں بُوں  
اللہ رے چمک، وہ رُخِ نورِ بار کی  
اے رحمتِ خدا! تو میری دستگیر ہو  
یارب! تو اپنے فضل سے بیڑے کو پار کر  
لطف و کرم سے بخش دے میرے گناہ تو

اے کاش! دردِ دل کی ملے اب دو مجھے  
دوزخ کا اس جہان پر دھوکا ہوا مجھے  
بھولا ہے کہہ کے یار سے قولِ بلی مجھے  
اس تیرہ خاندان کی آب و ہوا مجھے  
اس آسائے چرخ نے اب سرمہ سا مجھے  
سمجھے دمِ خرام جو وہ خاکِ پا مجھے  
آتا ہے نام لینے میں جس کے مزا مجھے  
پڑ جائے گر نظر تو کرے کیمیا مجھے  
مُصحف میں آرہی ہے نظرِ وَاصِحی مجھے  
حرص و ہوا کے جال سے آ کر چھڑا مجھے  
کافی ہے میری کشتی کا تو ناخدا مجھے  
شیطان کی گرفت سے کر دے رہا مجھے

ہے تجھ سے آشنا کی الہی دُعا یہی

جو وہ تجھے پسند ہے اُس پر چلا مجھے

(1903ء)

آمین

(1) یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام

## یارب کسی معشوق سے عاشق نہ جدا ہو

کُشتوں پہ اگر آن کے تُو اپنے کھڑا ہو  
 اک شورِ قیامت تیری آمد سے بپا ہو  
 معشوق کا برتاؤ ہو عاشق سے تو کیا ہو؟  
 گہ لطف ہو، گہ ناز ہو، گہ جور و جفا ہو  
 کیا جانینے قسمت میں یہ کیا پھیر ہے اپنی  
 ہم جس کیلئے جان دیں وہ ہم سے خفا ہو  
 کیا تاب زباں کی کہ کرے بجر کا مذکور  
 یارب کسی معشوق سے عاشق نہ جدا ہو  
 اے ابرو و مہنگانِ صنم! یہ تو بتاؤ؟  
 گر تم نہیں جلا د زمانے کے تو کیا ہو؟  
 گر قہر پہ ہو جائے کمر بستہ وہ جاناں  
 غوغائے ستم شورشِ محشر سے سوا ہو

## آئے گی مرے بعد تمہیں میری وفا یاد

جس دن سے کیا دل نے میرے قولِ ملی یاد  
 رہتا ہے مجھے دید بُناں میں بھی خدا یاد  
 جب تک رہے دَوراں میں ترا بُور و جفا یاد  
 تب تک رہے دُنیا میں مری مہر و وفا یاد  
 کچھ شکوہ بیداد مجھے تُم سے نہیں ہے  
 جو تُم نے کیا مجھ سے - نہیں مجھ کو ذرا یاد  
 پھر پھڑکے ہے کیوں ماہی بے آب کی مانند  
 رکھتا نہیں گر دل میں تری قبلہ نُما یاد  
 اب گرچہ مرے دعویٰ اُلقت کو نہ مانو  
 آئے گی مرے بعد تمہیں میری وفا یاد  
 گو ہجر نے ہر نقشِ خوشی دل سے دیا دھو  
 اب تک ہے ترے وصل کا پر مجھ کو مزا یاد  
 کیوں رُدّ کریں بیمارِ محبت کو اِطبا  
 کیا کوچہ دلبر کی نہیں خاکِ شفا یاد؟  
 اس عالمِ غفلت میں جو لے بیٹھا غزل کو  
 کیا جانے آیا ہے مجھے آج یہ کیا یاد

## چشمِ بینا حسن فانی کی تماشائی نہیں

.....(1).....

دل لگاویں جو صنم سے ہم وہ شیدائی نہیں  
 چشمِ بینا حسن فانی کی تماشائی نہیں!  
 اک قدح پی کر نہ جس کا تا ابد رہوے خمار  
 اہلِ دل اس جامِ صہبا کے تمنائی نہیں!  
 مرغِ دل! بیچ کر تو رکھیو دامِ اُلفت سے قدم  
 زُلف کے پھندے میں پھنسنا کارِ دانائی نہیں  
 اس جہاں میں دوستوں سے کیا رکھے کوئی اُمید  
 زیرِ گردوں پوچھتا بھائی کو یاں بھائی نہیں  
 اپنی نظروں میں اگر کچھ مردِ میداں ہیں تو وہ  
 سچ کے کہہ دینے میں جن کو خوفِ رسوائی نہیں!  
 جوش ہے طاعت کا دل میں اور عبادت کیلئے  
 وائے قسمت! پر میسر کُنجِ تنہائی نہیں!  
 آشنا کچھ عشق کا دھندا خدارا چھیڑئے  
 صوفیانہ یہ ادا تیری ہمیں بھائی نہیں!

.....(2).....

دردِ دل کی موت نے بھی کی مسیحا کی نہیں  
 جاں لبوں تک آگئی لیکن قضا آئی نہیں  
 شکوہ بیدارِ جاناں کیا کریں جب ہم میں خود  
 بارِ اُلفت کے اٹھانے کی توانائی نہیں  
 چھیڑیئے مسجد میں جا کر حُرمتِ مے کا بیاں  
 محفلِ رنداں میں زاہد، تیری شُٹوائی نہیں  
 تلخ کامی زندگی کی دیکھنا اے ہم نفسِ  
 ہم مریں جس پر اُسے ہم سے شناسائی نہیں  
 چھوڑ میخانہ<sup>1</sup>، چلیں کیونکر حرم کو ہم، کہ واں  
 مے نہیں، ساقی نہیں اور بادہ پیمائی نہیں  
 آ کے تڑبت پر مری کہنے لگا وہ شوخ یوں  
 باز آیا اب تُو مرنے سے؟ صد آئی ”نہیں“  
 دیکھتا کیا ہے درختِ عشق کہ ہیں یہ شمر  
 دشتِ غرُبت میں جُوں کی آبلہ پائی نہیں  
 باغِ عالم میں حسین دیکھے مگر تیری قسَم  
 تیری رنگت، تیرا جلوہ، تیری رعنائی نہیں

## منکرانِ خلافتِ محمود

1914ء میں حضرت خلیفہ اول کے وصال اور حضرت محمود کے سریر آرائے

خلافت ہونے پر جماعت میں جو سخت تفرقہ رونما ہوا اس کے استیصال کے لئے میر قاسم علی صاحب کے اخبار ”الحق دہلی“ نے نہایت نمایاں خدمات انجام دیں۔ اس وقت حضرت میر صاحب نے بھی اخبار ”الحق“ میں کچھ نظمیں خلافتِ ثانیہ کی تائید میں لکھی تھیں جو ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔ (خاکسار محمد اسماعیل پانی پتی)

منکرانِ خلافتِ محمود	کر رہے ہو مُخَالَفَتِ بے سُوَد
کیوں اطاعت سے پھیرتے ہو سر	کیا نہیں یادِ آدمِ مَسْجُود
مان لو بات تُم ملک بن کر	ہو نہ اِیْلِیسِ رانَدَہِ مَعْبُود
ہر خلیفہ خدا بناتا ہے	خواہ آدمِ ہو - یا کہ وہ داوُد
ہو وہ بوبکرؓ یا کہ نورالدین	یا ہو فخرِ رُسُلنِ مِرا محمود
اتحادِ جماعتِ احمد	بس یہی ہے غرض یہی مقصود
چارہ جُو طاعَتِ اِمَامِ نہیں	جب وہ ثابِت ہے ہر طرح موعود
منکر اس کا ہے منکرِ احمد	دشمن اُس کا ہے فاسِق اور مَرْدُود
اُس کی تخریب کے جو ہیں درپے	آپ ہو جائیں گے وہی ناوُد
احمدیت ہی صرف ہے .....	ہو گئی ہے نجاتِ یاں محدود
اک طریقہ یہی خدا تک ہے	اور سب راہ ہو گئے مسدود

یا وہ برہمہ ہیں یا مثیل یہود نہ کرو اتباع نام و نمود اُن کا ”اعلان“<sup>1</sup> ہے شعلہ بارود واں مَلَدَّبْ لِربِّہ لَكُنُوْد<sup>2</sup> کسمپرسی ہے اُس طرف مشہود اک عقیدہ جدید ہے موجود اور نہ ایمان اُن پہ تھا مقصود اس سے بڑھ کر مُبالغہ بے سُد مل کے ”چندے“ کرو تو ہے بہبود جس میں رَزْ کا ہو فائدہ اور سُد فکرِ کسبِ معاش ہو مَفْقُوْد ہائے رہ جائیں ”مولوی“ مطرود ”ہم“ سے چھوٹا ہے مصلح موعود اپنی نظروں میں کیا بچے محمود اور ہمیں نے کیا ”کفن“<sup>4</sup> موجود

جو ہیں توحیدِ خُشک کے قائل دوستو! حق کی راہ کو پکڑو خَرْمَن دِین کو بچاؤ تَم یاں مُصَدَّق کا بڑھ رہا ہے یقین حق کی نصرت ہے اس طرف ظاہر اب تو پیغامِ صلح<sup>3</sup> میں ہر روز تھے مسیحِ محمدی نہ رسول ایک مصلح تھے مثلِ سر سید احمدیت ہے تفرقہ کی جڑ مٹم اسلام اصل میں وہ ہے ہر طرف سے ملے غینمتِ مال ”کل کا بچہ“ خلافت آرا ہو مانیں کیونکر؟ کہ عمر میں کم ہے نہ گرانڈیل ہے نہ ٹونڈل ہے خدمتیں بیشتر ہمیں نے کیں

(1) اعلانِ ضروری مولفہ مولوی محمد علی صاحب مطبوعہ (1914) کی طرف اشارہ ہے۔

(2) یعنی انسان اپنے رب کا ناشکر گزار ہے۔ (3) لاہوری احمدیوں کا اخبار۔

(4) لاہوری احمدیوں نے جھوٹا دعویٰ کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود کو کفن ہم نے دیا۔

مرکزِ قادیاں ہوا مَفْقُود  
 ہجرتِ اوّلین ہوئی مردود  
 دفن ہوں گے جہاں یہ سب موؤد  
 کیسی قسمت ہوئی ہے نامسعود  
 مٹ گئیں دین کی تمام حدود  
 محض توحیدِ حق سے ہے مَفْقُود  
 ہیں برابر یہاں پہ ہود و شمود  
 جس میں داخل ہیں مسلم اور یہود  
 عارضی چونکہ ہے وہاں کا وُود  
 دائمی تو وہاں نہیں ہے خلود

اب مدینہ نیا بنا لاہور  
 ہجرتِ ثانیہ کی خاطر سے  
 مقبرہ اکِ ضرار بنتا ہے  
 پڑ گئے پتھر ان کی عقلوں پر  
 ہوئے آزاد ساری قیدوں سے  
 ”اللہ اللہ“ کر لیا بس ہے  
 بِخْتِ انبیاءِ سراسر لَعُو  
 دائرہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
 ہے جہنم بڑا نفیس مقام  
 کیا ہوا - گر رہیں وہاں احقاب

ہو مبارک تمہیں وُود و خلود  
 تو ہی بندوں کا ہے غفور و ودود  
 صد سلام اس پر اور ہزار دَرُود  
 خاص کر جو کہ ہے پسر موعود  
 وقت ہے نگِ قافیے معدود

ہو مبارک تمہیں تمنا یہ  
 یا الہی ہمیں بچا اس سے  
 حشر ہو ساتھ تیرے احمد کے  
 رحمتیں اہل و آل پر اُس کی  
 آشنا بس قلم کو رکھ دے تو

## پیغمبری لیڈروں سے خطاب

.....(1).....

اب نہ جھگڑا چلے کمال الدین	آ کے مل جا گلے کمال الدین
وا ہوا دامنِ خلافتِ حق	آؤ اس کے تلے کمال الدین
احمدی ہے تو احمدی بن جا	تاکہ پھولے پھلے کمال الدین
پاک اموال تجھ پہ ہیں قربان	مال گندہ نہ لے کمال الدین
جن کو تو جانتا ہے کانِ طلا	خاک کے ہیں ڈلے کمال الدین
تجھ کو غیروں کا دیکھ دشتِ نگر	دل نہ کیونکر جلے کمال الدین
اپنے آقا کے اہل پر حملہ	ہو بہت منچلے! کمال الدین
احمدیت ہے روک چندے میں	گفت، آرے بلے، کمال الدین
اب بھی کر لو رجوع بہتر ہے	آدمی ہو بھلے کمال الدین

.....(2).....

ہائے افسوس! گر گیا ایم-اے	اپنے مرشد سے پھر گیا ایم-اے
ہو کے اپنوں کی جان کا دشمن	دشمنوں کے گلے ملا ایم-اے
خدمتِ تفرقہ بجا لا کر	سید القوم بن گیا ایم-اے

ہے حکومت کا دل سے یہ طالب  
تھے کبھی تم بھی نیک اور صالح  
اب تو حالت مگر خراب ہوئی  
اپنی بد قسمتی کی شامت سے  
ترجمہ اور کتابیں اور سامان  
اب مدینہ نیا بنا لاہور  
اے جماعت! بتا خدا کے لئے  
مُسْتَحَقِّ خِلافَتِ اِحْمَد

لے کے ٹولی الگ ہوا ایم۔ اے  
میرے مُرْشِد نے سچ کہا ایم۔ اے  
کبر میں ہو کے مبتلا ایم۔ اے  
قادیان سے نکل گیا ایم۔ اے  
لے کے چلتا بنا مرا ایم۔ اے  
اور مسیحا نیا بنا ایم۔ اے  
گرچہ ہے امتحاں بڑا ایم۔ اے  
ہے اولوالعزم کوئی یا ایم۔ اے؟

.....(3).....

خوب دکھلائے رنگ شاہ صاحب  
تیزیوں، بدزبانیوں، شوخی  
حق کی تائید کا تو دم بھرنا  
ایک دن بیچ اب لگے دینے  
آگئے چند ہی دنوں میں آپ  
اہل بیتِ مسیح پر پھینکے  
اس قدر تو غضب میں مت اُچھلو  
چھوڑو جھگڑوں کو، اپنا کام کرو

رہ گئے ہم تو دنگ شاہ صاحب  
کس سے سیکھے یہ ڈھنگ شاہ صاحب  
اور حق سے ہی جنگ شاہ صاحب  
ہم کو پیغامِ جنگ! شاہ صاحب  
احمدیت سے تنگ شاہ صاحب  
خوب تیر و تفنگ شاہ صاحب  
توڑ دو گے پلنگ شاہ صاحب  
کٹ چکی ہے پتنگ شاہ صاحب

(1) پیغامِ صلح اخبار کا نام حضرت خلیفہِ اول نے پیغامِ جنگ رکھا تھا۔

.....(4).....

کیسی ہے قال و قیل مرزا جی  
 احمدیت کی چھوڑ کر عزت  
 آپ کہتے ہیں ”ہم خلیفہ ہیں“  
 کیا خدا بھی ملے صنم کے ساتھ  
 فتنہ گر کے ہوئے ہو پیر و کیوں  
 مردہ اسلام پہ گرے کیونکر  
 آل احمد کے تُم عدو ہو قدیم  
 حق تعالیٰ سے کچھ تو شرم کرو  
 گر ہو محمود کے مخالف تُم  
 ہو گئے کیوں علیل مرزا جی  
 بنتے ہو کیوں ذلیل مرزا جی  
 لیک کیا ہے دلیل مرزا جی؟  
 ہے غلط یہ سبیل مرزا جی  
 تُم تو خود تھے اصیل مرزا جی  
 باز سے بن کے چیل مرزا جی  
 ہے یہ قصہ طویل مرزا جی  
 عمر ہے اب قلیل مرزا جی  
 حق ہے اس کا کفیل مرزا جی

(اخبار الحق دہلی 4 ستمبر 1914ء)

## مرکزِ کفر میں خانہ خدا

شکر صد شکر کے لندن سے یہ آئی ہے نوید  
 یا لیقین وقت یہی ہے کہ مؤثر کر دے  
 جب مؤذن کہے مینار پہ ”اللہ اکبر“  
 بانئ (بیت) لندن ہے مسیح موعود  
 ہم نشیں دیکھ! ذرا چشم بصیرت وا کر  
 دقت ہے وقت کہ یورپ کو کرو شرک سے پاک  
 جب تلک جان و تن و مال نہ قرباں کر دیں  
 احمدی! تجھ کو ہی سب بوجھ اٹھانا ہوگا  
 ”آسماں بارِ امانت نخواست کشید“  
 ”اللہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میں خواست  
 آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

نوٹ: یہ نظم اُس جلسے میں پڑھی گئی جو ڈلہوزی پہاڑ پر 9 ستمبر 1920ء کو حضرت  
 خلیفہ المسیح ثانی کی زیرِ صدارت بر تقریب خرید زمین بیت لندن منعقد ہوا اور افضل  
 7 اکتوبر 1920ء میں چھپی ہے۔

## در فراقِ قادیان

آہ! وہ دارالامانِ قادیاں  
 گھب گئی دل میں ہر اک اُس کی ادا  
 نعمتِ ایماں مئے عرفاں ملے  
 چرخِ چارم اور خُریا کے رقیب  
 عشقِ مولیٰ میں ہر اک رنگین ہے  
 توتیائے چشم ہے میرے لئے  
 کر رہے ہیں جان و دل کو بے قرار  
 جی کو تڑپاتی ہے اب میرے بہت  
 پھر وہی رستہ مری آنکھوں میں ہے  
 بوئے کُوئے یار پھر آنے لگی  
 یاد آتا ہے جمالِ رُوئے دوست  
 وہ بھی دن ہوں گے کبھی مجھ کو نصیب  
 پھر میں دیکھوں کوچہٴ دلدار کو  
 یاد آتا ہے بہشتی مقبرہ  
 جاں فدا کر دوں مزارِ یار پر  
 یعنی وہ جو چودھویں کے چاند تھے  
 وارثِ تختِ شہنشاہِ رُسلؐ  
 قادیاں! جنتِ نشانِ قادیاں  
 بس گئی آنکھوں میں شانِ قادیاں  
 عرش سے اُترا ہے خوانِ قادیاں  
 ہیں زمین و آسمانِ قادیاں  
 جو بھی ہے پیر و جوانِ قادیاں  
 خاکِ پائے ساکنانِ قادیاں  
 نغمہ ہائے بُلبلانِ قادیاں  
 یادِ یارِ مہربانِ قادیاں  
 جس پہ ہے نہرِ روانِ قادیاں  
 ہے مہکتا بوستانِ قادیاں  
 سرورِ خوبان و جانِ قادیاں  
 میں ہوں اور ہو آستانِ قادیاں  
 پھر بنوں میں میہمانِ قادیاں  
 سو رہے ہیں عاشقانِ قادیاں  
 گوہرِ شبِ تابِ کانِ قادیاں  
 مہدیٰ آخرِ زمانِ قادیان  
 مورثِ نسلِ شہانِ قادیاں

## حالاتِ قادیان دارالامان

مرحبا! دارالامانِ قادیاں      مرحبا! جنتِ نشانِ قادیاں  
گھب گئی دل میں ہر اک اُس کی ادا      بس گئی آنکھوں میں شانِ قادیاں  
چرخِ چارم اور ٹریٹا کے رقیب      ہیں زمین و آسمانِ قادیاں  
گلشنِ احمد میں آئی ہے بہار      ہے مہکتا بوستانِ قادیاں  
کوچہٴ دلدار و دلبر ہے یہی      آؤ اے گم گشتگانِ قادیاں  
توتیائے چشمِ عالم بن گئی      خاکِ پائے ساکنانِ قادیاں  
آفتابِ حشر کی ہوگا پناہ      روزِ محشر سائبانِ قادیاں  
دیکھنا چاہو جو دنیا میں بہشت      دیکھ لو باغِ جنانِ قادیاں

### بیعت

طے کرا دیتی ہے سب راہِ سلوک      بیعتِ پیرِ مغانِ قادیاں

### جائے ہجرت

ہجرتیں کر کر کے جاتے ہیں وہاں      عاشقان و شائقانِ قادیاں  
بی۔ اے، ایم۔ اے اور فاضل مولوی      بن گئے اب ساکنانِ قادیاں  
شور و شر سے دہر کے بھاگے وہاں      بھا گیا امن و امانِ قادیاں  
جی نہیں لگتا کہیں اُس کا کبھی      دیکھ لے جو آن بانِ قادیاں

زخمِ دشمن سے ہی پوچھا چاہیے تیزیِ تیج و سِنانِ قادیاں  
آبِ حیواں کو کہاں پکھتے ہیں وہ جو کہ ہیں تِشنہ لَبانِ قادیاں

### اہلِ قادیاں

دل کو کر دیتے ہیں محوِ یادِ حق نغمہ ہائے بُلْبُلانِ قادیاں  
جاں بِنارِ دینِ احمدؐ ہیں سبھی جتنے ہیں مرد و زَنانِ قادیاں  
عشقِ مولا میں ہر اک رنگین ہے جو بھی ہے پیر و جوانِ قادیاں  
صدق اور اخلاص اور ہر دم دعا ہے نشانِ مومنانِ قادیاں  
دوستی اللہ پاؤ گے یہیں بے ریا ہیں مُخْلِصانِ قادیاں  
مُشتری کا فائدہ مدِ نظر رکھتے ہیں سب تاجرانِ قادیاں  
دیکھنا، یورپ میں جا گونجی کہاں واہ کیا کہنے اذانِ قادیاں  
مرحبا تسخیرِ مغرب کے لئے نکلے ہیں کچھ خالِدانِ قادیاں

### بہشتی مقبرہ

کیا مبارک ہے بہشتی مقبرہ سو رہے ہیں عاشقانِ قادیاں  
جاں فدا کر دوں مزارِ یارِ پر گوہر شب تاب کانِ قادیاں  
یعنی وہ جو چودھویں کے چاند تھے مہدیٰ آخرِ زمانِ قادیاں  
وارثِ تختِ شہنشاہِ رُسلِ مورثِ نسلِ شہانِ قادیاں  
کر گئے تسخیرِ عالم کے قلوبِ سرورِ خواہاں و جانِ قادیاں

## لنگر

اُن کے لنگر کا ذرا دیکھو مزا آسانی ہے یہ نانِ قادیاں  
نعمتِ ایماں مئے عرفاں ملے عرش سے اُترا ہے خوانِ قادیاں

## اخبارات

آٹھ دس اخبار بھی جاری ہیں واں ہیں وہی تو ازمغانِ قادیاں  
ریویو، تشہیز، افضل و حکم درحقیقت ہیں زبانِ قادیاں  
نور و فاروق و اتالیق و رفیق یہ بھی ہیں سب مُخبرانِ قادیاں

## قابلِ دید مقامات

بورڈنگ اور ہال اور ہائی سکول خوب دکھاتے ہیں شانِ قادیاں  
دارِ فضل و رحمت و دارالعلوم کہہ رہے ہیں داستانِ قادیاں  
(بیت) نور و شفاخانہ جدید اور ضعیفوں کا مکانِ قادیاں  
ہیں ثمر یہ اُن کی کوشش کے جنہیں کہتے ہیں سب ”نانا جان“ قادیاں

## مدرسہ احمدیہ

احمدیہ مدرسہ جو ہے وہاں زیرِ نظمِ فاضلانِ قادیاں  
قوم کے لڑکے ہیں اس میں سیکھتے علم و خُلقِ عارفانِ قادیاں  
ایک دن دنیا کو یہ زیر و زبَر کر کے چھوڑیں گے یلانِ قادیاں

(1) حضرت میر ناصر نواب سے مراد ہے۔

## بیت مبارک

یار کے کوچے کی (بیت) کی نہ پوچھ مرکز و جائے امانِ قادیاں  
 ”سب مبارک کام ہیں اس میں جو ہوں“ کہہ گئے شاہِ جہانِ قادیاں

## جلسہ سالانہ

جلسہ سالانہ پر آؤ ذرا اے گروہِ دشمنانِ قادیاں  
 رونقِ ارضِ حرمِ خود دیکھ لو اور خود سن لو بیانِ قادیاں  
 آپ سے کہہ دے گی آتے ہی یہاں قادیاں خود داستانِ قادیاں

## میںارۃ المسیح

دیکھ وہ مینار ہے اے راہرو! رہنمائے آستانِ قادیاں  
 (بیت) اقصیٰ میں پہنچا دے گا یہ تا دکھائے بوستانِ قادیاں  
 درسِ قرآن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

درسِ قرآن ہو رہا ہو گا وہاں جمع ہوں گے مخلصانِ قادیاں  
 اک جواں کو پائے گا اُن میں کھڑا ہے وہی رُوح و روانِ قادیاں  
 یادگارِ صاحبِ کسرِ صلیب نورِ چشمِ دلستانِ قادیاں  
 مصلحِ موعودِ محبوبِ خدا خضرِ راہِ سالکانِ قادیاں

(1) یعنی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی

جانشین حضرت احمدؑ نبی نامہ صاحبقرانِ قادیاں  
 عرض کرنا ان سے یوں بعد از سلام اے چراغِ خاندانِ قادیاں  
 آپ نے جس طرح قائم کر دیے عزت و نام و نشانِ قادیاں  
 حق تعالیٰ بھی تمہیں دائم رکھے برسرِ وابستگانِ قادیاں  
 اور کہیں آمین سب مل کر وہاں  
 جتنے ہوں صاحبِ دلانِ قادیاں

قادیان گائیڈ 113 مطبوعہ نومبر 1920ء

الفضل 21 اکتوبر 1920ء کی اشاعت میں اس نظم میں درج ذیل اشعار  
 بھی شامل ہیں۔

پھک رہا ہے ایک عاشق ہجر میں دل میں ہے حُبِ نہانِ قادیاں  
 جی نہیں لگتا کہیں اس کا ذرا جب سے دیکھی آن بانِ قادیاں  
 یہ دعا فرمائیے لائے خدا جلد اس کو درمیانِ قادیاں  
 یار کے قدموں میں نکلے اس کا دم اور بنے مدفنِ جنانِ قادیاں

## ہم محو نالہ جَرَسِ کارواں رہے

### جماعتِ احمدیہ

جب تک کہ اس جہاں میں مسیحِ زماں رہے      زندہ خدا کے ہم کو دکھاتے نشان رہے  
مردوں میں جان ڈالتے اِذِنِ خدا سے تھے      اور زندگی بھی ایسی کہ وہ جاوداں رہے  
تشنہ لبانِ شربتِ دیدارِ یار کو      دکھلاتے راہِ کوچہٗ جانِ جہاں رہے  
بلبلِ کو روئے گل سے شناسا کیا کیے      جب تک کہ باغِ دہر میں وہ باغبان رہے  
اخلاص و صدق و عشق کے اُن کے زمانہ میں      مکتب بنے، علوم کھلے، امتحان رہے  
اہلِ وفا کی ایسی جماعت بنا گئے  
حق پر فدا رہیں گے وہ جب تک کہ جاں رہے

### خواص

اے کامیابِ عشق! سنو تو سہی ذرا      ہم تم بھی ساتھ تھے کبھی اے مہرباں رہے  
تم نے تو اڑ کے گوہرِ مقصود پا لیا      ہم سُستِ گام اور وہی نیم جاں رہے  
پابستہ غفلتوں نے کیا ہم کو اِس قَدَر      عمریں گزر گئیں کہ جہاں کے تہاں رہے  
بے دیدِ روئے یار مزا کیا ہے گر کوئی      ملے رہے، مدینے رہے، قادیان رہے  
واحسرتا! کہ کس سے کہیں اپنا حالِ زار      کس کو پڑی کہ سُنتا مری داستاں رہے

مُل مل کے ہاتھ اپنے یہ کہتا ہوں بار بار منزل کہاں تھی اور پڑے ہم کہاں رہے  
 ”یارانِ تیز گام نے محمل کو جا لیا  
 ہم مَحْوِ نالہ جرسِ کارواں رہے“

### مجاہدین

صد آفرین تُم پہ گروہِ مجاہدیں! پیچھے سے آئے - پہنچے کہیں سے مگر کہیں  
 وہ نُورِ قادیان میں نازل ہوا تھا جو روشن کیا ہے اُس سے ہر اک گوشہٴ زمیں  
 پہنچا ہے کوئی لندن و امریکہ کوئی مصر اور ماریشس میں جا کے ہوا کوئی جاگزیں  
 مشعل کو لے کے نُورِ ہدایت کی ہند میں پھرتی ہے شہر شہر میں فوجِ مُبلَغین  
 تیار ہو رہے ہیں ابھی اور عسکری چھوڑیں گے یہ جوان کسی ملک کو نہیں  
 ہے اک طرف اگرچہ مسرت بھی بے حساب از بس کہ کامیاب ہیں یہ فاتحانِ دین  
 پر دوسری طرف ہے یہ خُسرت بھی ساتھ ساتھ کہتا ہوں آہ بھر کے دل زار کے تئیں

”یارانِ تیز گام نے محمل کو جا لیا

ہم مَحْوِ نالہ جرسِ کارواں رہے“

### عوام

اے عامیٰ جماعتِ احمد زہے نصیب خاصانِ حق کی ذیل میں تیرا شمار ہے

مُفلس ہے یا امیر تجھے عذر کچھ نہیں گکھلتی اگر یہ جیب تری بار بار ہے  
تو سلسلہ کی ریڑھ کی ہڈی ہے یاد رکھ پڑتا ہے آکے تجھ پہ ہی آخر جو بار ہے  
دنیا اگرچہ تجھ کو سمجھتی رہے حقیر پر آج تیرے پیسوں پہ دیں کامندار ہے  
چندے سے تیرے مدرسے اور مسجدیں بنیں اور تیری ہمتوں کا نتیجہ منار ہے  
جتنی ہیں شاخہائے نظارات و انجمن اور جتنا سلسلہ کا یہ سب کاروبار ہے  
فُضَلِ خدا سے تیری کمائی کے ہیں ثَمْرُ یہ خاص تجھ پہ پشتمِ عنایاتِ یار ہے  
اولاد و مال و عزّت و املاک دے دیے پھر بھی سمجھ رہے ہو کہ باقی اُدھار ہے  
پر حیف ہم سے کوئی بھی خدمت نہ ہو سکی اب صرف پشتمِ پوشی پہ اُس کی مند ار ہے  
بہتیرا چاہتا ہوں کہ میں چُپ رہوں مگر آتا زباں پہ شعر یہی بار بار ہے

”یارانِ تیزگام نے محل کو جا لیا

ہم جو نالہ جرسِ کارواں رہے“

### مرحومین

اے ساکنانِ مقبرہ تُم پر ہو مرحبا مر کر بھی تُم ہوئے نہ درِ یار سے جدا  
دے دے کے نقد جان خریدایہ قُربِ خاص سودا - قسم خدا کی، یہ سستا بہت کیا  
جّت ملے گی ایک تو اللہ کے یہاں اور دوسری بہشت یہ پہلو ہے یار کا  
یاں کچھ خبر نہیں کہ جگہ بھی ہو یہ نصیب یا گر ملے تو حد سے زیادہ ہو فاصلہ

خوش قسمتی پہ آپ کی کرتے ہیں رَشک ہم کہتے ہیں دل ہی دل میں یہ آنسو بہا بہا  
 ”یارانِ تیزگام نے محمل کو جا لیا  
 ہم مَحْوِ نالۂ جِرسِ کارواں رہے“

### دعا

اے آنکہ میرے واقفِ اشرار ہو تم ہی دلبر تم ہی نگار تم ہی یار ہو تم ہی  
 کوئی نہیں جو رنج و اَلَم سے کرے رہا یاں دلِ شِکَن بہت ہیں پہ دلدار ہو تم ہی  
 دروازہ اور کوئی بھی آتا نہیں نظر جاؤں میں کس طرف کو جو بیزار ہو تم ہی  
 تم سا کسی میں حُسنِ گُلُو سوز ہے کہاں عالم کی ساری گرمی بازار ہو تم ہی  
 لینے کا اس مَتَاع کے کس کو ہے حوصلہ لے دے کے میرے دل کے خریدار ہو تم ہی  
 اعمال ہیں نہ مال - نہ کوئی شفیع ہے اب بات تب بنے جو مددگار ہو تم ہی  
 تم سے نہ گر کہوں تو کہوں کس سے جا کے اور اچھا ہوں یا بُرا - مری سرکار ہو تم ہی  
 اب لاج میری آپ کے ہاتھوں میں ہے فقط ستار ہو تم ہی مرے، عَقْفار ہو تم ہی  
 در ماندہ رہ گیا ہوں غَضَبِ تو یہی ہوا کیجے مدد! کہ چارۂ آزار ہو تم ہی

”یارانِ تیزگام نے محمل کو جا لیا

ہم مَحْوِ نالۂ جِرسِ کارواں رہے“

## بُخارِ دِل

یہ نظم شعر و شاعری کے رنگ میں نہیں لکھی گئی بلکہ واقعی بخارِ دل ہے۔ جیسا کہ اس کا نام ظاہر کرتا ہے۔ اس نظم کے لکھنے کا مقصد یہ بھی ہے کہ احباب کو اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے اور پھر اس تعلق کو قائم رکھنے کی توجہ پیدا ہو۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اس نظم میں استعارہ کے طور پر جو بعض الفاظ آئے ہیں ان کو استعارہ ہی سمجھا جائے۔ مؤلف کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات والا صفات کو نعوذ باللہ محدود یا مخلوق کی طرح مجسم خیال کرتا ہے بلکہ بعض الفاظ محض استعارہ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں تاکہ ایک قسم کا مفہوم بیان کرنے والے کا ادا ہو جائے یا بعض الفاظ جوشِ محبت میں استعمال کئے جاتے ہیں دوسرے مقام پر وہ جائز نہیں ہوتے۔ پس موقع اور محل کے لحاظ سے معانی لینے کا خیال رکھنا چاہئے۔

### حصہ اول۔ وصل

یادِ ایام کہ تم جلوہ دکھا دیتے تھے      پردہٴ زلفِ دو تارِ رخ سے ہٹا دیتے تھے  
 آپ آجاتے تھے یا ہم کو بلا لیتے تھے      یا لبِ بام ہی دیدار کرا دیتے تھے  
 دن بہت گزرے نہیں جب کہ تھا آنا جانا      حاضری آپ کی ہم صبح و مساء دیتے تھے  
 رُوٹھ جاتے جو کبھی جان کے ہم تم سے ذرا      گدگدی کر کے معاً آپ ہنسا دیتے تھے

نکتہ گیری تھی گہے نکتہ نوازی گا ہے  
غفلتوں اور گناہوں کی عمارت ہر روز  
ہم بناتے تھے مگر آپ گرا دیتے تھے  
رَبَّنَا رَبَّنَا کہہ کر جو صدا دیتے تھے  
مانگتے جتنا تھے ہم، اس سے سوا دیتے تھے  
آبِ رَحْمَتِ سِیِّدِ الْكَوْمِ سے لگی آگ بجھا دیتے تھے  
نفس و شیطان اگر راہ بھلا دیتے تھے  
واہ کیا کہنے کہ کیا لیتے تھے، کیا دیتے تھے  
وَعْدَةُ "قولِ بِلٰی" یاد کرا دیتے تھے  
حوصلہ ہم سے غریبوں کا بڑھا دیتے تھے  
پردہ غیب میں ذات اپنی چھپا دیتے تھے  
ایک ہی حال میں فرصت نہ ذرا دیتے تھے  
سب سے بڑھ کر یہی طالب کو سزا دیتے تھے  
خود ہی پھر بگڑی ہوئی بات بنا دیتے تھے  
خوب بیمارِ حُبِّت کو دوا دیتے تھے  
تُم تو ذرّے میں چمک اپنی دکھا دیتے تھے  
اک اَنَا سے ہی یہ سب قصہ چکا دیتے تھے

نکتہ گیری تھی گہے نکتہ نوازی گا ہے  
غفلتوں اور گناہوں کی عمارت ہر روز  
ہم بناتے تھے مگر آپ گرا دیتے تھے  
رَبَّنَا رَبَّنَا کہہ کر جو صدا دیتے تھے  
مانگتے جتنا تھے ہم، اس سے سوا دیتے تھے  
آبِ رَحْمَتِ سِیِّدِ الْكَوْمِ سے لگی آگ بجھا دیتے تھے  
نفس و شیطان اگر راہ بھلا دیتے تھے  
واہ کیا کہنے کہ کیا لیتے تھے، کیا دیتے تھے  
وَعْدَةُ "قولِ بِلٰی" یاد کرا دیتے تھے  
حوصلہ ہم سے غریبوں کا بڑھا دیتے تھے  
پردہ غیب میں ذات اپنی چھپا دیتے تھے  
ایک ہی حال میں فرصت نہ ذرا دیتے تھے  
سب سے بڑھ کر یہی طالب کو سزا دیتے تھے  
خود ہی پھر بگڑی ہوئی بات بنا دیتے تھے  
خوب بیمارِ حُبِّت کو دوا دیتے تھے  
تُم تو ذرّے میں چمک اپنی دکھا دیتے تھے  
اک اَنَا سے ہی یہ سب قصہ چکا دیتے تھے

اُن دنوں سوز کا عالم تھا یہ اپنا کہ جدھر آہ کرتے تھے۔ اُدھر آگے لگا دیتے تھے  
نالہ نینم ششی اتنا موثر تھا مرا آپ بھی سُن کے کبھی سر کو ہلا دیتے تھے  
دوست تو دوست رقیبوں کو رلاتے تھے ہم اک قیامت ترے کوچہ میں مچا دیتے تھے  
لطف تھا بھوک کا صد نعمتِ رضواں سے فُروں ما حَضْر اپنا مساکیں کو اٹھا دیتے تھے  
جب سے یہ سمجھے کہ مخلوق ہے کُن تیری عیاں  
خدمتِ خَلْق میں سب وقت لگا دیتے تھے

### محبت

کعبہ دل کو سجاتے تھے تَصَوُّر سے ترے اور محبت کا دیا اُس میں جلا دیتے تھے  
”مَسْوَى اللّٰہ“ کے خاشاک سے پھر کر کے صفا قلبِ صافی کو ترا عرش بنا دیتے تھے  
صدقے کر دیتے تھے یہ جانِ حزیں قدموں پر ہر رگ و ریشہ کو سجدے میں گرا دیتے تھے  
پھر خبر کچھ نہیں جاتے تھے کہاں عقل و شعور آپ آتے تھے کہ سب ہوش بھلا دیتے تھے  
اک تجلّی سے مرے ہوش اُڑا دیتے تھے رُخ دکھاتے تھے تو دیوانہ بنا دیتے تھے

جب سمجھ میں نہ کبھی آپ کا آتا تھا کلام راستہ عقدہ کُشائی کا سُجھا دیتے تھے  
گہ بڑھا دیتے تھے دلداری سے اُمید وصال ہجر و فُرْقَت سے گہے مجھ کو ڈرا دیتے تھے  
سخت دُبدے میں مری جان کو رکھتے تھے مُدام اب میں سمجھا سَبَقِ خوف و رجا دیتے تھے  
فاش کر دے نہ کہیں رازِ امانت یہ جہول مہر خاموشی مرے لب پہ لگا دیتے تھے

کیا مزا آپ کو آتا تھا عبادت سے مری؟ کیوں مجھے پچھلے پہر آپ جگا دیتے تھے؟

کیوں مرے منہ سے سنا کرتے تھے اپنی تعریف؟ کیوں مرے دل کو لگن اپنی لگا دیتے تھے؟

لطف کیا تھا کہ پھنساتے تھے مصائب میں ادھر

اور ادھر رعبت تسلیم و رضا دیتے تھے

### عرفان

نورِ عرفان سے مرا سینہ مُنور کر کے پتے پتے میں مجھے اپنا پتا دیتے تھے

مُنْعَلَس ہوتے تھے آئینہ عالم میں تُمہی بُوئے گل میں بھی مہک اپنی سُنْگھا دیتے تھے

سَالِکِ راہِ مَحَبَّت کی تَسْلٰی کے لئے آپ ہر ساز میں آواز سنا دیتے تھے

اس لئے تاکہ غبارِ رَہِ جاناں بن جائیں خاک میں اپنے تئیں ہم بھی ملا دیتے تھے

آہ وزاری میں ہماری یہ کشش تھی پُر زور آپ خود پینگِ مَحَبَّت کے بڑھا دیتے تھے

چُھپ کہاں سلکتا تھا چہرے سے بڑے عشق کا نُور لاکھ ہم اس کو رقیبوں سے چُھپا دیتے تھے

یونہی بڑھتے گئے میدانِ مَحَبَّت میں قدم ہم چلے ایک تو دَس آپ بڑھا دیتے تھے

پھر ہوا وہ جو حریفوں سے سنا تھا ہم نے جس کی پہلے سے خبر اہل صفا دیتے تھے

بند وہ روزنِ دیوارِ ہوا جس میں سے رُخ دکھا دیتے تھے آواز سنا دیتے تھے

بے رُخی یار نے کی - روتے ہو کیا قسمت کو چُھٹ گئے ہم سے جو قسمت کو بنا دیتے تھے

تھا قُصو ر اپنا ہی سب ورنہ وہ جانِ جاناں طالبوں کو نہ کبھی اپنے دَعا دیتے تھے

اب تو دیوارِ حرم تک ہے پھٹکنا مشکل ایک وہ دن تھے مگر پہ نہ دیتے تھے  
 ”حیف در چشمِ زدن صحبت یارِ آخر شد  
 روئے گل سیرِ ندیدیم و بہارِ آخر شد“

### حصہ دوم۔ ہجر

قلبِ تاریک کہاں! لطفِ عبادت کہاں! حسرتِ وصل کہاں! شوقِ ملاقات کہاں!  
 جب سے عصیان کے پھندے میں بھٹنے اپنے قدم یار کی ہم سے رہی پھر وہ مدارت کہاں!  
 بیقراری نے مجھے کر دیا اتنا مدہوش دن کدھر کٹتا ہے معلوم نہیں رات کہاں  
 کس طرح حُسنِ مجازی سے بُجھاؤں یہ آگ قطرہِ شبنم کا کہاں، زور کی برسات کہاں  
 درگہ حضرتِ باری میں رسائی نہ رہی عرضِ حالات کہاں، اور وہ مناجات کہاں  
 مورِ دقہر ہوئے آنکھ میں اُس یار کی ہم اب ہمیں غیروں پہ کچھ فخر و مباحات کہاں  
 کھو دیا اپنے ہی ہاتھوں سے جو تو رباطن ایسے کافر پہ رہے چشمِ عنایات کہاں  
 کیا گئے ہم سے۔ کہ لیتے گئے سب فہم و ذکا اب وہ حالات کہاں اور وہ خیالات کہاں  
 طائرِ وہم بھی تھکتا ہے، یہ وہ دوری ہے ہم کہاں! یار کہاں! رسمِ ملاقات کہاں؟  
 اب تو دن رات بچھی رہتی ہے صفِ ماتم کی دن کہاں عید کے اور شبِ شبِ بارات کہاں  
 مجھ سے کہتے ہیں یہ دربان کہ ”جاتے ہو کدھر راندہ در ہو شرفِ یابِ ملاقات کہاں“  
 اُن کی آنکھوں سے گرے، خلق نے آنکھیں پھیریں اب کسی سے ہمیں اُمیدِ مراعات کہاں  
 دوست ہی کہتے ہیں ”بلعم ہے نکالو اس کو“ جا کے اب دل کے نکالوں میں بخارات کہاں

روزِ روشن میں نکالا جو گیا ہو۔ اُس کو  
 اُن کے جاتے ہی نہ معلوم کہ مجھ میں سے گئے  
 رہ گیا قِشْر فَقْطُ، مَغْزُ ہو سب برباد  
 جب کہ خالق سے ہی مَفْرور ہوا بندہ تو پھر  
 سب تَصْنَع کا یہ رونا ہے غزل میں اب تو  
 وہ خَلِشِ دِل کی کہاں؟ سوزِ نہانی وہ کدھر  
 ہے یہ بے فائدہ سب آہ و فغاں۔ واویلا  
 اتنا لُذبتا دو کہ ملیں گے مجھ کو  
 طَالِبِ کَشْف سے کہہ دو کہ بنے طَالِبِ یار  
 جس سے مخمور رہا کرتے تھے دن رات کبھی  
 دستِ بیعت تو دیا تھا کہ وہ کھینچیں اُوپر  
 اب وہ اعمال کہاں اور وہ بِنِیَات کہاں

ناخَلَفَتْ وہ ہوں کہ اَسْلَاف کو بد نام کیا

ورنہ زَلَّتْ یہ کہاں زُمرۃ سادات کہاں

## ق

بارگاہِ اَحَدِیَّت کو پُکاروں کیونکر  
 اُن کی خدمت میں یہ کہنا ہے جو مل جائیں کبھی  
 ایک درویش کہاں! قاضی حاجات کہاں!  
 وقت پھر ایسا ملے گا مجھے ہیہات کہاں  
 جاؤں اس در سے بھلا قبلہ حاجات کہاں  
 اپنے ہاں سے جو نکالا ہے تو دو یہ تو بتا

مجھ کو دعویٰ ہے کہ یہ تمہاری، ورنہ ذرہ خاک کہاں اور تری ذات کہاں!  
 دوستانِ حالِ دلِ زارِ گلشنِ تاکِ  
 سوختم سوختم - ایں سوزِ نہفتنِ تاکِ

### حصہ سوم - مناجات و دعا

اب تمنا ہے یہی دل میں بلا لے کوئی      آرزو ہے کہ گلے اپنے لگا لے کوئی  
 اب نہ ہے یار نہ دلدار، نہ غمخوار کوئی      اتنی حسرت ہے کہ پھر پاس بٹھالے کوئی  
 ہے کوئی صاحبِ دلِ میری شفاعت جو کرے      میں جگر سوختہ ہوں - میری دعا لے کوئی  
 در پہ آیا ہے یہ توبہ کے لئے ایک فقیر      دو گھڑی بیٹھ کے سُن لے مرے نالے کوئی  
 ہوتی ہے کشتیِ ایماں کوئی دم میں غرقاب      وَرَطَّةٌ مَحْرِضَلَاتٍ سے بچالے کوئی  
 ہے نہ طاقت نہ سکت اور نہ ہمت باقی      اب مناسب ہے یہی مجھ کو سنبھالے کوئی  
 دشتِ فرقت میں بہت آبلہ پائی کر لی      اب بھی شک ہو تو مرے دیکھ لے چھالے کوئی  
 کھینچ کر مجھ کو لیے جاتا ہے نفسِ ظالم      قیدِ زنجیرِ معاصی سے چُھڑالے کوئی  
 شرم سے گرچہ نظر اٹھ نہیں سکتی میری      پر تمنا ہے کہ آنکھوں میں بٹھالے کوئی  
 رتبہ اپنا ہو ملائک سے کہیں بڑھ کے سوا      دامنِ عفو کے نیچے جو چھپالے کوئی  
 ہاتھ میں دل کو لئے پھرتا ہوں اپنے زخمی      کاش کہ پھانس مرے دل کی نکالے کوئی  
 صدقے ہو جاؤں اگر ہاتھ پکڑ کر میرے      اپنے پُرنوں میں مرا سیسِ نوالے کوئی  
 مہر سے اُس کی، سیہ بختی ہو اپنی کافور      زُلف کو گر رُخِ زیبا سے ہٹالے کوئی  
 میں بھی بیٹھا ہوں کسی در پہ با اُمید قبول      پھر غلامِ درِ جانانہ بنا لے کوئی

جس طرح اپنی حضور سے کیا تھا مجبور  
 رحم فرما کے اسی طرح بلا لے کوئی  
 نبض کیوں دیکھ کے گھبرا گیا نادان طبیب  
 دم نہیں نکلے گا جب تک کہ نہ آ لے کوئی  
 جتنا چاہے مجھے مٹی میں ملا دے کوئی  
 پھر نہ کوچے سے مگر اپنے نکالے کوئی  
 جو مخاطب ہیں مرے خود ہیں وہ علامِ غیوب  
 اب مناسب نہیں کچھ منہ سے نکالے کوئی  
 ہے دُعا اپنی یہ درگاہِ خداوندی سے  
 موت تب آئے کہ جب چہرہ دکھالے کوئی

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آ میں باد

یار باز آید و لطفش بہ ہماں آئیں باد

### حصہ چہارم - ملاقات

اے خوشا وقت کہ پھر وصل کا سماں ہے وہی  
 دستِ عاشق ہے وہی یار کا داماں ہے وہی  
 دل کے آئینہ میں عکسِ رُخ جاناں ہے وہی  
 مَر دُمِ پُشتم میں نقشِ شہِ خُوباں سے وہی  
 ہو گئی دُور غمِ ہجر کی گُلفت ساری  
 شکر صد شکر کہ اللہ کا احساں ہے وہی  
 مُزدہ اے جان و دل! پھر وہی ساقی آیا  
 مے وہی بزم وہی ساغرِ گرداں ہے وہی  
 مل گئے طالب و مطلوب گلے آپس میں  
 رِبِّ مُحسن ہے وہی بندۂ احساں ہے وہی  
 پھر وہی جنتِ فردوس ہے حاصلِ مجھ کو  
 نخلِ ایماں ہے وہی پُشمہِ عرفاں ہے وہی  
 ذرے ذرے میں مرے رچ گیا دلدارِ ازل  
 ذکر میں لب پہ وہی فکر میں پُشہاں ہے وہی  
 آتشِ عشق و محبت کا وہی زور ہے پھر  
 دیکھئے کیا ہو کہ اب ایک ہوئے ہیں دونوں  
 قلب بریاں ہے وہی دیدہ گریاں ہے وہی  
 چاکِ داماں ہے وہی چاکِ گریباں ہے وہی  
 پھر اسی تیغِ نظر سے یہ جگر ہے گھائل  
 طائرِ دل کے لئے ناوکِ موگاں ہے وہی

روئے تاباں کو مرے یار کے دیکھے تو کوئی  
مسکراہٹ ہے وہی چہرہ ننداں ہے وہی  
وسیلہ درگاہ الہی

دوستو! مژدہ کہ اکِ خضرِ طریقت کے طفیل پھر مرے دل میں رواں چشمہ حیواں ہے وہی  
اس وسیلہ کے سوا وصل کی صورت ہی نہ تھی قاصدِ بارگہ حضرت ذیثاں ہے وہی  
میرا کیا منہ ہے کہ تعریف کروں اُس کی بیاں مہدی وقت ہے وہ، عیسیٰ دَوراں ہے وہی  
اُس کے ملنے سے ہمیں شاہدِ گم گشتہ ملا  
آستانے کا شہِ حُسن کے دَرباں ہے وہی

حمد ذات باری تعالیٰ

میرا محبوب ہے وہ جانِ جہانِ عشاق اُس سے جو دُور رہا قالب بے جاں ہے وہی  
عالم کون و مکاں نُور سے اُس کے روشن نغمہ ساز وہی، بوئے گلستاں ہے وہی  
ذرے ذرے میں کششِ عشق کی جس نے رکھی مالکِ جسم وہی، رُوح کا سُلطاں ہے وہی  
رنگ سے اُس کے ہے نیرنگی عالم کا ظہور گرمی و رَؤقِ بازارِ حَسیناں ہے وہی  
دل جو انساں کو دیا، دردِ محبتِ دل کو قبلہِ دل ہے وہی درد کا درماں ہے وہی  
جس نے آواز سُنی - ہو گیا اُس کا شیدا دیکھ لے جلوہ تو سَو جان سے قُرباں ہے وہی  
خود تو جو کچھ ہے سو ہے، نام بھی اُس کے پیارے حی و قیوم و صمد - ہادی و رحماں ہے وہی  
عشق میں جس کے رَقاہت نہیں وہ یار ہے یہ جس پہ دن دیکھے مریں لوگ یہ جاناں ہے وہی  
لاکھ خوشیاں ہوں مگر خاک ہیں بے وصلِ نگار قُرب حاصل ہے جسے حُرم و شاداں ہے وہی

حُبِّ دُنْيَا بھي نہ ہو خواہشِ عَشْقِي بھي نہ ہو  
 جُزْ خُدا کچھ بھي نہ ہو طالِبِ جاناں ہے وہي  
 ٹھوکر سے بچو

نفسِ امارہ جسے کہتے ہیں اَزْ بابِ نَظَرِ رَاہِ اُلْفَتِ ميں بس اِکْ خَارِ مُغِيلاں ہے وہي  
 جس سے يہ رُہزنِ وَسَقَاکِ بھي مَغْلُوبِ نہ ہو يارِ کي رَاہِ سے گم گشتہ و حيراں<sup>۱</sup> ہے وہي

دعا

اب تو دِلِ ميں ہے فَقَطْ اِیکِ تَمَنَّا باقی آرزو صرف وہي خواہشِ وَازْماں ہے وہي  
 درگہِ قُدْسِ سے قائم رہے رِشْتہ اپنا ليکن اس کا بھي اَگر ہے۔ تو نگہباں ہے وہي  
 تَشْنِہُ جَامِ مَحَبَّتِ کي دُعا ہے اس سے ساقی، ميکدہ، محفلِ مَشْتاں ہے وہي

ق

آپ ديتے نہ تھکيں اور ميں پيتے نہ تھکوں ميرے شايان ہے يہي آپ کے شايان ہے وہي  
 ہاتھ پکڑا ہے تو اب چھوڑ نہ دينا لَئِنَّ مدتوں دُور رہا جو يہ پشيمان ہے وہي  
 سچ تو يہ ہے کہ سبھي ميری خطا تھی ورنہ اپنے بندوں پہ کرم آپ کا ہر آں ہے وہي  
 ہم تو کمزور ہیں پر آپ ميں سب طاقت ہے جو بھي مشکل ہے ہمیں آپ کو آساں ہے وہي

لِلّٰهِ الْحَمْدُ مِيانِ مَنْ وَاوُصَلِحُ فِتَادِ

حوریاں رقص کنناں ساغرِ شکرانہ زَدند

(مطبوعہ رسالہ رفیق حیات جلد 4 نمبر 3 بابت مارچ 1921ء صفحہ 5 و 10)

## دعائے وصل

عرض یوں کرتا ہے محبوبِ ازل سے خاکسار  
 جو بھی خوبی ہے جہاں میں سب تمہارا فیض ہے  
 اک نظرِ فضل و کرم کی اس طرف بھی پھیر دو  
 اے مرے سورج! دکھا دو پھر اسی انداز سے  
 پھر خرامِ ناز سے دتے و ہی جلوہ دکھا  
 اُس شب تاریک پر صد مہر و مہ قمرِ باں کروں  
 آئینہ حائل تھا مجھ میں اور رُخِ دلدار میں  
 لے مرے دلبر مرے جاناں، مرے دل کے سرور  
 گشتہٴ حسن و ادا و ناز پر ہو اک نظر  
 زندگی میں تو ترستا رہ گیا آغوش کو  
 چادرِ مہر و مروت میں اسے دتے لپیٹ  
 ایک نَفخِ رُوح کر کے اُس کو پھر زندہ کریں  
 اور بسر یہ زندگی ہو از پئے رضوانِ یار

وصل کی گھڑیاں میسر ہوں ہمیں ہر روز و شب

دور ہوں فضلوں سے تیرے ہجر کی شب ہائے تار

آمین

(1921ء)

1 ایک کشف کی طرف اشارہ ہے جو الفضل 3 نومبر 1936ء میں شائع ہوا۔

# تودیع حضرت خلیفۃ المسیح ثانی بر موقع سفر یورپ

از جانب اہل قادیان دارالامان

اے شہِ لولاک کے لُحْتِ جگر! اور ہماری آنکھ کے نورِ نظر  
 اے کہ تم ہو جان و دلِ روحِ رواں چھوڑ کر ہم کو چلے ہو خود کدھر  
 ہم نہیں واقفِ فراقِ یار سے ہجر کے دن کس طرح ہوں گے بسر  
 دلِ پھٹے جاتے ہیں سب احباب کے دیکھ کر تیاری رَحْتِ سفر  
 حال اپنا کیا بتائیں آپ کو کیا دکھائیں کھول کر قلب و جگر  
 کاش خاموشی ذرا ہوتی فصیح کاش رکھتیں کچھ اثرِ پشیمانِ تر  
 کاش سوزِ اندروں دیتا دھواں کاش دُودِ آہ آ سکتا نظر  
 کاش آدم زاد ہوتا غیبِ داں کاش دل کو دل کی کچھ ہوتی خبر  
 کاش ہوتے ہجر کے درد آشنا وصل میں جن کی کٹی شام و سحر

آہ کیا جانیں وہ حالِ عاشقی

شانِ محبوبی میں جن کی ہو بسر

لیک مرضی حق کی جب دیکھی یہی کر لیا ہم نے بھی پتھر کا جگر  
 آپ کے دل پر بھی ہے فرمائیے کیا جدائی کا ہماری کچھ اثر؟

سروِ سیمینا! بدریا مے روی

نیک بے مہری! کہ بے مامے روی

سلسلے کے پیشرو، مرکز کی جاں جانشین مہدیٰ آخر زماں  
 جارہے ہیں سوئے یورپ اس لئے تاکہ پورے ہوں مسیحا کے نشان  
 منبر لندن پہ پکڑیں کچھ طیور اور منارِ مشرقی پر دیں اذماں  
 مشرق و مغرب کو کر دیں مُتَّحِدِ اَسْوَد و اَحْمَر کو کر دیں ایک جاں  
 مُنْضَبَطِ تَبْلِغِ کا کر دیں نظام تا نہ ہو محنت ہماری رائیگاں  
 کچھ کریں لینے کا ان کے بندوبست زار کا سوٹا - بَخارا کی کماں  
 کَبْذا اے اہلِ یورپ کَبْذا میزباں آتا ہے بن کر میہماں  
 تَشْنہ آتا ہے کوئیں کے پاس خود یاں پیاسے پاس جاتا ہے کٹواں  
 تیرے جذبِ حق سے اے فضلِ عمر ایک دنیا آ رہی ہے قادیاں  
 اے تماشا گاہِ عالمِ روئے تُو عالمِ روئے تُو  
 تو گجا بہر تماشا مے رَوی

فی امانِ اللہ اے پیارے امام حَبْکَ اللہ اسے شہِ والا مقام  
 تَشْنہ لَب ہیں اہلِ مغرب دین کے مَعْرِفَت کا جا پلاؤ اُن کو جام  
 اُٹھو اُٹھو اے بنی فارس! اُٹھو کام یہ ہو گا تُم ہی سے اِنْصِرام  
 گاڑ دو جا کر عَلَمِ توحید کا قصرِ تَشْلِیْش کا کر کے اِنْہِدام  
 حق تعالیٰ کی حِفْاظت ساتھ ہو اور ملائک کا رہے سایہ مُدام  
 نصرتیں اللہ کی ہوں ہم رِکاب اور زیادہ ہو عُرُوج و اِحْتِرام  
 بحر و بر کے ہر سفر میں آپ کے خَضْرُ راہ ہوں حضرتِ خَیْرِ الْاِنَامِ

ہو دعائیں احمدِ مرسل کی ساتھ استجابت کا جنہیں وعدہ تھا عام  
 کامیابی ہر جگہ ہو ہم قریں عافیث سے ہو سفر کا اختتام  
 کر دیا اللہ کے تم کو سپرد  
 ہو وہی حافظ تمہارا - والسلام

.....

ہم سفر احباب پر ہوں رحمتیں دست و بازو ہیں جوشہ کے لاکلام  
 کر لیا کرنا کبھی ہم کو بھی یاد ہیں پرانے ہم بھی اُس در کے غلام  
 کچھ توجہ خاص ہو خدام پر  
 اور دعا کا بھی رہے کچھ التزام

.....

اپنی حالت ہے دگرگوں آج کل ہے ہجومِ غم کا دل پر اثر دہام  
 گو حیا سے منہ پہ کچھ لائیں نہ ہم پر نہیں اس بات میں ذرہ کلام  
 دیدہٴ عشاق و دل ہمراہِ تُست  
 تا نہ پنداری کہ تنہائے روی

سفرِ یورپ کی روانگی کے موقع پر 12 جولائی 1924ء کو جبکہ بیتِ اقصیٰ میں ایک  
 کثیر مجمع کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور آپ کے رفقاء سفر کا فوٹو لیا گیا۔ یہ  
 نظم اُس وقت حضور کے روبرو سنائی گئی تھی۔ اور 15 جولائی 1924ء کے الفضل  
 میں شائع ہوئی۔

## خلاصہ خطبہ عید الاضحیٰ

1924ء میں جبکہ حضور خلیفۃ المسیح ولایت تشریف لئے گئے تھے تو قادیان

میں عید الاضحیٰ کا خطبہ حضرت مولوی شیر علی صاحب نے پڑھا تھا۔ یہ اشعار اُس خطبے کے ہیں جو میر صاحب نے بطور خطبہ کے خلاصہ کے تحریر فرمائے تھے۔

ایکہ داری عزمِ تائیداتِ دیں یاد رکھ اس بات کو تو بالیقین  
 کوئی قربانی بجز تقویٰ نہیں اور بلا قربانی کچھ ملتا نہیں  
 بے محبت جملہ قربانی فضول منقہ کی صرف ہوتی ہے قبول  
 امتحانِ عشق ہیں قربانیاں پر وہی جن میں ہو تقویٰ کا نشان  
 متقی اللہ کا محبوب ہے اس کا تھوڑا بھی بہت مرغوب ہے  
 ہر عمل میں اپنے اے جانِ پدر لَنْ يَسْأَلَ اللّٰهَ پر رکھو نظر  
 گوشت کا اور خون کا ہے کام کیا یاں تو بس تقویٰ سے حاصل ہو رضا  
 تو وفا کو سیکھ ابراہیم سے جس نے بیٹا رکھ دیا خنجر تلے  
 عشق کے کوچے کا ہے پہلا سوال ”لایئنا موس وعزت جان و مال“  
 گر ذرا بھی ہو تاملن سے جواب مدعی کا ہو گیا خانہ خراب  
 عشق و تقویٰ کا نہ تھا باقی نشان لائے اُن کو احمد آخر زماں  
 گر تجھے ہے چاشنی اس راہ کی داخلِ حزنِ خدا ہو جا ابھی  
 چاہتا ہے قرب گر، قربان ہو تاکہ تو حیوان سے انسان ہو

چند چند از حکمتِ یونانیاں؟

حکمتِ ایمانیاں را ہم بخواں

(الفضل 31/ جولائی 1924ء)

## منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی اپنایانِ حُسنِ طبیعت نہیں مجھے

جامِ جہاں نُما ہے شہنشاہ کا ضمیر نام اور پتا بتانے کی حاجت نہیں مجھے

میرے مُرشد نے سب مجلسِ احباب اک دن  
”اس کی باتوں سے ٹپکتی ہے محبت ایسی ہم سمجھتے ہیں کہ ہے آدمی یہ بھی اچھا“

میں بھی سُنتا تھا کہیں پاس کھڑا یہ تقریر  
دل کو دیکھا تو نہ تھی اس میں ذرا بھی گرمی  
کیا بتاؤں جو مرا حالِ ندامت سے ہوا  
ایک رتی بھی محبت جو ہو، حاشا کلا  
سہاے خانے تھے بھرے کُفر سے اور عصیاں سے  
کوئی تقویٰ نہ تھا، اخلاص نہ تھا، نُور نہ تھا

مجھ کو خود اپنے سے آنے لگی عار اور نفرت  
آہ! کرتا رہا میں کیسی مَلَمَعِ سازی  
دیکھ کر ظاہر و باطن کو خراب اور گندا  
چِنس کھوٹی تھی جسے کر کے دکھایا اچھا

تو نے دھوکا بھی کیا جا کے تو مُرشد سے کیا؟  
نفسِ امارہ مرے تو نے یہ اچھا نہ کیا  
تجھ پہ افسوس ہے اے نفسِ دنی و ظالم  
یہ ترا مکر، یہ تلبیس، خدا خیر کرے

اب مناسب ہے کہ کر دے تو ابھی گوش گزار  
اپنی تاریکی باطن پہ ہوں میں آپ گواہ  
پاس پھٹکیں نہ مرے دوست بھی گھن کے مارے  
رَبِّتِ و خُلُقِ و عَمَلِ اور یقین و ایماں  
کاتبِ قول و عمل ہیں جو فرشتے، وہ بھی  
حسنِ ظنی کا لیا آپ نے لا ریبِ ثواب  
چین دن کو ہے مجھے اور نہ شب کو آرام  
ہے یہ آدابِ ارادت کے مُخالف بالکل  
سَيِّدِي اَنْتَ حَبِيبِي و طَيِّبِ قَلْبِي

اے مرے مُرشدِ کامل، اے مرے راہ نما  
نیکِ ظنی کو مُبَدِّل نہ حقیقت کر دے  
ماسوی اللہ سے کر دے مرا سینہ خالی  
معرفتِ دل کو ملے رُوح کو نورِ ایماں  
کرمِ خاکی کو اگر چاہے تو انساں کر دے  
مُسْتَحَقِّ گرچہ نہ ہوں لطف و کرم کا، لیکن  
آپ کو حق کی قسم، کیجئے حق سے یہ دُعا  
لاج رکھتا ہے پیاروں کے کہے کی مولا  
حُبِّ دنیا کو مرے نفس پہ کر دے ٹھنڈا  
ذرے ذرے میں مرے عشقِ رچا دے اپنا  
میرا مولیٰ مری بگڑی کا بنانے والا  
کچھ بھی ہوں، کوئی بھی ہوں، ہوں تو اُسی کا بندہ

حشر میرا شہِ خوباں کی رفاقت میں ہو اور دائم رہے اس ہاتھ میں دامن اُن کا  
 مابدیں مقصدِ عالی نتوا نیم رسید  
 ہاں مگر لطفِ شما پیش نہد گامے چند  
 (مطبوعہ الفضل 14/ اگست 1924ء)

## نعمت اللہ نے دکھلا دیا قرباں ہو کر

برموقعہ شہادت مولوی نعمت اللہ خان جو احمدی ہونے کی وجہ سے 31/ اگست 1924ء کو کابل میں سنگسار کئے گئے۔

زندہ عشق ہوئے داخلِ زنداں ہو کر      قُربِ دلدار ملا یار پہ قُرباں ہو کر  
 سنگ ساری نے کیا حسنِ دوبالا تیرا      خوب تر ہو گئی یہ زُلف پریشاں ہو کر  
 کشتِ اسلام کو سینچا ہے لہو سے اپنے      تو نے خمورِ خم بادۂ عرفاں ہو کر  
 دیکھنا! کُشتہِ محبوب چلا مُشکل کو      پانچو لالاں، بسرِ شوقِ خراماں ہو کر  
 سنگ باری سے ترا نُورِ نُجھایا نہ گیا      ذرہ ذرہ چمک اٹھا خورتاباں ہو کر  
 حرف آنے نہ دیا صدق و وفا پر اپنے      جورِ اعداء کا سہا خُرم و خنداں ہو کر  
 مذہبِ عشق کی دنیا سے زرا لی ہیں رُسوم      زندگی ملتی ہے اس راہ میں بے جاں ہو کر  
 سُرخرو و دنو جہانوں میں ہوئے تم؛ واللہ      داخلِ میکدہِ بزمِ شہیداں ہو کر  
 لوگ کہتے تھے رہِ قُربِ الہی کیا ہے؟      نعمت اللہ نے بتلا دیا قُرباں ہو کر

وائے بر حالِ تو اے شاہِ امان اللہ خاں جس نے یہ رَحم کیا تابعِ شیطان ہو کر  
 حق بھی مٹتا ہے تعَدّی سے کہیں اے ظالم خود ہی مٹ جائے گا تو دستِ دگر بیاں ہو کر  
 تو نے کہلا کے مسلمان وہ غدّاری کی! رہ گئے گبر بھی اَنکشتِ بدنداں ہو کر  
 ہرگز اس جُزبِ الہی سے نہ رکھنا اُمید ترک کر دیں گے یہ تبلیغِ ہر اسماں ہو کر  
 سالکِ راہِ مَحَبّت سے یہ ممکن ہی نہیں جان دینے سے ڈرے، عاشقِ جاناں ہو کر  
 آرہی ہے یہ ہمیں خونِ شہیداں کی صدا ”آئے امدادِ خدا ہمتِ ۲ مرداں ہو کر“

وہ بھی دن آتے ہیں جب ڈھونڈیں گے شاہانِ جہاں  
 برکتیں رَحمتِ میسا سے مسلمان ہو کر ۳

(الفضل 28 ستمبر 1924ء)

1 ظلم کی سزا امان اللہ کو بہت سخت ملی۔ اُس کو سلطنت چھوڑ کر بحالِ تباہ افغانستان سے  
 نکلنا پڑا۔ اور ایک لمبا عرصہ اٹلی میں گمنامی اور لاچارگی و بے کسی کی حالت میں گزار کر  
 3/ اپریل 1960ء کو مر گیا۔ (محمد اسماعیل پانی پتی)  
 2 یعنی ہمارے قائم مقام رضا کار پیدا ہوں۔

3 حضرت مسیح موعودؑ کی یہ پیش گوئی کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں  
 گے۔ نہایت شان سے پہلی مرتبہ اس وقت پوری ہوئی جب ہذا پیکسپلینسی ایف-ایم  
 سنگھٹے گورنر جنرل گمبیا مغربی افریقہ نے 1966ء میں حضرت خلیفۃ المسیح ثالثؑ کی  
 خدمت میں درخواست بھیجی کہ مجھے حضرت مسیح موعودؑ کا کوئی کپڑا تبرکاً مرحمت  
 فرمائیں۔ حضرت صاحب نے یہ درخواست قبول فرمائی اور حضرت اقدس کے کپڑے  
 کا ایک ٹکڑا انہیں بھیج دیا۔ مفصل حالات رسالہ تحریک جدید ربوہ ماہ نومبر 1969ء میں  
 ملاحظہ فرمائیں۔ (محمد اسماعیل پانی پتی)

## مجھ کو کیا بیعت سے حاصل ہو گیا؟

جب سے میں بیعت میں داخل ہو گیا  
 اک سپاہی بن گیا اسلام کا  
 توڑ ڈالے بتدے کے سب صنم  
 اک نظر ترچھی پڑی صیاد کی  
 ہو گئی آنکھوں میں یہ دنیا ذلیل  
 مال اور املاک وقف دیں ہوئے  
 جہل کی تاریکیوں میں تھا اسیر  
 پہلے منکر دین کا تھا، اور اب  
 ہر عمل میں روح تقویٰ مستتر  
 کیا عجب اس سلسلہ کا حال ہے  
 پہلے ڈر جاتا تھا ابجد خوان سے  
 تھا کبھی جو تارکِ فرض و سنن  
 کُشتیۂ لذاتِ دنیا العجب  
 ہو گیا شیطان مجھ سے ناامید  
 زمزمہ اپنا پئے تبلیغِ حق  
 تارکِ جملہ رذائل ہو گیا  
 کفر سے لڑنے کے قابل ہو گیا  
 جب سے ان مٹھاگاں کا گھائل ہو گیا  
 طائرِ دل نیمِ بسمل ہو گیا  
 اور مقدمِ دینِ کامل ہو گیا  
 شوقِ جاہ و مال زائل ہو گیا  
 احمدی ہوتے ہی فاضل ہو گیا  
 قابلِ جملہ مسائل ہو گیا  
 ہر عقیدہ با دلائل ہو گیا  
 کل کا جاہل آج عاقل ہو گیا  
 اب میں 'مولانا' کے قابل ہو گیا  
 اب وہ پابندِ نوافل ہو گیا  
 نفسِ امارہ کا قاتل ہو گیا  
 سحر اس کافر کا باطل ہو گیا  
 باعثِ رشکِ عنادل ہو گیا

اس قدر میں حق میں واصل ہو گیا  
 مجھ سا نالائق بھی قابل ہو گیا  
 جامعِ حُسن و فضائل ہو گیا  
 کورِ دل تھا - صاحبِ دل ہو گیا  
 قلبِ مُظلم شمعِ محفل ہو گیا  
 جب سے فیضِ شیخِ کامل ہو گیا  
 یارِ بنِ اک لحظہ مشکل ہو گیا  
 فضلِ ربّی جب سے شامل ہو گیا  
 ہر رگ و ریشے میں داخل ہو گیا  
 پردہ اٹھا - گھر میں داخل ہو گیا  
 کیا کہوں کیا مجھ کو حاصل ہو گیا  
 مہبطِ انوارِ آئل ہو گیا  
 اب تو گناہ ان کا مشکل ہو گیا  
 خُلدِ دنیا ہی میں حاصل ہو گیا  
 کیا ہوا کیوں حق سے بے دل ہو گیا  
 جب ظہورِ بدرِ کامل ہو گیا

جنگ ہے باطل سے میری ہر گھڑی  
 ہو کے خُمورِ مئے حُسنِ ازل  
 عادت و اخلاقِ دلکش ہو گئے  
 نورِ عرفاں ہو گیا مجھ کو نصیب  
 طاعت و اخلاص و استغفار سے  
 ہو گیا مشہود جو مسموع تھا  
 لذتِ طاعات میں رہتا ہوں محو  
 اب دعائیں بھی لگیں ہونے قبول  
 حُبِ قرآن عشقِ ختمِ اُمّ السلین  
 دوست سے باتیں بھی کچھ ہونے لگیں  
 رنگ مجھ پر چڑھ گیا دلدار کا  
 مظہرِ اخلاقِ یزداں بن گیا  
 دوستو! کیا کیا بتاؤں نعمتیں  
 ہے ترقی ہر گھڑی انعام میں  
 اے عدو! تو بھی تو ان فضلوں کو دیکھ  
 اب بھی کیا کچھ شک کی گنجائش رہی  
 (1) آئل بمعنی روح القدس - جبریل

خاتمہ پانچیر کر دے اب خدا راستہ سیدھا تو حاصل ہو گیا

”اے خدا! اے طالبانِ راہِ نما

ایکہ مہر تُو حیاتِ رُوحِ ما

برِ رضائے خویشِ گُنِ انجامِ ما

تا برآید در دو عالمِ کامِ ما“

آمین

(الفضل 11 اکتوبر 1924ء)

.....

## محبت کا ایک آنسو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ قیامت کے دن سات قسم کے آدمی عرش کے سایہ میں ہوں گے۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہوگا جس کے متعلق آنحضرت فرماتے ہیں۔ کہ رَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ۔ ”یہ پرکیرف نظم اسی تنہائی کے آنسو کی تعریف میں لکھی گئی ہے۔

ہزار علم و عمل سے ہے بالیقین بہتر وہ ایک اشکِ محبت جو آنکھ سے پڑکا  
خارجِ حُسن میں ہر جنس سے گراں مایہ نڈورِ عشق میں کیا خوب گوہر یکتا  
خلاصہ ہمہ عالم ہے قلبِ مومِن کا خلاصہ دلِ مومِن یہ اشک کا قطرہ  
نہ اِنفعال، نہ حسرت، نہ خوف و غم باعث وہ ایک اور ہی منبع ہے جس سے یہ نکلا  
نہ اس کے راز کو دو کے سوا کوئی جانے نہ یہ کسی کو خبر کب بنا۔ کہاں ڈھلکا  
جو جھلکے آنکھ میں تو مست و بے خبر کر دے گرے تو لیویں ملائک اُسے لپک کے اٹھا  
نہیں زمانہ میں اس سا کوئی فصیح و بلیغ جو دل کا حال ہو دلبر سے اس طرح کہتا  
عرق ہے خونِ دلِ عاشقاں کا یہ آنسو یہی ہے نارِ محبت سے جو کشید ہوا  
یہ تحفہ وہ ہے جو خالص خدا کی خاطر ہے نہیں ہے اس میں ریا اور نفاق کا شعبہ  
پناہ تیزیِ خورشیدِ روزِ محشر ہے ملے گا اشک کی برکت سے عرش کا سایہ  
جو ”عینِ جاریہ“ درکار ہے اے زاہدِ خشک تو ”عینِ جاریہ“ اپنی بھی کچھ بہا کے دکھا

میں کیا سرِ شکِ محبت تری کروں تعریف

کہ ذاتِ باری نے خود تجھ کو دوست فرمایا

(الفضل 23 اکتوبر 1924ء)

## عاقبت کی کچھ کرو تیا ریاں

چل رہی ہیں زندگی پر آریاں      ہو رہی ہیں موت کی تیا ریاں  
 اَتقیا اور اشقیا سب چل بسے      اپنی اپنی یاں بھگت کر باریاں  
 خاتمہ کا فکر کر لے اے مریض      پیشرو ہیں مرگ کی بیماریاں  
 جب فرشتہ موت کا گھر میں گھسا      ہو گئیں بے سود آہ و زاریاں  
 زندگی تک کے ہیں یہ سب جاں نثار      سانس چلنے تک کی ہیں سب یاریاں  
 جیتے جی جتنا کوئی چاہے بنے      بعد مُزدن ختم ہیں عیاریاں  
 کُشر میں پُرسش ہے بس اَعْمال کی      کام آئیں گی نہ رشتہ داریاں  
 کس نشے میں جھومتا پھرتا ہے تو      رنگ لائیں گی یہ سب مے خوریاں  
 کھینچ کر لے جائیں گی سوئے سَقَر      نفسِ اَمارہ کی بد کرداریاں  
 طائرِ جاں جب قفس سے اُڑ گیا      ساتھ ہی اُڑ جائیں گی طرّاریاں  
 چاہئے فکرِ حسابِ آخِرت      عاقبت کی کچھ کرو تیا ریاں  
 ہے یہ دنیا دشمنِ ایمان و دین      یاد ہیں اس کو بہت مگاریاں  
 جب تلک باطن نہ تیرا پاک ہو      کام کیا آئیں گی ظاہر داریاں  
 کچھ کما لے نیکیاں اے جانِ مَن      تا نہ ہوں اگلے جہاں میں خوریاں  
 کچھ اٹھا دے دل سے غفلت کے حجاب      کچھ دکھا دے کر کے شبِ بیداریاں

کچھ عملِ اِخْلَاصِ كے دَرَكَارِ هِيں هُو چكِيں بے حَدِ مُلَمَّحِ كَارِيَاں  
 تَجھ كُو مُسْلِمِ پائے جَب آئے اَجَلِ هِيں اِسى ميں جَمْلَه بَرخُور دَارِيَاں  
 خَاك ميں مَلْنِے سَے پَهْلَے خَاكِ هُو رُوكتِي نِيكِي سَے هِيں خُود دَارِيَاں  
 خَدْمَتِ اِسْلَامِ ميں خُود كُو لِگَا چھُوڑ دَے لِلّٰہِ اَب بِيكَارِيَاں  
 خَادِمِ دِيْنِ مَتِيں ضَايِعِ نَه هُو اِيسِي خَدْمَتِ سَے مَلِيں سَر دَارِيَاں  
 كَر تَوَجُّه عَادَتِ وَ اَخْلَاقِ پَر تَرْك كَر دَے سَخْتِيَاں، خُوخُورِيَاں  
 رِفْقِ كُو اِپْنَا بِنَا لَے تُو رِفْقِ چھُوڑ دَے خَلْقَتِ كِي دِلِ آزارِيَاں  
 رُوحِ كُو كَر دَے مُبَادَا تُو هَلَاكِ كَر تَے كَر تَے تَن كِي خَاطِر دَارِيَاں  
 هَم نَشِيں اُن كَا نَه هُوگَا نَامُرَادِ صَادِقُوں سَے كَچھ لِگَا لَے يَارِيَاں  
 هُوں بَدِي سَے پَاكِ بِيْتِ اُور عَمَلِ خُود بَخُودِ صَادِرِ هُوں نِيكُو كَارِيَاں  
 چَاھتا هَے گَر اَبَدِ كِي زَنْدَگِي كَر فَنَّا كَے واسطَے بِيْتَارِيَاں  
 يَارِ كَے كُوچَے كِي هُو جَا خَاكِ رَاہِ اُس كِي چُوكھِٹِ پَر هُوں آهِ وَ زَارِيَاں  
 كَر قَبُولِ اِپْنِے لَئِے دِيوانَه پِن چھُوڑ كَر چَالَاكِيَاں، هُشِيَارِيَاں  
 دِلِ سَے رَاضِيِ هُو هَرَاكِ ذَلَّتِ پَه تُو هُوں نَه تَجھ كُو عَارِ خَدْمَتِ گَارِيَاں  
 جَاہِ اُور اَوْلَادِ وَ عَزَّتِ - جَانِ وَ مَالِ تُوڑ دَے اِن سَے تَعَلُّقِ دَارِيَاں  
 آتِشِ دُوزخِ هُوئِي اُس پَر حَرَامِ عَشَقِ كِي جِس دِلِ ميں هُوں چَرَنگَارِيَاں  
 رَنگِ ميں اَحْمَدُ كَے هُو رَنگِيں تُو اُور دِكْھَا اُس قِسْمِ كِي گُلْكَارِيَاں

تب کہیں جا کر وہ محبوبِ اَزَلِ خاکساروں کی کریں وِلداریاں  
 جَبَّتیی ہو جائے تیری زندگی جب وہی کرنے لگیں غم خواریاں  
 موت کا دن پھر بنے یومِ التَّلَاقِ<sup>1</sup> اور جنازہ وصل کی تیاریاں

بے عِنایاتِ خدا کارست خام

پنختہ داند ایں سخنِ را والسلام

(ریویو آف ریپنچرز نومبر 1924ء)

## خیر مقدم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

برموقع واپسی از سفر یورپ

جب 24/ دسمبر 1924ء دو شنبہ کے روز حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سفر

یورپ سے نہایت کامیابی کے ساتھ واپس قادیان میں تشریف لائے تو بعد نماز عصر ایک عظیم الشان مجمع کی موجودگی میں بیت اقصیٰ کے اندر اہل قادیان کی طرف سے حضور کی خدمت میں ایک ایڈریس پیش کیا گیا۔ یہ نظم اسی موقع کے لئے کہی گئی تھی۔ اور سید عبدالغفور ابن میر مہدی حسن صاحب نے ایڈریس کے پیش ہونے سے پہلے نہایت خوش الحانی کے ساتھ حاضرین کو پڑھ کر سنائی تھی۔ (محمد اسماعیل پانی پتی)

شکر صد شکر! جماعت کا امام آتا ہے      للہ الحمد! کہ بانیل مرام آتا ہے  
زیب دستار کیے فتح و ظفر کا سہرا      ولیم کنکر اور فاتح شام آتا ہے  
مغرب الشمس کے ملکوں کو مؤثر کر کے      اپنے مرکز کی طرف ماہ تمام آتا ہے  
پاس مینار دمشق کے بصد جاہ و جلال      ہو کے نازل یہ مسیحا کا غلام آتا ہے  
مرحبا! ہو گئی لندن میں وہ (بیت) تعمیر      جس کی دیوار پہ محمود کا نام آتا ہے  
سچ بتانا تم ہی اے مدعیانِ ایماں      کون ہے آج جو اسلام کے کام آتا ہے

1 William Conqueror ولیم اول جس نے انگلستان کو فتح کیا تھا۔

1 غلام یعنی پسر

عظمتِ سلسلہ قائم ہوئی اس کے دم سے خوب پہنچانا اُسے حق کا پیام آتا ہے  
 آج سورج نکل آیا یہ کدھر مغرب سے ہم سمجھتے تھے کہ مشرق سے مُدام آتا ہے

مُودہ اے دل کہ مسیحا نفسے می آید  
 کہ زِ انفاسِ خوشش بوئے کسے می آید

اے خوشاوقت کہ پھر وصل کا سماں ہے وہی دستِ عاشق ہے وہی یار کا داماں ہے وہی  
 ہو گئی دُور غمِ ہجر کی کُلْفَت ساری لِلّٰہِ الحمد کہ اللہ کا احساں ہے وہی  
 پھر مرے بادہ گسارو! وہی ساقی آیا مے وہی جامِ وہی محفلِ رِنداں ہے وہی  
 کارِ سرکار کیا خواب و خورش کر کے حرام دیکھ لو پھر بھی بہارِ رُخِ تاباں ہے وہی  
 سامنے بیٹھے ہیں اس بزم کے میخوار قدیم بیعتِ دل ہے وہی قلب میں ایماں ہے وہی  
 قادیاں! تجھ کو مبارک ہو وُرُودِ محمود دیکھ لے! دیکھ لے! شانہشہ خُوباں ہے وہی  
 آج رونق ہے عجب کوچہ و برزن میں ترے بادہ خواروں کے لئے عیش کا سماں ہے وہی  
 رشکِ تجھ پر نہ کرے چرخِ چہارم کیونکر طُورِ سَینا پہ ترے جلوہٴ فاراں ہے وہی  
 آمدِ فخرِ رُسلِ حضرت احمد کا نُزول دونوں آئینوں میں عکسِ رُخِ جاناں ہے وہی

زآتشِ وادیِ ایمن نہ منم خرم و بس  
 موسیٰ ایں جا باُمیدِ قبسے می آید

آپ وہ ہیں جنہیں سب راہ نما کہتے ہیں اہلِ دل کہتے ہیں اور اہلِ دعا کہتے ہیں  
 آپ کو حق نے کہا ”سختِ ذکی“ اور ”فہیم“ ”معظہرِ حق وعلیٰ - ظَلَّ خدَا“ کہتے ہیں

(1) ”فخرِ رُسل“ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا الہامی نام ہے۔

رستگاری کا سبب آپ ہیں تو موموں کیلئے ہر مصیبت کی تمہیں لوگ دوا کہتے ہیں  
 آپ وہ ہیں کہ جنہیں ”فخرِ رسل“ کا ہے خطاب دیکھنے والے جب ہی صلِّ علی کہتے ہیں  
 استجابت کے کرشمے ہوئے مشہور جہاں آپ کے دَر کو دَرِ فیض و عطا کہتے ہیں  
 کوئی آتا ہے یہاں سائلِ دُنیا بن کر مطلب اپنا وہ زَر و مال و غنا کہتے ہیں  
 رِزق اور عزّت و اولاد کے گاہک ہیں کئی بخشوانے کو کوئی اپنی خطا کہتے ہیں  
 کوئی دربار میں آتا ہے کہ مل جائیں علوم کوئی اپنے کو طلبگارِ شفا کہتے ہیں  
 نیک بننے کیلئے سینکڑوں در پر ہیں پڑے خود کو مشاقِ رَہ زُہد و تقویٰ کہتے ہیں  
 طالبِ جَنّتِ فردوس ہیں اکثر عاقل دارِ فانی کو فقط ”ایک سَرا“ کہتے ہیں  
 میں بھی سائل ہوں طلبگار ہوں اک مطلب کا کوئے احمد کا مجھے لوگ گدا کہتے ہیں  
 میری اک عرض ہے اور عرض بھی مشکل ہے بہت دیکھئے آپ بھی سُن کر اسے کیا کہتے ہیں  
 جس کی فرقت میں تڑپتا ہوں، وہ کچھ رحم کرے یعنی مل جائے مجھے جس کو خدا کہتے ہیں

ہیچکس نیست کہ در کوئے تو اش کارے نیست

ہر کس ایں جا بامیدِ ہو سے می آید

(الفضل 25/ نومبر 1924ء)

## ایک احمدی بچی کی دُعا

مریم صدیقہ حضرت میر صاحب کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔  
 دسمبر 1924ء میں جبکہ ان کی عمر چھ برس کی تھی یہ بے نظیر دُعا حضرت میر صاحب نے  
 اُنہیں لکھ کر دی تھی۔ اور اُنہوں نے مستورات کے سالانہ جلسہ منعقدہ قادیان میں  
 پڑھ کر سنائی تھی۔ اس دلکش نظم میں دین سے محبت، مذہب سے اُلفت آپس کی ہمدردی  
 اور سب سے اخلاق و ادب سے پیش آنے کی جیسی اعلیٰ تعلیم سلیس اور دل نشین پیرایہ  
 میں دی گئی ہے، واقعہ یہ ہے کہ بچوں کے لئے لکھی ہوئی نظموں میں اس کی نظیر نہیں  
 ملتی۔ (محمد اسماعیل پانی پتی)

الہی مجھے سیدھا رستہ دکھا دے  
 مری زندگی پاک و طیب بنا دے  
 مجھ دین و دنیا کی خُوبی عطا کر  
 ہر اک درد اور دُکھ سے مجھ کو شفا دے  
 زباں پر مری جھوٹ آئے نہ ہرگز  
 کچھ ایسا سبق راستی کا پڑھا دے  
 گناہوں سے نفرت، بدی سے عداوت  
 ہمیشہ رہیں دل میں اچھے ارادے

ہر اک کی کروں خدمت اور خیر خواہی  
 جو دیکھے وہ خوش ہو کے مجھ کو دعا دے  
 بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پہ شفقت  
 سراسر محبت کی پُنتلی بنا دے  
 بنوں نیک اور دوسروں کو بناؤں  
 مجھے دین کا علم اتنا سکھا دے  
 خوشی تیری ہو جائے مقصود میرا  
 کچھ ایسی لگن دن میں اپنی لگا دے  
 جو بہنیں ہیں میری و یا ہیں سہیلی  
 یہی رنگ نیکی کا سب پر چڑھا دے  
 غنا دے، سخا دے، حیا دے، وفا دے  
 ہڈی دے، تھی دے، لقا دے، رضا دے  
 مرا نام ابا نے رکھا ہے مریم  
 خدایا تو صدیقہ مجھ کو بنا دے

(الفضل 6 جنوری 1925ء)

## ندائے احمدیت

دَرَکار ہیں کچھ ایسے جو اُمرِ دہ، کہ جن کی  
 بے عشق نہیں حسن کے بازار میں رونق  
 آئیں وہ ادھر، رکھ کہ ہتھیلی پہ سر اپنا  
 ہر ایک میں ہو عزم وہ ثابتِ قدمی کا  
 پروانہ ہو ذرہ بھی محبت کے نشے میں  
 اک آگ ہو سینے میں نہاں، کام کی خاطر  
 فرہاد کے اور قیس کے قصوں کو بھلا دیں  
 بے زُر ہوں، پہ ہو جائیں وہ امریکہ روانہ  
 سامان کے محتاج، نہ آفات سے خائف  
 برپا ہو قیامت جو وہ تبلیغ کو نکلیں  
 اموال کمائیں، تو کریں نذرِ اشاعت  
 بس ایک ہی دُھن ہو کہ کریں خود کو تَصَدَّق  
 وہ دین جو محتاج ہے خدمت کا ہماری  
 قربان ہو ہر چیز اسی بات کی خاطر  
 اب عشقِ مجازی کی نمائش کو مٹا کر

فطرت میں ودیعت ہو محبت کا شرار  
 وہ اس کا طلبگار - تو یہ اُس کا سہارا  
 ”لبیک“! کہ دلبر نے ہے عاشق کو پکارا  
 جھجکا نہ ہو خطرے سے، نہ ہمت کبھی ہارا  
 شمشیر ہو گردن پر کہ ہو فُزق پہ آرا  
 ہر رنگ نیا، بات کا ہر ڈھنگ نیا  
 دکھلا کے جُوں اور محبت کا نظارا  
 بے پر ہوں تو پیدل ہی پہنچ جائیں بُوخارا  
 گر زاد نہ ہو - کر سکیں پتوں پہ گزارا  
 عَقْفَت ہو جو بے داغ تو اخلاقِ دل آرا  
 اَمَلاک بنائیں تو کریں وَثْف خدارا  
 راضی ہو کسی طرح سے محبوب ہمارا  
 ہو جائے اگر ہو سکے - اس کا کوئی چارہ  
 اِسْلام کا اُونچا ہو زمانہ میں منارا  
 ہم عشقِ حقیقی کا دکھائیں گے نظارا

عمر یست کہ آوازہ منصور کہن شد

مَن از سر نو جلوہ و ہم صدق و وفا را

(الفضل 10 جنوری 1925ء)

## احمدی کی تعریف

ہوں اللہ کا بندہ محمدؐ کی اُمّت

ہے احمدؑ سے بیعت خلیفہ سے طاعت

مرا نام پوچھو

تو میں احمدی ہوں

خدا کی عبادت رسولوں کی نصرت

قیامِ شریعتِ ہدیٰ کی اشاعت

مرا کام پوچھو

تو میں احمدی ہوں

زمانہ سے اَن بَن سبھی میرے دشمن

لہو کے ہیں پیاسے مسلمان - برہمن

گر الزام پوچھو

تو میں احمدی ہوں

سیہ کارِ اَسودِ ریا کارِ احمر

جو مغضوبِ اَبِیْضِ تو دَجّالِ اصفر

پہ بدنام پوچھو

تو میں احمدی ہوں

طَلَبٌ میں خدا کی      بہت خاک چھانی  
 ہر اک دین دیکھا      ہر اک جا دُعا کی  
 پھر      انجام      پوچھو  
 تو میں احمدی ہوں  
 وِساوس،      رزائل  
 یقین میرا کامل      ہوں جنت میں داخل  
 بآرام      پوچھو  
 تو میں احمدی ہوں  
 ہیں اَشْمَارِ ایماں      نَجَاتِ اور عرفاں  
 مَقَامَاتِ      مَرَدَاں      مَلَا قَاتِ      یَزْدَاں  
 جو      قَسَامِ      پوچھو  
 تو میں احمدی ہوں  
 میں کعبہ ہوں سب کا      حَرَمِ اپنے رَبِّ کا  
 جو مَلْجَا عَجْمِ کا      تو ماویٰ عرب کا  
 اب .....      پوچھو  
 تو میں احمدی ہوں

(الفضل 9 مئی 1925ء)

## نعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

صَلِّ عَلَيَّ إِيمَانًا صَلَّى عَلَيَّ مُحَمَّدٍ

صَلِّ عَلَيَّ حَبِيْبِنَا صَلَّى عَلَيَّ مُحَمَّدٍ

صَلِّ عَلَيَّ شَفِيْعِنَا صَلَّى عَلَيَّ مُحَمَّدٍ

صَلِّ عَلَيَّ مَسِيْحِنَا صَلَّى عَلَيَّ مُحَمَّدٍ

صَلِّ عَلَيَّ وَلِيْنَا صَلَّى عَلَيَّ مُحَمَّدٍ

صَلِّ عَلَيَّ نَبِيْنَا صَلَّى عَلَيَّ مُحَمَّدٍ

اُس کی نگاہِ جانفزا، اُس کا نفسِ حیاتِ زا

اُس کا کلامِ بے بہا، اُس کی دُعا فلکِ رسا

ختمِ نگیںِ اولیا، ظِلِّ مہینِ انبیا

ساری ادائیںِ دلربا، نورِ خدا خدا نما

صَلِّ عَلَيَّ حَبِيْبِنَا صَلَّى عَلَيَّ مُحَمَّدٍ

صَلِّ عَلَيَّ نَبِيْنَا صَلَّى عَلَيَّ مُحَمَّدٍ

مَرَبِّعِ عامِ تحتِ گاہ، مَنَعِ فيضِ بارگاہ

لشکرِ 'آخرینِ سپاہ، آلِ میں اس کی پادشاہ

شہرِ صیام و مہر و ماہ، صدق پہ اس کے ہیں گواہ  
دم سے ہوئے عدو تباہ، زورِ قلم پناہ پناہ

صَلِّ عَلٰی مَسِيْحِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

صَلِّ عَلٰی نَبِيِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

مہبطِ وحیٰ ذوالجلالِ ماجیٰ دَخلِ پُر ضلالِ  
قاتلِ نُوکِ بدخصالِ، فاتحِ جنگِ اِبتہالِ  
کسرِ صلیبِ بے مثالِ، غلبہِ دینِ لازوالِ  
خوب لٹائے گنجِ و مالِ، کر دیا خَلقِ کو نہالِ

صَلِّ عَلٰی مَسِيْحِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

صَلِّ عَلٰی اِمَامِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

وصف ہوں اُس کے کیا رقم، ٹوٹ گیا یہاں قلم  
امن و امان کا علم، عدل و حکم، شہِ اُمم  
علم کے آگے سر ہیں خم، گنگ ہوئے عربِ عجم  
کثرتِ غیبِ دَمْبَدَمِ نصرتِ حقِ قدمِ قدم

صَلِّ عَلٰی اِمَامِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

صَلِّ عَلٰی نَبِيِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

آیا نذیرِ فتحِ یاب، لاکھوں نشاں ہیں ہمرِ کاب  
تیرہ ہیں مہر و ماہتاب، ارض و سما میں اِضطراب

قحط و مرض، وبا، عذاب، خشفِ زمین و سبیلِ آب  
جنگِ عظیم و انقلاب، سارا جہاں ہوا کباب

صَلِّ عَلَيَّ رَسُوْلَنَا صَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ

صَلِّ عَلَيَّ مَسِيْحِنَا صَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ

دَوْرِ جِبَالِ سَيِّرَتِ، عَهْدِ عِشَارِ عُطَلَتِ

زَوْرِ بَحَارِ فُجْرَتِ، شَوْرِ قُبُوْرِ بُعْثَرَتِ

نَارِ بَحْمِ سَعْرَتِ، بُوْءِ نَسِيْمِ اُزْلَفَتِ

وَصَلِّ نَفُوْسِ زُوْجَتِ، وَقْتِ ظُهُوْرِ اُقْتَتِ

صَلِّ عَلَيَّ رَسُوْلَنَا صَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ

صَلِّ عَلَيَّ مَسِيْحِنَا صَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ

حُسْنِ وَ جَمَالِ يُوْسُفِي، شَانَ جَلَالِ مُوَسُوِي

نَفْعِ مَسِيْحِ نَاصِرِي، خُلُقِ وَ شَيْمِ مُحَمَّدِي

مُلَاهِمِ وَ نِيْزِ مَنْطِقِي، عَاشِقِ وَ نِيْزِ فِلْسَفِي

رَنگِ كَمَالِ هَرِ نَبِي، سَحْرِ قَلَمِ اِدَا نَبِي

صَلِّ عَلَيَّ حَبِيْبِنَا صَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ

صَلِّ عَلَيَّ نَبِيْنَا صَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ

جائے سلامِ اولیں، ماہِ تمامِ آخریں

پادشہِ مجددیں، شہنشہِ مبلغین

خیر اُمم ہیں ہمنشیں، فخر رُسل ہیں جانشیں  
روضہ پاک و عنبریں، خلدِ بریں - برائیں زمیں

صَلِّ عَلٰی مَسِيْحِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

صَلِّ عَلٰی نَبِيِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

(الفضل 4/ جنوری 1927ء)

یہ نعت سالانہ جلسہ دسمبر 1926ء کے موقع پر حاضرینِ جلسہ کو سنائی گئی۔

.....

## میں دنیا پہ دیں کو مُقَدَّم کروں گا

”میں دنیا پہ دیں کو مُقَدَّم کروں گا“ اسی عہد پر اپنے قائم رہوں گا

گروں گا پڑوں گا جیوں گا مَرُوں گا مگر قول دے کر نہ ہر گز پھروں گا

میں دنیا پہ دیں کو مُقَدَّم کروں گا

مُلَمَّع ہے احوالِ دُنِیائے فانی محبتِ زُبانی، عداوتِ نہانی

خوشی اس کی کوئی نہیں جاودانی مَلَدَّر ہے ہر عیش اور زندگانی

میں دنیا پہ دیں کو مُقَدَّم کروں گا

بُرائی، نِفاق اور جھوٹی سَتائِش غِلَاظتِ نِجاست کی زَریں نُمائِش

دلوں میں جَلَن اور سینوں میں کاوش جھَنم ہے دُنیا کی یارو رہائِش

میں دنیا پہ دیں کو مُقَدَّم کروں گا

اگر دین کو اپنے کر لوں میں قائم توفِضلوں کا وارث رہوں گا میں دائم

نہ گزرے گی یہ عُمرِ مِثْلِ بَہائِم نہ مالک کی خَفْگی نہ کچھ لومِ لائِم

میں دنیا پہ دیں کو مُقَدَّم کروں گا

یہ اہل جہاں، خاص ہوں یا کہ عامی زن و مال کی کر رہے ہیں غلامی

حکومت کے عَزّت کے سب ہیں سلامی نہیں دین بے کس کا کوئی بھی حامی

میں دنیا پہ دیں کو مُقَدَّم کروں گا

خدا کا ادب اور خَلَقَتْ پہ شَفَقَتْ خُلُوص و نصیحتِ نبی کی محبت

”تَحَلُّقٌ بِهٖ اَخْلَاقِ بَارِي“ بغایت عزیز و یہی دین کی ہے حقیقت

میں دنیا پہ دیں کو مُقَدَّم کروں گا

مجھے زالِ دُنیا سے کیا ہوگا حاصل طَمَعٌ اور حَسَدٌ اور جُمْلہ رِذَائِلِ

مرا علم باطلِ مری عقلِ زائلِ خدا اور بندے میں پردہ ہو جائے

میں دنیا پہ دیں کو مُقَدَّم کروں گا

اسے کوئی مل ڈالے پیروں کے نیچے تو چلتی ہے پھر آپ یہ اُس کے پیچھے

جو دَب جائے چڑھتی ہے سر پر اُسی کے مگر میں چلوں گا کہے پر نبی کے

میں دنیا پہ دیں کو مُقَدَّم کروں گا

اُدھر مال و دولت اِدھر علم و حکمت اُدھر بے لگامی اِدھر حق سے بیعت

وہاں حُبِّ فرزند و زَن - جاہ و حشمت یہاں معرفت، مَغْفَرَت اور جنت

میں دنیا پہ دیں کو مُقَدَّم کروں گا

جو دنیا پہ دیں کو کروں گا مُقَدَّم تو وہ میرا دلبر وہ جانانِ عالم

وہ مقصود و مطلوبِ اَبْنائے آدم اُٹھادے گا چہرے سے پردہ اُسی دَم

میں دنیا پہ دیں کو مُقَدَّم کروں گا

مجھے نفس و شیطان سے یا رَبِّ بچانا نہیں اپنا ورنہ کہیں بھی ٹھکانا

جو کمزور ہو - اُس کو کیا آزمانا مرا عہد یہ - خود ہی پورا کرانا

کہ ”میں دنیا پہ دیں کو مُقَدَّم کروں گا“

(الفضل 7 جنوری 1927ء)

## نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

جو شخص دین کو دنیا پر مُقَدَّم کرنے کا عہد کر کے پھر بھی منزلِ مقصود کو نہ پہنچے تو اس سے زیادہ افسوسناک کس کی حالت ہو سکتی ہے۔ ذیل کے اشعار میں بعض وجوہ اس ناکامی کی درج کی گئی ہیں۔ مثلاً بعض گناہوں کا ترک نہ کرنا، یکسوئی کی کمی، استقلال کی کمی، دین کے ساتھ دنیا کی مِلوئی، قُرْبانیوں کی کمی، دُعا کی کمی وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان ٹھوکروں سے محفوظ رکھے آمین۔

### فریاد

مرا دل ہے کبابِ خدا کی قسم      مرا حال کہے - نہیں تابِ قَلَمِ  
مجھے کھا گئی ہائے یہ آتشِ غم      نہ خدا ہی ملا - نہ وصالِ صَنَمِ  
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

### گناہ

گیا اُس کی تلاش میں سُوئے حَرَمِ      رہ شوق میں سر کو بنا کے قَدَمِ  
مرے بارِ گنہ نے کیا یہ سِتَمِ      نہ خدا ہی ملا - نہ وصالِ صَنَمِ  
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

### عدم یکسوئی

مرا اپنا ہی پائے ثبات ہے نَمِ      کبھی ذوقِ دَہرم، کبھی شوقِ دِرَمِ  
کبھی عشقِ خدا، کبھی عشقِ صنم      نہ خدا ہی ملا - نہ وصالِ صَنَمِ

نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں

نہ ہوئے ہیں نہ ہوں گے کبھی یہ بہنم مگر ان کی تلاش تھی ایک ہی دم  
دھرے کشتیوں دو میں جو ہم نے قدم نہ خدا ہی ملا - نہ وصال صنم

نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

ترکِ استقامت

وہی ہوتا ہے مَوْرِدِ لُطْف و کرم جو نگار کے کوچے میں جاتا ہے جَم  
مرا صدق و وفا مرا عزم تھا کم نہ خدا ہی ملا - نہ وصال صنم

نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

قربانی کی کمی

نہ ہوا تھا کسی کے نِثَارِ قَدَمِ مِراتن - مِرا من - مِرا دھن - مِرا دم  
رہِ وصال تھی راہِ فنا و عَدَمِ نہ خدا ہی ملا - نہ وصال صنم

نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

دعا کی کمی

مرے رَب! مرے رَب کرو مجھ پہ کرم مرے تم ہی خدا - مرے تم ہی صنم  
مددے! مددے!! چہ گُنم! چہ گُنم! نہ پلاؤ گے شربتِ وصال - تو ہم

نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

(الفضل 14 جنوری 1927ء)

## قصہ ہجر - ایک مہجور کی زبان سے

قادیان کی زندگی اور بیرونی دنیا کے حالات کا مقابلہ  
(ایام سکونتِ قادیان)

فراقِ کوچہٴ جاناں نے کر دیا افسوس  
کبھی وہ دن تھے کہ ہم بھی شریکِ محفل تھے  
کہاں وہ مجلسِ عشاقِ حسنِ لاثانی  
ہمائے اوجِ سعادتِ بدامِ ما بودہ  
خیال تک بھی نہ آتا تھا دل میںِ فرقت کا  
گھڑی گھڑی میں ترقی تھی علم کو میرے  
مجھے نصیب تھا وہ بعدِ نفس و شیطان سے  
نہ گرد میرے گلے کے تھا طوقِ مکروہات  
گناہ پاس پھلکتا نہ تھا مرے دل کے  
سرورِ صحبتِ ابرار ہر زمانِ حاصل  
نہاں تھا گنجِ قناعتِ خزانہٴ دل میں

جلا جلا کے مرے دل کو ایک انگارا  
ادھر تھا جام - ادھر ساقیٰ جہاں آرا  
کدھر وہ صحبتِ بزمِ نگارِ مہ پارہ  
شرابِ وصل و تلاقِ نصیب شد ما را  
چڑھا تھا اتنا نثارِ جمالِ دل آرا  
قدمِ قدم پہ عمل بھر رہا تھا طرّارا  
کہ جیسے دور ہے دنیا سے قطب کا تارا  
نہ مجھ کو رنج و مَحَن نے کیا تھا ناکارہ  
خدا کے رحم سے مغلوبِ نفسِ امارہ  
کلامِ پاک کا ہر چار سمتِ نقارا  
تھے میرے سامنے مفلسِ سکندر و دارا

مری خوشی کی کوئی انتہا بتائے تو

میں پیارا اپنے خدا کا، خدا مرا پیارا

## جدائی

پڑے تھے ہم یونہی سرشار بزمِ جاناں میں کہ پیر چرخ نے اک تیر تاک کر مارا  
 نہ وہ زمیں ہی رہی پھر نہ آسماں وہ رہا بس اک خیال رہا یہ کہ خواب تھا سارا  
 ہزار حیف کہ ایامِ کامرانی کے گئے اور ایسے اُڑے جیسے آگ سے پارا  
 اُٹھا کے گردشِ ایام نے چمن میں سے بھنور میں قلمِ دنیا کے مجھ کو دے مارا  
 نکل کے خلد سے دیکھا تھا جو کہ آدم نے دکھا دیا وہی قسمت نے ہم کو نظارہ  
 غریبِ بحرِ حُبت تھا پر ہزار افسوس ہوا سراپِ جہاں میں خراب و آوارہ  
 نہ پوچھیں یا تو مرا حالِ قدسیانِ حرم جو پوچھتے ہیں تو لُڈھ کچھ کریں چارہ  
 کدھر گیا وہ زمانہ کہاں گئے وہ دن؟ بنا ہوا تھا دلِ زارِ عرش کا تارا  
 نگاہیں ڈھونڈتی پھرتی ہیں بزمِ دوشینہ تڑپ ہے دل میں کہ دیکھے وہ لطف دوبارہ

بجھی ہے آگ، پڑی رہ گئی ہے خاکِ کشتہ

متاع کھو کے لُٹا رہ گیا ہے بنجارا

## بیرونی دنیا کی حالت

اے ساکنانِ حرم یعنی! قادیاں والو سُو کہ رَشکِ اِرم ہے تمہارا گہوارہ  
 تمہیں بھی علم ہے امن و امان کا اپنے؟ تمہیں خبر ہے کہ عالمِ کباب ہے سارا  
 ہے چپّہ چپّہ اندھیرا - قدم قدم ٹھوکر مگر گھروں میں ہے روشن تمہارے ”مینارہ“  
 ہلاک ہو گئی دنیا پیاس کے مارے تمہارے باغ میں پر چل رہا ہے فوارہ

میری زبان سے سُنے کوئی اس مصیبت کو کہ تم سے ہو کہ جدا کس قدر ہوں دکھیا را  
گناہ و نفس و شیاطین و صحبتِ بَد نے درختِ نیکی و تقویٰ پہ رکھ دیا آرا  
نہ کوئی ناصحِ مُشفق نہ خیر خواہِ دلی ہمیشہ گھات میں دنیا کی زالِ مگّارہ  
بندھا ہے قیدِ مَصائب میں بالِ بالِ مرا نہ تابِ شور و فُغاں ہے، نہ ضبط کا یارا

تو اے کبوترِ بامِ حرمِ چہ میدانی

طیّدینِ دلِ مرغانِ رشتہ بر پارا

(الفضل 28/ جنوری 1920ء)

## اللہ میاں کا خط میرے نام

### ایک چھوٹی بچی کے خیالات

مریم صدیقہ کو حضرت میر صاحب محترم نے نظم بنا کر دی تو ان کی چھوٹی بہن  
’امۃ اللہ‘ نے بھی کہا کہ ابا میرے لئے بھی ایک نظم بنا دو۔ اس پر ڈاکٹر صاحب نے  
’امۃ اللہ‘ کے لئے جو نظم بنائی وہ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ یہ نظم 29 دسمبر 1924ء  
کو کہی گئی تھی۔

قرآن سب سے اچھا قرآن سب سے پیارا

قرآن دل کی قوت قرآن ہے سہارا

اللہ میاں کا خط ہے جو میرے نام آیا

اُستانی جی پڑھاؤ جلدی مجھے سپارہ  
 پہلے تو ناظرے سے آنکھیں کروں گی روشن  
 پھر ترجمہ سکھانا جب پڑھ چکوں میں سارا  
 مطلب نہ آئے جب تک کیونکر عمل ہے ممکن  
 بے ترجمے کے ہر گز اپنا نہیں گزارا  
 یا رَبِّ تو رحم کر کے ہم کو سکھا دے قرآن  
 ہر دُکھ کی یہ دوا ہو ہر درد کا ہو چارہ  
 دل میں ہو میرے ایمان سینے میں نورِ فرقاں  
 بن جاؤں پھر تو سچ سچ میں آسماں کا تارا  
 عیسیٰؑ مسیح آئے ایمان ساتھ لائے  
 قرآنِ گم شدہ بھی نازلِ ہوا دوبارہ  
 اب وقت آ گیا ہے اسلام کا ہو غلبہ  
 گر تو نمی پسندی  
 تغیرِ گن قضا را

(مصباحِ یکم اپریل 1927ء)

## سلام بحضور سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم

بہ دَرَگاہِ ذی شانِ خیرِ الانامِ شَفیعِ اَورِی، مَرَجِ خاص و عام  
بَصَدِّ عَجْزِ و مَنَّتِ بَصَدِّ اِحْتِرامِ یہ کرتا ہے عرض آپ کا اک غلام

کہ اے شاہِ کونینِ عالی مقام

علیک الصلوٰۃ علیک السلام

حَسینانِ عالمِ ہوئے شَرِگیں جو دیکھا وہ حُسن اور وہ نُورِ جبیں  
پھر اس پر وہ اخلاقِ اکمل تریں کہ دشمن بھی کہنے لگے - آفریں

زہے خَلقِ کامل - زہے حُسنِ تام

علیک الصلوٰۃ علیک السلام

خَلایقِ کے دل تھے یقین سے تہی بُوں نے تھی حَق کی جگہ گھیر لی  
ضَلالت تھی دُنیا پہ وہ چھا رہی کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی

ہوا آپ کے دم سے اُس کا قیام

علیک الصلوٰۃ علیک السلام

مَحَبت سے گھائل کیا آپ نے دلائل سے قائل کیا آپ نے  
جہالت کو زائل کیا آپ نے شریعت کو کامل کیا آپ نے

بیان کر دیے سب حلال و حرام

علیک الصلوٰۃ علیک السلام

نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال وہ سب جمع ہیں آپؐ میں لامحال

صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال ہر اک رنگ ہے بس عدیم المثال

لیا ظلم کا عفو سے انتقام

علیک الصلوٰۃ علیک السلام

مُقَدَّس حیات اور مُطَهَّر مذاق اطاعت میں یکتا، عبادت میں طاق

سوارِ جہانگیرِ کیراں بُراق کہ بگڑشت از قَصْرِ نیلی رَواق

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام

علیک الصلوٰۃ علیک السلام

عَلَمْدارِ عَشَّاقِ ذَاتِ یگان سپہدارِ افواجِ قُدُوسیاں

معارفِ کا اِک قَلْبُومِ بیکراں اِفاضات میں زندہ جاوداں

پلا ساقیا آبِ کوثر کا جام

علیک الصلوٰۃ علیک السلام

(الفضل 12/ جون 1928ء)

## دعا

دُعا کیجئے کہ حق دے استقامت  
 کہ سب برکت وفا پر مُخَصَّر ہے  
 بہت اچھا عمل ہے جو ہو اذْوَم<sup>۱</sup>  
 مگر یہ بھی دُعا پر مُخَصَّر ہے  
 دُعا بھی وہ کہ ہو مَقْبُولِ باری  
 سو یہ فَضْلِ خدا پر مُخَصَّر ہے  
 تُو اے دِل چھوڑ دے حِرص و تمنا  
 کہ اب سب کچھ خدا پر مُخَصَّر ہے

## میری تیسری لڑکی طیبہ کی آمین

طیبہ جی نے پڑھ لیا قرآن  
 اے خدایا، اے رحیم، اے رحمان  
 تو نے توفیق اور ہمت دی  
 قاعدے، پارے اور کلامِ مجید  
 یا تو پڑھتی تھی کل الف، بے، تے  
 شکر کیونکر ادا کریں مولیٰ  
 نعمتیں تیری دیکھ کر بے حد  
 جس طرح تو نے لفظ سیکھا کر  
 بس سیکھا دے اسی طرح یا رب  
 قلب میں طیبہ کے بھر دے تُو  
 کھول دے اس کے بھائی بہنوں پر  
 اور جماعت کے سارے بچوں پر  
 اے عزیزو! سنو کے بے قرآن  
 اس لئے شوق سے اسے سیکھو  
 میرے پیارو پڑھو اسے ہر روز

ہے یہ اللہ کا بڑا احسان  
 کس قدر ہیں ترے کرم ہر آن  
 اور پڑھنے کے سب دیے سامان  
 پیر جی نے بنا دیے آسان  
 یا سنا آج ختم ہے قرآن  
 اَنْ گنٹ ہو گئے ترے احسان  
 ہوش پڑاں ہیں عقل ہے حیران  
 کر دیا ہم کو حُرْم و شادان  
 ترجمہ اور مطالبِ فرقان  
 نورِ قرآنِ حلاوتِ ایمان  
 راہِ مہر و محبت و عرفان  
 فضل سے اپنے کر یہی احسان  
 حق کو ملتا نہیں کبھی انسان  
 تا بنو تم مَقْرَبِ یزدان  
 صبح دم اٹھ کے بادِلِ شادان

محض الفاظ میں بھی بَرگت ہے  
 ترجمہ اور حقیقت اور مُطَلَب  
 جب تک آئیں گے نہ سب معنی  
 کام کرنے کے اور نہ کرنے کے  
 ہے ملاقات نصف یہ مکتوب  
 حُسن و احسانِ حضرتِ باری  
 عشق ہو گا بھلا کہاں پیدا  
 اپنے مالک کی یہ کتاب پڑھو  
 عقل آتی ہے اس کے پڑھنے سے  
 پاک کرتی ہے سب گناہوں سے  
 اس سے حیوان بن گئے انسان  
 اس سے وابستہ ہے نجات و فلاح  
 یار جانی کے منہ کی باتیں ہیں  
 یا الہی بنا دے ہم سب کو

فیض سے اپنے خاص کر ہم کو

تاکہ ہم دوسروں کو دیں فیضان

آئین

## آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہاداری

شَرْق سے غَرْب تک آپ کی ہیبت طاری  
 نیرِ راہِ ہدیٰ، شافعِ روزِ محشر  
 ہاتھ کو جس کے کہیں حضرتِ حق اپنا ہاتھ  
 جس کے احسان کے بوجھوں سے دبے جاتے ہیں  
 جس کی پاکیزہ توجہ نے مٹا دی بالکل  
 جس نے اخلاق کی تکمیل دکھادی کر کے  
 جس کی اک جنبشِ لب نے وہ دکھایا اعجاز  
 صحبتِ پاک کا اذنی سا کرشمہ یہ تھا  
 ہو گئی خَلقِ خدا مدح سے اُس کی عاجز  
 مُلک کا، قوم کا، رنگت کا قضیہ نپٹا  
 اس کے آنے سے ہوئیں نسخِ شرایع پہلی  
 عِلْم و عرفانِ حقائق کا وہ بحرِ دَحَار  
 اُس کے صدقے میں وہ قرآن ملا جس سے مُدام  
 جس کے فیضان سے اُمت میں رہے گادائِم  
 جَذب و توحید و تَوَكُّل ہو کہ ہو قلبِ سلیم

عَرْش سے فَرْش تک آپ کا سِلّہ جاری  
 یاں ہے دُنیا کو پدایت، تو وہاں غمخواری  
 جان کی جس کی قَسَم کھائیں حضورِ باری  
 جنّ و حیوان و مملک، آدمی، نوری، ناری  
 قوم کی قوم سے اک آن میں ہر بدکاری  
 جُمْلہ اذیان تھے اِثمام سے جس کے عاری  
 پُشت ہا پُشت کے رِندوں کی چُھٹی مَنجُواری  
 بزمِ اَفلاک میں داخل ہیں سبھی درباری  
 قَابِ قَوْسین کے درجہ سے بڑھی جب یاری  
 آ گئی حلقہٗ تبلیغ میں دنیا ساری  
 آگے سورج کے چمکتی ہے کہاں چنگاری  
 ہر بُن مُو سے ہوا چشمہٗ حکمت جاری  
 رَزْم اور بَزْم میں اپنا رہا پلہ بھاری  
 چشمہٗ وحی و کرامات و نبُوّت جاری  
 عقلِ صافی ہو کہ اعجاز کی قدرت کارلی<sup>۱</sup>

کامیابی ہو کہ ہو قوتِ قدسی کا ظہور      دَفْعِ نَقْصَانِ وَ ضَرَرِ رَغْبَتِ نَبِیْوَ کَارِی  
 حُسن و احسان و فتوحات و کمالِ تعلیم      خدمتِ خَلْقِ ہو یا عشقِ جنابِ باری  
 انْغْرَضِ جو بھی ہوں معیارِ کمالاتِ بَشَرِ      میرے آقا کی مُسَلَّم ہے وہاں سرداری  
 تری ایک ایک ادا صَلِّ عَلَیْ، صَلِّ عَلَیْ      تیری ہر آن پہ سو جان سے جاؤں واری  
 حُسنِ یوسفِ دمِ عیسیٰ یَدِ بیضا داری  
 وانچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(الفضل خاتم النبیین نمبر 1929ء)

## دِنِ مُدَّتُوں میں آئے ہیں پھر اہلِ حال کے

طالب ہیں مجھ سے بڑھ کے وہ میرے وصال کے      شید میں اُن کے قال کا، وہ میرے حال کے  
 کیا کہنے اُس نگار کے حسن و جمال کے!      ناز و ادا کے، آن کے، شوخی کے، چال کے  
 مہر و وفا کے، رحم کے، احسان و لطف کے      شوکت کے، عزت و شان کے، جاہ و جلال کے  
 برسوں سے زیرِ مشقِ اَطِّبَا ہے زخمِ دل!      وہ آئیں گے تو آئیں گے دنِ اِنْدِ مال  
 اللہ کچھ تو بولنے یا رُخ کو کھولنے      اک تو خموشی دوسرے یوں پردہ ڈال کے  
 بے درد و سوز و عشق اگر وصل ہو کوئی      لے جاؤ ایسے وصل کو واپس سنبھال کے  
 شوقِ دُعا و ذوقِ رَضا جمع کر کہ یاں      ملتا ہے کچھ سوال پہ کچھ بے سوال کے  
 راہِ وصالِ یار نہیں پلِ صراط ہے      ہر اک قدم یہاں پہ خدارا سنبھال کے

بن جائے گا کبھی نہ کبھی خود بھی بے نظیر  
 آگے بڑھے کہ پیچھے ہٹے کیا کرے غریب  
 کیا پھونکنے کو آئے تھے تم آشیانِ دل  
 رندی کی اپنے منہ سے اٹھا دوں اگر نقاب  
 تیغِ نگاہِ یار نے بس کھیل کھیل میں  
 اب دیکھیں آگے عشق کی قربانیاں ذرا  
 جی چاہتا ہے آپ کے قدموں میں ڈال دوں  
 کہہ دو ان اہلِ قال سے دفترِ لپیٹ لیس  
 پیرے کہ دم ز عشقِ زند بس غنیمت است  
 اے شاہِ حُسنِ تم پہ نہیں کیا زکوٰۃ حُسن  
 بس اتنی التجا تھی کہ تم بخش دو مجھے  
 دامانِ مغفرت کو معاصی پہ ڈال کے

مِل جائے ایک قبرِ جواریِ مسیح میں

اور حشر اپنا ساتھ ہو احمد کی آل کے

آمین

(الفضل 25 اکتوبر 1932ء)

## محمدؐ مصطفیٰؐ ہے مجتبیٰؐ ہے

6 نومبر 1932ء کو قادیان میں جلسہ سیرۃ النبیؐ کے موقع پر ایک مشاعرہ ہوا۔ جس میں مصرع تھا ”محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے“ وہاں ایک طالب علم نے نہایت خوش الحانی سے یہ نظم پڑھی۔ سامعین پر اس کا اس قدر اثر ہوا کہ بے ساختہ سب کی زبانوں پر درود شریف جاری ہو گیا اور بعض آبدیدہ ہو کر جھومنے لگے۔

محمدؐ مصطفیٰؐ ہے مجتبیٰؐ ہے	محمدؐ مہ لقا ہے دل رُبا ہے
محمدؐ جامعِ حُسن و شَمائل	محمدؐ حُسنِ ارض و سَمَا ہے
کمالاتِ نبوت کا خزانہ	اگر پوچھو تو ختم الانبیاءؐ ہے
شریعت اُس کی کامل اور مُدَلِّلن	غذا ہے اور دُعا ہے اور شفا ہے
مبارک ہے یہ آنحضرتؐ کی اُمّت	کہ عالم اس کا مِثَلِ انبیاءؐ ہے
وہ سبگِ گوشہٴ قَصرِ رسالت	یہی ’تورات‘ نے اس کو لکھا ہے
گرا جس پر ہوا وہ چُورا چُورا	گرا جو اس پہ خود گلڑے ہوا ہے
کہا ہے سچ مسیحِ ناصری نے	نُزول اس کا نُزولِ کبریا ہے
نہیں دیکھا ہے ان آنکھوں نے اس کو	مگر دیکھا مِثَلِ مصطفیٰؐ ہے
مرے تو ظِلّ سے ہی جب اڑ گئے ہوش	تو پھر اصلی خدا جانے کہ کیا ہے

کروں کیا وصف اُس شمسِ الضحیٰ کا

کہ جس کا چاند یہ بذالذبح<sup>1</sup> ہے

محمدؐ نیرِ راہِ ہدیٰ ہے محمدؐ شافعِ روزِ جزا ہے

محمدؐ فخرِ شانِ آدمیت محمدؐ مظہرِ ذاتِ خدا ہے

محمدؐ باعثِ تکوینِ عالم جسے لولاکِ خالق نے کہا ہے

محمدؐ مالکِ مہرِ نبوت 'نبیِ گر' اس لئے کہنا روا ہے

محمدؐ پیکرِ عصمتِ سراسر کہ ہر بات اُس کی وحی بے خطا ہے

محمدؐ قابِ قوسینِ محبت شافعِ وصلِ انسان و خدا ہے

محمدؐ رحمۃٌ للعالمین ہے عدو تک جس کے احساں سے دبا ہے

محمدؐ حاملِ توحیدِ باری جو عالم کے لئے رازِ بقا ہے

محمدؐ صاحبِ اخلاقِ کامل جمالی اور جلالی ایک جا ہے

محمدؐ ہر اک حالت سے گزر راجب کہ وہ خود تو ہر اک خُلق بھی دکھلا دیا ہے

محمدؐ رازِ دانِ علمِ یزداں کہ باطل جس سے سحرِ فلسفہ ہے

محمدؐ قائمِ انعامِ کوثر

ہر اک نعمتِ جہاں بے انتہا ہے

شنا کیا ہو سکے اس پیشوا کی کہ پیر و جس کا محبوبِ خدا ہے

1 یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہدٰی اور دینِ حق کالے کے ہتھیار  
 علمِ بردارِ آئینِ مساوات  
 اٹھایا خاک سے روندے ہوؤں کو  
 ہوا قرآن اُس کے دل پہ نازل  
 وہی زندہ نبی ہے تا قیامت  
 امامِ سالکانِ برق رفتار  
 درندے بن گئے انسانِ کامل  
 یتیمی سے شہنشاہی پہ پہنچا  
 غرض سچ مچ محمدؐ ہے محمدؐ  
 صلی اللہ علیہ وسلم

اخبار فاروق 14 نومبر 1932ء

## کہ جتنے زَنگِ مخفی ہیں محبت سب کی صَیقل ہیں

کبچہ ہے کہ آتش ہے یہ آنکھیں ہے کہ بادل ہے  
 نہ اس پہلو مجھے کل ہے نہ اُس پہلو مجھے کل ہے  
 گریباں چاک کر ڈالا اسی جوشِ محبت میں  
 ہزاروں حرکتیں ایسی کہ گویا عقل مُختل ہے  
 طوافِ قصرِ جاناں<sup>۱</sup> میں کبھی کبھی تھیں یہ راتیں  
 ہراک زینے پہ اک سجدہ کہ یہ دلبر کی ہیگل ہے  
 ہنسا کرتے تھے سُن کر عشق کے رستے کی سختی ہم  
 مگر جب خود چلے دیکھا کہ سرتاسر ہی دلدن ہے  
 بجائے نیند برسوں سے مُقَدَّر میں ہے بے خوابی  
 عجب بستر ہے کانٹوں کا بظاہر گرچہ مخمل ہے  
 کسے دیکھیں؟ کہاں دیکھیں؟ جدھر دیکھا وہ ہی وہ ہے  
 جو ظاہر ہے جو باطن ہے جو آخر ہے جو اول ہے  
 ہم اُس سے ہیں، وہ ہم میں ہے، جدائی ہو نہیں سکتی  
 نظر آئی دُوئی جس کو، وہ خود نااہل و اَٹول ہے

عُبارِ خاکِ پائے شہسوارِ عشق ہیں ہم بھی  
 ہماری گرد کو بھی پا نہیں سکتا جو پیدل ہے  
 یہ ہے پیغامِ مالک کا کوئی سائلک کو پہنچادے  
 کے میرے غیر سے لذت تجھے زہرِ ہلاہل ہے  
 کہاں تک درپے راحت طلب کر منیعِ راحت  
 کہ جس کو مل گیا وہ اُس کو جنگل میں ہی منگل ہے  
 یہ جان و مال اور عزت اُنہی قدموں پہ جا ڈالو  
 سوالِ وصلِ جاناں کا مرے پیارو! یہی حل ہے  
 نہیں کچھ چند روزہ ہاؤ ہو کی قدر اُن کے ہاں  
 پسند اُن کو وہ اُلفت ہے جو دائم ہے مسلسل ہے  
 نہ ہو توفیق کرنے کی تو دل میں تو ارادہ ہو  
 کہ نیتِ نیک مومن کی عمل سے اُس کے افضل ہے  
 زبورِ عشق میں آیتِ عجب یہ اک نظر آئی  
 کہ شب بھر سو کے لافِ عشق جو مارے وہ پاگل ہے<sup>1</sup>

(الفضل 3 جنوری 1933ء)

1 یعنی قُرْبِ الہی کے لئے تہجد پڑھنا ضروری ہے۔

## خُدّامِ احمدیت

خُدّامِ احمدیت نعرے لگا رہے ہیں  
 اے سونے والو جاگو! طوفان آ رہے ہیں  
 اُٹھو! نمازیں پڑھ لو اور کچھ دُعاں کر لو  
 ہم فائدے کی باتیں تم کو بتا رہے ہیں  
 گسن لو کمر، اگر تم خادم ہو سلسلے کے  
 یہ دن جوانیوں کے سُزُعت سے جا رہے ہیں  
 فضلِ عمر ہیں رہبر، جو نُور ہیں سراسر  
 تاریکیوں میں ہم کو رستہ دکھا رہے ہیں  
 خدمت ہو اور صداقت محنت ہو اور دیانت  
 ان خصلتوں کو حضرت ہم میں رچا رہے ہیں  
 پروردگارِ اکبر! اک لطف کی نظر کر  
 ہم تیرے آستاں پر سر کو جھکا رہے ہیں  
 ہر لب پہ یہ صدا ہو جب ہم گھروں سے نکلیں  
 خدامِ احمدیتِ خدمت کو جا رہے ہیں

## رسولِ قادیانی

مرے ہادی! رسولِ قادیانی  
 تری دعوتِ پیامِ زندگی ہے  
 جزاک اللہ فی الدارین خیرا  
 بھٹکتوں کو خدا تک کھینچ لایا  
 یہی ہر دم دعا رہتی ہے لب پر  
 مرے مہدی! رسولِ قادیانی  
 مرے ٹھپی رسولِ قادیانی  
 مرے ساتی! رسولِ قادیانی  
 مرے داعی! رسولِ قادیانی  
 مرے قدسی! رسولِ قادیانی

ترے کوچے میں گزرے زندگانی

مرے جانی رسولِ قادیانی

ترے انوار سے روشن جہاں ہے  
 تری تعلیم کی حکمتِ عیاں ہے  
 ترا روضہ ہے یا باغِ جناں ہے  
 تری اولادِ رحمت کا نشان ہے  
 ترا مداحِ خلاقِ جہاں ہے  
 ہر اک جانبِ یہی شور و فغاں ہے  
 ترا فیضانِ بحرِ بیکراں ہے  
 تری تبلیغِ مشہورِ زماں ہے  
 ترا مرکز ہے یا دارِ آماں ہے  
 کوئی ساتی کوئی پھر مُغاں ہے  
 کہ تو اسلام کی رُوح و رواں ہے  
 ”خبر لے اے مسیحا تو کہاں ہے“

تجھے حق نے عطا کی کامرانی

بنی جاتی ہے دُنیا قادیانی

کلامِ اللہ کی شانِ اتم کو  
ہلا ڈالا عرب کو اور عجم کو  
چلایا تو نے جب سیفِ قلم کو  
گئے دشمن سب ہی مُلکِ عَدَم کو  
نِشاں کیا کیا دکھائے تو نے ہم کو

امامِ آسمانی

نبیِ قادیانی

”مرا احوال رو رو کے سنائیں“  
بھلا کیا ہے یہی اُلفت کا آئین؟  
تڑپتے پھرتے ہیں تیرے مجاہدین  
وصالِ یارِ دین کیونکر ہو تسکین  
اُڑے جاتے ہیں دنیا سے یہ شاہین  
کہ آتے تھے تمہیں حق سے فرامین  
سُننا کرتے تھے اُلفت کے مضامین  
ہوا کرتیں دُعائیں اور آمین  
نہ وہ باتیں کسی نے پھر سُنائیں  
کہاں وہ حلقہ ہائے ماہ و پروں

اُٹھالے کر محمدؐ کے عَلم کو  
دَلائیل سے دعا سے معجزوں سے  
قلم کر دیں حریفوں کی زبائیں  
اثر کیسا تھا تیرے نَبْتِہَل میں  
ہزاروں رحمتیں تجھ پر خدا کی

ترے صدقے

غلامِ احمدؒ

”صبارو ضے رسول اللہؐ دے جائیں  
خبر تم نے نہ لی ہم غمزدوں کی  
وہ مکھڑا چاند سا آتا ہے جب یاد  
فراقِ یار کے ان دلِ جلوں کو  
بہت کم رہ گئے اب تو صحابی  
ہوا کرتا تھا وہ بھی کیا زمانہ  
ترے عاشق تری پیاری زُباں سے  
لگا کرتیں مجالسِ پنجگانہ  
اُترتا تھا کلامِ حق شب و روز  
کہاں وہ بزم ہائے بلبل و گل

کہاں وہ قصہٴ مجنوں و لیلیٰ  
 کہاں وہ نقشہٴ فرہاد و شیریں  
 نشہ اُن کا ہے اب تک سز میں باقی  
 جو ہم نے صُحبتیں تیری اُٹھائیں  
 یہ جان و مال سب قربان تجھ پر  
 کہ راہیں تو نے مولا کی دکھائیں  
 کہاں ملتا ہمیں وہ یار جانی!

نہ ہوتا گر رسولِ قادیانی!  
 تڑے قدموں میں اے بذرِ مُنَوَّز  
 تمہارے پیر ہوں اور میرا سر ہو  
 جگہ تھوڑی سی آ جائے مُیَسَّر  
 تری کرنوں سے ہو جاؤں میں روشن  
 اگر قسمت ذرا ہو جائے یاوَز  
 جمالِ ہم نشیں مجھ کو بنا دے  
 تری خوشبو سے ہو جاؤں مُعَطَّر  
 سُروِ قُربِ رُوحانی کے ہمراہ  
 اور اور مُطہَّر اور مُعْتَبَر  
 فرشتے بھی کہیں پھر ہو کے حیراں  
 خدایا! قُربِ جِسْمانی عطا کر  
 اُٹھوں میں قبر سے جب روزِ محشر

”مسیحا کی شفاعت کی نشانی

کھڑا ہے دیکھ لو یہ قادیانی“

صدی گزری ہے فُرقت میں تہائی  
 بھلا اتنی بھی کیا لمبی جدائی  
 مرے آقا مری ایک عرض سُن لو  
 نہیں رکتی ہے مُنہ پر بات آئی  
 ہوئے بدنام اُلقت میں تمہاری  
 رکھایا نام اپنا ’میرزائی‘  
 ہزاروں آفتیں اس راہ میں دیکھیں  
 مگر لَب پر شکایت تک نہ آئی  
 کہ اتنی ہو گئی بے اِعتنائی  
 یہی بدلہ تھا کیا مہر و وفا کا!

وہ صورت دیکھتے تھے جس کو ہر روز  
 کہ آنا خواب تک میں بھی قسَم ہے  
 تَرْحُمُ يَا نَبِيَّ اللّٰه! تَرْحُمُ  
 درونم خون ہُد در یادِ جاناں  
 کہیں ہم کس سے یہ دردِ نہانی  
 مسیحِ قادیانی

مسیحا معجزہ اپنا دکھا دو  
 میرے دل کی لگی اب تو نبجھا دو  
 غمِ روزِ حساب و دردِ امراض  
 سفارش سے وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ كِي  
 کرو کچھ تَفْخِ دَمِ رُوْحِ الْقُدُّوسِ كَا  
 تمہاری جُنَيْشِ لَبِّ پَرِ نَظَرِ هِے  
 کرو بِلّٰه!  
 مِرے مَحْسِنِ

دعا دو اور مریضوں کو شفا دو  
 پس پردہ ہی اک جلوہ دکھا دو<sup>1</sup>  
 یہی اب رہ گئے ہیں آشنا دو  
 گنہ میرے خدا سے بخشوا دو  
 اور اک بگڑی ہوئی قسمت بنا دو  
 سنا کہ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ جِلَادُو  
 اتنی مہربانی  
 مسیحِ قادیانی

1 یہ نظم لکھ کر میں نے حضرت مسیح موعود کو خواب میں دیکھا آپ نے مجھے ایک چھڑی دستی  
 عطا فرمائی اور کہا کہ تم ان کو یعنی حضرت (اماں جان-ناقل) کو آج سیر کرا لاؤ تین دن تک  
 تو میں ان کے ساتھ سیر کو جاتا رہا آج تم ساتھ جاؤ اور شاید یہ کہا کہ مجھے فرصت نہیں ہے۔

خدا یا لطف کی ہم پر نظر کر  
 ملائک بھیج نصرت کے الہی  
 بہت کمزور ہم بندے ہیں تیرے  
 دلوں کی سب کدورت پاک کر کے  
 ہمارے دشمنوں کو دے ہدایت  
 ہماری نسل کو ہم سے بھی بڑھ کر  
 خلیفہ کی ہماری تو سپہر ہو  
 الہی عاقبت محمود کر دے  
 خطاؤں سے ہماری درگزر کر  
 ہماری کوششوں کو باروز کر  
 ہماری سب مہمیں آپ سہر کر  
 ہمیں آپس میں تو شیر و شکر کر  
 نصیبِ دوستان فتح و ظفر کر  
 فدائے ملت خیرالبشر کر  
 خلیفہ کو ہماری تو سپہر کر  
 اور اپنی مغفرت سے بہرہ وڑ کر

ملے ہم کو نعیم جاودانی  
 طقیل میرزائے قادیانی

آمین

(الفضل 22 مارچ 1939ء)

## وصیت الرسولؐ بر موقع حجۃ الوداع

”مسلمان کا خون تم پر حرام  
 اسی طرح جیسے کے عُرفہ حرام  
 مسلمان کا مال تم پر حرام  
 ہے جیسے کہ حج کا مہینہ حرام  
 مسلمان کی تم پہ عِزَّت حرام  
 اسی طرح جیسے کے مکہ حرام  
 مسلمان کی عِزَّت و جان و مال  
 سدا اُن کا کرتے رہو اِختِرام“  
 وصیت یہ اُمّت کو حضرت نے کی  
 کہ پہنچا دو سب کو یہ میرا پیام  
 حُقُوق العِبَاد اس میں سب آ گئے  
 جو عاِمل ہوں اُن پر خدا کا سلام  
 (الفضل جنوری 1940ء)

## کلمہ طیبہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

نہیں کوئی محبوب تیرے سوا  
 نہیں کوئی مطلوب تیرے سوا  
 نہیں کوئی مقصود تیرے سوا  
 نہیں کوئی معبود تیرے سوا  
 پیارے ترا نام اللہ ہے  
 خلائق کا تو ہی شہنشاہ ہے  
 ہر اک عیب سے پاک ہے تیری ذات  
 ستائش کے قابل ہیں جملہ صفات  
 کریں تاکہ بندے سعادت حصول  
 محمدؐ کو بھیجا بنا کر رسول

## دُعائے مغفرت

اے خدائے پاک، رَبُّ الْعَالَمِينَ  
 اے اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ  
 جو بھی چاہے جس کو دے دے بے حساب  
 ابنِ آدم کے مُسْحَر کر دیے  
 دُودھ کو پستان میں پیدا کیا  
 نِعْمَتیں تیری گنے کیونکر بَشْر  
 میں بھی دَر پر اک سوالی ہوں کھڑا  
 دے بِشَارَتِ عَاقِبَتٍ بِالْخَيْرِ كِي  
 خوف سے اور حُزْن سے آزاد کر  
 تُو اَزَل سے تا اَبَد قُدُوس ہے  
 کیا شِکَايَتِ غَيْرِ كِي تجھ سے کروں  
 آتَشِ دوزخ سے مل جائے اَمَاں  
 ہو عذابِ قَبْرِ، يا خَشْر و صِرَاط  
 میری ذَلَّت اور تباہی دیکھ کر  
 رُوحِ میری اے مُرْگِی پاک کر  
 دَر گُزر، نَرْمِي بوقْتِ اِحْتِسَابِ  
 اے کہ تو میرا بھی رب ہے یا لقیں  
 ہے تو ہی رَزَاق و ذُوالْقُوَّةِ مَتِين  
 کچھ کمی تیرے خزانوں میں نہیں  
 چاند اور سورج ستارے اور زمیں  
 پیشتر اس سے کہ پیدا ہو جتنیں  
 یاں تو عاجز ہیں خِيَارُ الْمُرْسَلِينَ<sup>1</sup>  
 ہاتھ خالی یاں سے ٹلنے کا نہیں  
 مُطْمَئِن ہو، تا مِرَا قَلْبِ حَزِينِ  
 خاکساروں کو نہ رکھ اندوہ گیں  
 میں ہوں گندہ بلکہ ہوں گندہ ترین  
 نَفْسِ ہی اپنا ہے مارِ آسْتِينِ  
 اُس کے سہنے کی مجھے طاقت نہیں  
 سب مَصَائِب سے بچا میرے تینیں  
 خوش نہ ہو کم بخت شیطانِ لَعِينِ  
 چشم پوشی یا غَفُورِ الْمَذْنُونِ  
 از برائے رَحْمَةِ لِّلْعَالَمِينَ

1 خیار المرسلین کے معنی ہیں بڑے بڑے پیغمبر، نہ کہ حضور اکرم حضرت محمد مصطفیٰ

فَضْل سے اپنے وہ جنت کر عطا ہو جو اِ حضرت احمدؑ نصیب<sup>1</sup> عہد الْحَقْنَابِهِمْ کا پاس کر پردہ پوشی دونوں عالم میں رہے بے عمل اور طالبِ خُلدِ بریں! اور کیا دکھلاؤں گا اپنے عمل کیا کہوں اور کیا کروں میرے خدا خیر جو مرضی میں آئے کر سلوک ہر کہ سرتا سزِ یُوذِ احسان و جُود تُو تو خود واقف ہے میرے حال کا کیا نہ رحم آئے گا تیرا جوش میں؟ مَغْفِرَتِ اے میرے مالکِ مَغْفِرَتِ میرے اِن اَلْفَاظِ میں تاثیر ڈال

جس کو سب کہتے ہیں فردوسِ بریں ہیں ہمارے تو وہی نِعْمُ الْقَرِیں کچھ مزا اُن سے الگ رہ کر نہیں تیری ستاری پہ رکھتا ہوں یقین آفریں اے جانِ مَنْ صَدَّ آفریں مانگنا تک تو مجھے آتا نہیں آ گیا نزدیک وقتِ واپس چھوڑتا ہوں تجھ پہ سب دُنیا و دِیں جُزْ بہ نیکی ہیج ناید زانِ حسین میرے مولا میں کسی قابل نہیں کیا پُکاریں اپنی جائیں گی یونہیں المدد! اے میرے خیرِ النَّاصِرِیں اور اجابت سے انہیں کردے قریں

یا الہی! جو بھی مانگے یہ دُعا  
اُس پہ نازل کر قبولیت وہیں

آمین

(الفضل 23/ دسمبر 1942ء)

1 حضرت میر صاحب کی یہ دُعا قبول ہوگئی اور آپ 18 جولائی 1947ء کو انتقال فرما کر جو اِ حضرت احمدؑ میں دفن ہوئے۔ (محمد اسماعیل پانی پتی)

## نرخ بالاکن کے ارزانی ہنوز

.....(1).....

حُسنِ لاثانی کا جلوہ دیکھ کر  
لاکھ پردے ہوں، چھپا سکتے نہیں  
کیا ہوئے یہ جان و دل ہوش و حواس  
وحی و الہام و کشف و معرفت  
کس قدر مخمور تو نے کر دیا!  
وقت پر، ہر قوم میں پیغامبر  
جس نے جو مانگا عطا اُس کو کیا  
گنیز مخفی تھیں تری عالی صفات  
علم و دانش، اتقا، صبر و دُعا  
گھل گیا ان گنجیوں سے جب وہ گنج  
بر کسے چوں مہربانی مے گنی  
تیرے احسانوں کا انداز و شمار  
قدرِ جوہر، قیمتِ لعل و گہر  
کیا یہ سچ ہے یا فقط ہے دل لگی؟  
عشقِ فانی کی نہ کچھ عزت رہی  
اس رُخِ زیبا کی تیرے روشنی  
وائے تیری زلف کی غارت گری  
ہیں یہ سب رنگینیاں گفتار کی  
اے کلامِ یار کی افسوں گری  
کتنی شفقت ہے مرے جاناں تری  
کون ہے عالم میں تجھ جیسا سخی  
اُن کی عارف پر حقیقت کھول دی  
معرفت، محنت، تفکر، عاجزی  
فائدوں کی پھر نہ کوئی حد رہی  
از زمینی آسمانی مے گنی  
جانتا ہوں یا تو کچھ میں یا تو ہی  
شاہِ داند یا بداند جوہری  
ہر دو عالم قیمتِ خود گفتہ  
نرخ بالا گن کہ ارزانی ہنوز

(2).....

یہ تری شوخی یہ اندازِ حرام  
اس قدر جُود و سَخا لُطف و کرم  
عرش سے تافرش ظاہر ہیں تیرے  
من اگر می داشتَم بال و پرے  
علمِ کامل نکتے نکتے پر مُحیط  
اک طرفِ نِعمت، تو اک جانبِ علاج  
حسن و خوبی، دلبری بر تو تمام  
کہہ رہی ہے دلبری سے عاشقی  
زرخ بالا گن کہ ارزانی ہُوَوز

(3).....

ذره ذرہ خَلق کا تجھ پر فنا  
کر دیا اپنے وطن کو خیرباد  
تیری خاطر بیبیاں بھی ترک کیں  
سلطنت پر لات ماری بے دھڑک  
دولت و اِملاک و عِزّت چھوڑ کر  
کوئی سمجھاتا تو فرماتے تھے یوں  
سر دیے لاکھوں نے تیرے نام پر  
لیک انساں سب سے بڑھ کر ہے فدا  
سب عزیزوں کو خدا حافظ کہا  
اور بچوں تک کو قرباں کر دیا  
دل میں تیرا عشق جب داخل ہوا  
بن گئے دَر کے فقط تیرے گدا  
مانمی خواہیم ننگ و نام را  
کس خوشی سے جان تک کر دی فدا

تو نمک با ریختی در جانِ ما  
 جانِ جانِ ماستی جانانِ ما  
 مرحبا! حق کے شہیدو! مرحبا  
 خود کو بھیڑوں کی طرح کٹوا دیا  
 ذکرِ شاہ ہم می دہد یاد از خدا  
 صدق و رزاں در جنابِ کبریا

جَبَدَا! شہزادہ عبداللطیف  
 ظالموں نے ہڈیاں بھی توڑ دیں  
 جس نے آئینِ وفا زندہ کیا  
 ”شادباش اے عشقِ خوش سودائے ما  
 لیکن آخر تک یہی کہتا رہا  
 نعمت اللہ، نور علی، عبدالحلیمؑ  
 اے طیبِ جملہ علت ہائے ما“  
 عاشقاں را صبر و آرامے گجا  
 کر گئے حقِ محبت بس ادا  
 قتل سے محفوظ تھے جو راستباز  
 توبہ از رُوئے دلآرا ما گجا  
 رات دن تلخی، مصیبت، ابتلا  
 زندگی گویا کہ قیمے کی مشین  
 آفتیں اُن پر تھیں مرنے سے سوا  
 جرمِ اُلفت میں ترے اے جانِ جاں  
 ہر طرح کا دکھ شیاطین نے دیا  
 خونِ دل کھاتے تھے روٹی کی جگہ  
 سیر بھی گر تھی تو سیرِ کربلا  
 پر یہ سب سہتے رہے تیرے لئے  
 مرچبا، صلِّ علی، صلِّ علی

گر قضا را عاشقے گردوڈ اسیر بوسد آں زنجیر را کز آشنا<sup>2</sup>

1 ان تینوں کو امان اللہ خان، امیرِ کابل نے سنگسار کیا تھا، بوجہ احمدیت کے۔

2 الہام حضرت مسیح موعودؑ

میں نے بھی دیکھا ہے اک ایسا عزیزؑ  
 تیری خاطر ہتھکڑی تھا چومتا  
 سچ بتا دے جانِ من! کیا بات ہے؟  
 اس قدر کیوں وصل مشکل کر دیا؟  
 دیکھ کر عاشق کی عالی ہمتی  
 ہر دو عالمِ قیمتِ خود گفتمؑ  
 زرخِ بالا گن کہ ارزانی ہنوز

.....(4).....

یوسفِ کنعاں کی گاہک پیر زال  
 اس سے بڑھ کر ہے عجب یاروں کا حال  
 روئی کا گالا جو اک لائی تھی وہ  
 کچھ تو اُس کے پاس تھا کہنے کو مال  
 لیک ہم تو اپنے یوسف کے لئے  
 ہاتھ خالی کر رہے ہیں قیل و قال  
 ایک دل بس کُلْھُمُ اپنی متاع  
 اور ہے بدلے میں یوسف کا سوال  
 ساتھ ہی یہ خط بھی ہے موزن  
 ہم سے بڑھ کر کون ہے اہلِ منال  
 وہ اگر ہے صاحبِ حُسن و جمال  
 ہم بھی اپنے گھر کے ہیں اہلِ کمال  
 ہر دو عالمِ قیمتِ خود گفتمؑ  
 نقدِ دل دونوں سے ہے پر قیمتی  
 زرخِ بالا گن کہ ارزانی ہنوز

.....(5).....

کیا مبارک یہ زمیں اور یہ زماں  
 آئے ان میں احمدِ والا نشان  
 برکتیں ہمراہ لائے بے شمار  
 عاشقوں نے حُسن کا پایا نشان  
 ہو گئی تیری رضا ازاں بہت  
 باغِ اُلفت سے اڑی ساری خزاں

عشر اپنے مال کا دے جو کوئی  
 مُتقی، مردِ مسلمان، سادہ دل  
 اُن کو ملتا ہے بہشتی مقبرہ  
 منزلِ شاں برتر از عرشِ بریں  
 وعدہ وصل و رضا اُن سے ہوا  
 تیری قیمت چند درہم! العیاذ  
 یا تو خود مطلوب طالب بن گیا  
 ہر دو عالم قیمتِ خود گفٹیہ  
 نیک نیت سے ہوں گر قربانیاں  
 احمدی از مخلصانِ قادیاں  
 ہے فقط اتنا ہی یارو امتحاں  
 بس نہاں اندر نہاں، اندر نہاں  
 از جنابِ حضرتِ ذی عِز و شاں  
 عقل سے بالا ہیں یہ نیرنگیاں  
 یا ہے کوئی راز پھر اس میں نہاں  
 اس قدر پھر کیوں رعایت ہو گئی  
 زرخِ بالا گن کہ ارزانی ہُوَز

.....(6).....

اے مرے اللہ! اے میری سپہر  
 ایکہ میداری تو بر دلہا نظر  
 سارے عالم کو تو ہی ہے پالتا  
 رحمتیں کثرت سے ہوں اور بار بار  
 سب جہاں جگمگ ترے انوار سے  
 حُسن سے تیرے ہے سب جوش و خروش  
 ہیں تَصْرُفِث میں ملائکِ جن و انس  
 کون ہے جو تجھ سے ہو گا خوب تر  
 ایکہ از تو نیست چیزے مُسْتَتَر  
 فضل سے اپنے ہمیں کر بہرہ و ز  
 اے مرے مالک جزا دے بیشتر  
 نُور کے پرتو فگن شمس و قمر  
 عشق کا تیرے تمامی شور و شر  
 حکم پر آقا کے ہے سب کے نظر  
 ہچو روئے تو کجا روئے دگر  
 ماچساں بندیم از دلبر نظر

تو ہے گر، سب کچھ ہے، ورنہ کچھ نہیں  
 خالق و باری مُصَوِّر تیری ذات  
 سر اٹھا سکتے نہیں اس بوجھ سے  
 حیّ و قیوم و صمد برّ و کریم  
 بخش دے میرے گناہ میرے غفور  
 عاقبت محمود از لطف و کرم  
 تیرے احسانوں سے رہتے ہیں مدام  
 شکر تیری نعمتوں کے کیونکر ہوں  
 کس طرح میں جان و دل قرباں کروں  
 جلوہ گر کر آگ اپنے عشق کی  
 احمدیت عاشقی ہے عاشقی  
 کم خور و کم گفتن و خفتن حرام  
 احمدی جو حُسن کا ہے جوہری  
 ہر دو عالم قیمت خود گفتم  
 زرخ بالا گن کہ

بات کُل اتنی ہے قصہ مختصر  
 ظاہر و باہر خفی و مُسْتَتَر  
 ہم پہ احساں ہیں مسلسل اس قدر  
 با جلال و با جمال و با خبر  
 ظاہری ہوں، خفیہ ہوں یا خفیہ تر  
 جسم و جاں محفوظ از نارِ سَقَر  
 جان قرباں، دل گداز اور چشم تر  
 ہوگئی اس بوجھ سے دُہری کمر  
 تاکہ پاؤں مہربانی کی نظر  
 جس سے پھک جائیں مرے قلب و جگر  
 آہِ سرد و رنگِ زرد و چشم تر  
 جاں بہ یار و نفسِ دُوں زیر و زبر  
 کہہ رہا ہے بر ملا اور بے خَطَر  
 جانِ من از قدرِ خود واقف نہ؟  
 کہ ارزانی ہُنوز

(الفضل 30 دسمبر 1942ء)

## نوائے تلخ

### تبلیغ

مُبلِّغِ میرے بھائی، میرے پیارے باتِ اکِ سُننا  
 توجہ گر نہیں کرتی تیری تبلیغ پر دنیا  
 نہ دل اپنا برا کرنا نہ کوشش اپنی کم کرنا  
 کہے جانا کہے جانا لگے رہنا لگے رہنا  
 مُقَدَّر ہے ترے حق میں خدا کی نُصرتیں پانا  
 ہمیشہ ذہن میں اپنے مگر مضمون یہ رکھنا  
 نوا را تلخ ترے زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی  
 حُدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی

### عبادات

اگر قاری کو قرآن سے نہ ہوتی ہو کوئی رَعْبَث  
 نمازوں میں نہ وارد ہو سُورہ و کیف کی حالت  
 اگر طالبِ کوعلمِ دین سے کچھ بھی نہ ہو نسبت  
 توجی چاہے نہ چاہے پر نہ چھوڑے مشق کی عادت  
 علاج اس کا یہی ہے بس لگے رہنا بصدِ شِدّت  
 خدا چاہے ضرور آنے لگے گی ایک دن لذت

نوا را تلخ ترے زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی  
حُدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی

دُعا

دُعا مانگو ہر اک حاجت پہ اللہ سے دعا مانگو  
ضرورت ہو جو مشکل تر تو محنت سخت تر کر دو

اگر مطلب بہت اعلیٰ ہے اُونچے تم بھی ہو جاؤ  
غرض جتنا بڑا مقصد ہے اتنی ہی دعا بھی ہو  
اگر ہوں راستے میں دُقتیں، روکیں، نہ گھبراؤ

یہی کہتے چلے جاؤ، یہی کہتے بڑھے جاؤ  
نوارا تلخ ترے زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی  
حُدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی

مالی خدمت

کمی بیشی کی فکروں میں پڑے کیوں آدمی زادہ  
کبھی فیئل و رُخ و فرزین سے بڑھ جاتا ہے اک پیادہ<sup>1</sup>  
وہی مالوں کی قُر بانی پہ ہو سکتے ہیں آمادہ  
ہیں جن کی ہمتیں عالی ہے جن کی زندگی سادہ

<sup>1</sup> فیئل، رُخ، فرزین اور پیادہ شطرنج کے مہروں کے نام ہیں۔

مئے عشق و محبت کے ہوں جو احبابِ دلدادہ

اگر تو فیت دس<sup>10</sup> کی ہو تو دے دیں بیس<sup>20</sup> یا زیادہ

نوارا تلخ ترے زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی

حدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی

توحید

مرے اللہ، مرے آقا، مرے مالک، مرے رہبر

نہ چھوڑیں گے ترا دامن کہ تجھ سے کون ہے بہتر

فقط تجھ سے ہی مانگیں گے پڑے ہیں بس ترے در پر

کہ دنیا میں گنہ کوئی نہیں ہے شرک سے بدتر

مرے اُستاد نے ہم کو کرایا تھا یہی اُڑبر

کہ سُہوائی نہ ہو یاں گر تو چیخو اور بڑھ بڑھ کر

نوارا تلخ ترے زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی

حدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی

(الفضل 3/ جنوری 1943ء)

## عَمَلُ التَّرْبِ يَعْنِي عِلْمٌ تَوْجِهٌ يَأْمُرُ بِرِزْمٍ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام اس عمل کی بابت ”ازالہ اوہام“ میں یہ موجود ہے کہ هَذَا هُوَ التَّرْبُ الَّذِي لَا يَعْلَمُونَ اس الہام اور اس کے ساتھ جو مضمون ہے اس کی روشنی میں یہ نظم کہی گئی ہے۔ اس نظم کے وزن میں اگر کہیں ٹھوکر لگے تو یاد رکھیں کہ ہر مصرع کا وزن مُسْتَفْعِلُنْ مُسْتَفْعِلُنْ مُسْتَفْعِلُنْ یا اُردو میں ”جادوگری، جادوگری، جادوگری“ ہے۔

گدی نشین، چشتی، نظامی، قادری صوفی، مشائخ پیر اور جوگی سبھی دیتے توجہ سے شفا تھے وہ کبھی ظاہر کبھی کرتے تھے کچھ جلوہ گری کہتے ہیں اس کو ”مسمریزم“ مغربی یا ”طِبُّ رُوحَانِي“ ہمارے مشرقی الہام خُذْ اِزْ كَرْدْگَارْ بِنِچْگُوں

هَذَا هُوَ التَّرْبُ الَّذِي لَا يَعْلَمُونَ

قوت نہیں یہ رُوح کے اُتوار کی طاقت ہے سب انسان کے اعصاب کی رُوحانیت اس میں نہیں ہرگز کوئی ملتی نہیں کچھ وصلِ حق کی چاشنی عیسائی، بدھ، برہمو، ہریجن، مولوی ہندو، یہودی، دہریہ، سکھ، احمدی جو بھی کرے گا مشق بن کر محنتی اُس کو ملے گی کامیابی، برتری

الہام خُذْ اِزْ كَرْدْگَارْ بِنِچْگُوں

هَذَا هُوَ التَّرْبُ الَّذِي لَا يَعْلَمُونَ

برکات ہیں اسلام کے کچھ اور ہی عرفانِ حق، عشقِ خدا، خُلقِ نبیؐ  
 الہام، غلبہ، استجابت، یآوری عامل کی یاں مرود ہے سب ساحری  
 ہو جیسے پیشہ علم و طاقت کا کوئی تقریر بازی، پہلوانی، زرگری  
 ویسا ہی پیشہ یہ بھی ہے اک دُنیوی جس میں نہیں کچھ رُوح کی پاکیزگی  
 الہام ہُد از کردگار بیچگوں

هَذَا هُوَ التَّرْبُ الَّذِي لَا يَعْلَمُونَ

خیر القروں میں سحر کی پدعت نہ تھی پر فنجِ اعوج نے یہ گڑ بڑ ڈال دی  
 بنتا نہیں اس رہ سے کوئی مُتقی ہے یاں نحوست - زرپرستی تیرگی  
 اُستاد بن سکتا ہے اک اوباش بھی مذہبِ بری اس سے، یہ مذہب سے بری  
 حاصل نہ ہو جب آسمانی روشنی سفلی عمل پھر کیوں کرے مومن کوئی  
 الہام ہُد از کردگار بیچگوں

هَذَا هُوَ التَّرْبُ الَّذِي لَا يَعْلَمُونَ

کہتے ہیں اس بارے میں یوں احمد نبیؑ اسلام نے اس کی نہیں تائید کی  
 حق نے ہمیں اک وحی کی، اور ساتھ ہی دل میں مرے اس کی کراہت ڈال دی  
 احمدؑ کے آگے چل سکے کب ساحری قرآن کے آگے ذبہ سکے کیا شاعری  
 الہام ہُد از کردگار بیچگوں

هَذَا هُوَ التَّرْبُ الَّذِي لَا يَعْلَمُونَ

(الفضل 27/ جنوری 1943ء)

## قرآن، سُنَّت اور حدیث کے مدارج

اسلام کی بنیاد تین چیزیں ہیں قرآن، سنت اور حدیث۔ حضرت مسیح موعودؑ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سُنَّت کے اصلی معنی ظاہر کر کے اور اُسے حدیث پر فوقیت دے کر اُس کا نیا معیار قائم کیا، ورنہ پہلے لوگ حدیث اور سنت کو ہم مطلب چیزیں ہی سمجھتے تھے۔ (دیکھو ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی)

اک سُناتا ہوں نکتۂ حکمت	جس سے احمدؑ کی تجھ کو ہو عظمت
جو خدا نے کہا ہے قرآں میں	اس کو حاصل ہے سب پہ فوقیت
دوسرا مرتبہ ہے سُنَّت کا	فِعْلِ حضرتؑ، تَعَامِلِ اُمَّتِ
تیسرا درجہ ہے حدیثوں کا	کہ حدیثیں ہیں قولِ آنحضرتؑ
تین ہیں یہ سُنُونِ مذہب کے	جن پہ قائم ہے دین اور مِلَّت
ان مراتب کا گر رکھو گے خیال	گر ہی سے نہ پاؤ گے زحمت
حق تعالیٰ تمہیں ہدایت دے	اور ملے تم کو علم اور حکمت
ہے یہ تجدید	حضرت مہدیؑ
اُن پہ لاکھوں سلام اور رحمت	

(الفضل 31/ جنوری 1943ء)

# تُم

علاجِ دردِ دِلِ تُم ہو، ہمارے دِلِ با تُم ہو  
 تمہارا مُدَّعا ہم ہیں، ہمارا مُدَّعا تُم ہو  
 مری خوشبو، مرا نعمہ، مرے دِل کی عِذاتُم ہو  
 مری لَذَّت، مری راحت، مری بَجَّت، شہاتُم ہو  
 مرے دلبر، مرے دلدار، گنجِ بے بہاتُم ہو  
 صنم تو سب ہی ناقص ہیں فقط کاملِ خداتُم ہو  
 مرے ہر درد کی، دُکھ کی، مُصیبت کی، دو اتُم ہو  
 رَجاتُم ہو، غِناتُم ہو، شِفاتُم ہو، رِضاتُم ہو  
 بَغامیں ہوں، وَفاتُم ہو، دُعائیں ہوں، عَطاتُم ہو  
 طَلَب میں ہوں، سَخاتُم ہو، غرض میرے پِیاتُم ہو  
 مرادِ نِ تُم سے جگمگ ہے، مری شبِ تُم سے ہے جھم جھم  
 مرے شِصصِ اللُّحی تُم ہو، مرے بَدْرُ اللُّجے تُم ہو  
 سَچھائی کچھ نہیں دیتا، تمہارا گر نہ ہو جلوہ  
 کہ دِل کی روشنی تُم ہو، اور آنکھوں کی ضیاء تُم ہو  
 ”ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرارِ لاعلمی“  
 وہ عَلَّامُ الْغُیُوبِ اور واقِفِ سِرِّ وَخَفَاتُم ہو

بہت صِیقِل کیا ہم نے جلا دیتے رہے ہر دم  
 کہ تا اس دِل کے آئینے میں میرے رُو نما تُم ہو  
 کہاں جائیں؟ کدھر دوڑیں کسے پوچھیں کہاں پہنچیں  
 بھٹکتوں کو سنبھالو، ہادی راہِ ہدی تُم ہو  
 تُم ہی مخفی ہو ہر لے میں، تُم ہی ظاہر ہو ہر لے میں  
 اَزَل کی ابتدا تُم ہو، اَبَد کی اِنہا تُم ہو  
 اَلَسْتُ پُشتِ آدم میں کہا تھا جس کو وہ میں تھا  
 سنا قولِ یلی جس نے وہ میرے رَبِّنا تُم ہو  
 تباہی سے بچا کر گود میں اپنی مجھے لے لو  
 کہ فانی ہے یہ سب دنیا، بس اک رُوح بقا تُم ہو  
 میں شا کر گر ہوں نعمت کا، تو صابر بھی مصیبت پر  
 کہ اُلْفَت کی جزا تُم ہو، مَحَبَّت کی سزا تُم ہو  
 ہر اک خُو بی مری فیضِ خداوندی کا پرتو ہے  
 خرد حکمت، بصیرت، معرفت، ذہن رسا تُم ہو  
 ”مرا ہر جا کہ مے پیئم، رُخ جاناں نظر آید“  
 حیاتِ جسم، نورِ رُوح، عالم کی ضیا تُم ہو  
 لگایا عشق ہم سے خود تو پھر ہم بھی لگے مرنے  
 تمہارے مُبْتَدَا ہم تھے، ہمارے مُنْتہَا تُم ہو

عنایت کی نظر ہو کچھ کہ اپنی ہے حقیقت کیا  
 تمہاری خاکِ پاہم ہیں، ہماری کیمیا تم ہو  
 بھنور میں میری کشتی ہے بچا لو غرق ہونے سے  
 حوالے یہ خدا کے ہے اب اس کے ناخدا تم ہو  
 ”شبِ تاریک و بیم مؤج و گردابے چنیں ہائل“  
 مصائبِ خواہ کتنے ہوں ہمارا آسرا تم ہو  
 ہر اک ذرے میں جلوہ دیکھ کر کہتی ہیں یہ آنکھیں  
 تم ہی تم ہو، تم ہی تم ہو، خدا جانے کہ کیا تم ہو<sup>1</sup>  
 نہ تم اس ہاتھ کو چھوڑو، نہ ہم چھوڑیں گے یہ دامن  
 غلامِ میرزا ہم ہیں، خدائے میرزا تم ہو  
 الہی بخشش دو میری خطائیں میری تقصیریں  
 کہ غَفَّارُ الذُّنُوبِ اور ماجی جرم و خطا تم ہو  
 مناجاتیں تو لاکھوں تھیں مگر اک جنبشِ سر سے  
 پسند اس کو کیا جس نے وہ میرے کبریا تم ہو

(الفضل 2/ فروری 1943ء)

1 یہ مناجات بنا کر میں ایک دن آدھی رات کو اسے پڑھ رہا تھا جب اس شعر پر پہنچا تو مجھے انوار و برکات اور قبولیت کا بشدت احساس ہوا۔ اس پر میں نے اسی وقت آخری شعر میں اس کا ذکر کر کے مناجات کو مکمل کر دیا اور اسے الفضل میں چھپنے کے لئے بھیج

## ہمارا آفتاب

(26 مئی 1908 کی یاد میں)

اس نظم میں قرآن مجید کی ایک آیت حسی تَوَارِثِ بِالْحِجَابِ (ص: 33) بار بار آتی ہے، اس کے معنی ہیں ”یہاں تک کہ وہ (سورج) چھپ گیا“ یہاں ہر بند میں یہ آیت حضرت مسیح موعودؑ کے لئے استعمال کی گئی ہے۔ سوائے نمبر 7 اور نمبر 9 والے بند کے۔ جہاں یہ نفس اور دُنیا کے لئے ہے۔ آفتاب (شمس) اور نفس اور دنیا تینوں عربی زبان میں مؤنث استعمال ہوتے ہیں۔

افسوس! میرا آفتاب، وہ مہدی والا خطاب  
روشن کیا جس نے جہاں، با صد ہزاراں آب و تاب  
ہم عشق میں سمجھا کئے، یا پڑ گئے دل پر حجاب  
زندہ رہے گا تا ابد، چمکے گا تا یوم الحساب  
دھوکا رہا آخر تک - حتی تَوَارِثِ بِالْحِجَابِ

حُسن وہ میرا آفتاب وہ عیسیٰؑ عالی جناب  
ہر دم قلم اُس کا رہا مصروفِ تَضَیْفِ کِتَابِ  
تجدید کی اسلام کی بتلا دیا جو تھا خراب  
عیسائی، برہمؤ آریہ سب اُس کے آگے لاجواب  
لڑتا رہا وہ پو مگھا - حتی تَوَارِثِ بِالْحِجَابِ

میرا پیارا آفتاب یا چودھویں کا ماہتاب  
اسلام کے دکھ درد سے ہوتا تھا دل جس کا کباب  
تبلیغِ حق، عشقِ خدا - تعلیم کا لُبُّ لُبَاب  
بننے تھے پیکرِ نور کے صحبت میں جس کی شیخ و شہاب  
فیضان تھے جاری یہ سب - حتیٰ تَوَارِثِ بِالْحِجَاب  
شمسُ الضُّحٰی وہ آفتاب - وہ صاحبِ فَضْلِ الْخِطَاب  
دکھلا گیا زندہ خدا، زندہ نبی، زندہ کتاب  
ذہنیتیں تبدیل کیں کر دی حقیقت بے نقاب  
سیراب سب کو کر گیا وہ خیر و برکت کا سحاب  
چلتا رہا یونہی حساب - حتیٰ تَوَارِثِ بِالْحِجَاب  
نورِ نظر وہ آفتاب وہ طوطیٰ حاضرِ جواب  
اک نغمہٗ مَسْحُورِ گُن گویا ملائک کا رُبَاب  
خوشبو کی لپٹیں چار سو جیسے کہ جنت کا گلاب  
ہم مست تھے اور بے خبر - ساقی تھا یا جامِ شراب  
پیتے گئے بس بے حساب - حتیٰ تَوَارِثِ بِالْحِجَاب  
روحانیت کا آفتاب دُنیا میں چمکا بے حجاب  
وہ حُسنِ جس کے سامنے سارے حسین تھے آبِ آب

آئی اجل اتنی شتاب گویا کہ اک دیکھا تھا خواب  
ہم کو بھلا تھی کیا خبر ہیں وہ کھڑے پاؤں رکاب  
بے فکریوں میں ہم رہے۔ حتیٰ تَوَارِثِ بِالْحُجَابِ  
وہ آسمانی آفتاب وہ مظہرِ ختمی مآبِ  
جب آ گیا حکمِ قضا بس ہو گیا زیرِ ثراب  
دنیا ئے فانی ہے سَراب اور زندگیِ مِثْلِ حُجَابِ  
یاں آئے ہیں سب اس لئے تا کچھ کمالیں دیں، ثواب  
کچھ پاک کر لیں نَفْسِ کو۔ حتیٰ تَوَارِثِ بِالْحُجَابِ

یا رَبِّ ہمارا آفتابِ صلِّ علیہ بے حساب  
مجلس میں تھے جو باریاب، تھے بامراد و کامیاب  
تقویٰ کی تھی منہ پر نقابِ دلِ عشق میں تیرے کباب  
مخمور تھے مدہوش تھے۔ قُرْبَانِیاں تھیں لاجواب  
چلتا رہا دورِ شراب۔ حتیٰ تَوَارِثِ بِالْحُجَابِ

احمد نبی تھا آفتابِ کیسی دَمک کیا آب و تاب  
اے دوستو ہمت کرو، خدمت کرو، لے لو ثواب  
نُصرت کرو محمود کی برپا کرو اکِ اِنْقِلَابِ  
اسلام تا زندہ رہے روشن رہے یہ آفتاب  
دنیا کے آخر دن تک۔ حتیٰ تَوَارِثِ بِالْحُجَابِ

آمین

## ناسخ و منسوخ

جس قدر قرآن ہے ہاتھوں میں تیرے اے عزیز!  
وہ عمل کرنے کے قابل ہے ہمارے سب کا سب  
نسخ ہو احکامِ وقتی میں تو ہے جائز جناب  
لیکن ایسا نسخ فرقاں میں نہیں موجود اب  
ناسخ جملہ کتب، وہ آخری کامل کتاب  
اُس کو تو منسوخ کہہ دے! شرم کراے بے ادب  
اور اگر پوچھو کہ قرآن میں کہاں ہے یوں لکھا  
پھر تو ہو جاتا ہے تو سنتے ہی مَغْلُوبُ الْغَضَبِ  
آیتیں مَصْحَفِ کی ردی ہیں اگر اے بے نصیب  
تب تو تو نے کر دیا اسلام کو ہی جاں بَلْبِ  
پانچ سو ہیں، تین سو ہیں، سو ہیں یا ہیں پانچ سات  
کتنی گل منسوخ ہیں؟ یہ بات بھی ہے حل طَلَبِ  
کیا اسی برتے پہ ہو تم مدعی ایمان کے  
دین کو لہو و لعب تم نے بنایا ہے عجب  
ایک فرقاں ہے جو شک اور ریب سے وہ پاک ہے  
بعد اس کے جو بھی ہے۔ ہے ظنِّ غالبِ سب کا سب

ہے اگر ہمت دکھا دے ایک ہی آیت فقط  
 جس پہ ہو سکتا نہ ہو بالکل عمل - اے بوالعجب  
 کچھ کلام اللہ کے حصہ کو سمجھا ہے تو لغو  
 پھر وہی لوگوں کو ہے خود ہی سناتا روز و شب  
 پھر یہ مشکل ہے کہ اس کا بھی پتہ چلتا نہیں  
 کون سی آیت ہے ناسخ کون سی منسوخ اب  
 دو مخالف آیتوں میں کس کا تھا پہلے نزل  
 کون سی پچھلی ہے؟ ہو سکتا ہے یہ معلوم کب؟  
 ایک شوشہ بھی نہیں منسوخ اس قرآن کا  
 کہہ گئے دیں کے مجدّد مہدیٰ و عیسیٰ لقب  
 حضرت احمد نبی نے خوب یہ تجدید کی  
 ورنہ خود مشکوک ہو جاتا تھا مصحف سب کا سب  
 مولوی صاحب! شکایت منکروں کی کیا کریں  
 جب لگا دی آپ نے اسلام میں خود ہی نقب  
 ان عقائد سے سراسر پاک تھے خیر القرون  
 بیخ اعوج نے ہمارے سر پہ یہ ڈھایا غضب  
 گھر کا بھیدی ڈھائے لٹکا - ہیں ہمارے یہ بزرگ  
 دے ہدایت ان کو تو اور رحم کر اے میرے رب

## دُعائے سکھ

دنیا میں دُکھ، عُقشی میں دُکھ، دُنیا میں سکھ، عُقشی میں سکھ  
 دنیا میں دُکھ، عُقشی میں سکھ، دُنیا میں سکھ، عُقشی میں دُکھ  
 ہیں چار قسمیں خَلق کی - تقسیم ہے تقدیر کی  
 پر اصل دُکھ عُقشی میں دُکھ اور اصل سکھ عُقشی میں سکھ  
 مخلوق ہے وہ بدترین، دُکھ میں جو ہو دونوں جگہ  
 قسمت ہے ان کی خوش ترین؛ جن کو ہو دونوں جا میں سکھ  
 اکثر مگر ایسے ہیں لوگ، جن کو ہے یاں دُکھ یا وہاں  
 مومن کو کچھ دنیا میں دُکھ، کافر کو ہے عُقشی میں دُکھ  
 ایسے بھی ہیں جن کو ہے سکھ یا اس جگہ یا اُس جگہ  
 کافر کو ہے دُنیا میں سکھ، مومن کو ہے عُقشی میں سکھ  
 یارب! ہر اک دُکھ سے بچا اور کر عطا ہر جا میں سکھ  
 دُنیا میں اور عُقشی میں سکھ، امروز اور فردا میں سکھ  
 کر فضل و احساں اس قدر دُکھ سے رہیں محفوظ ہم  
 دے برزخ و محشر میں سکھ اور جنت الماویٰ میں سکھ  
 آمین

# إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ

قتل کیوں کرتے ہو؟ زید دیدہ نگاہوں سے مجھے حکم فرماؤ تو سرکاٹ کے رکھ دوں اپنا  
یا اجازت ہو تو خود اپنے ہی سینہ سے نکال دل ہی قدموں میں تمہارے جو گرا دوں اپنا  
لطف آجائے، اگر اس جیب کو خالی کر کے مال سرکار کے سر پر سے لٹا دوں اپنا

## عاجزانه دُعا

اے خدایا، اے میرے رب، رَبُّ الْوَرَىٰ میں ہوں بیکار اور تُو ہے کبریا  
ظاہری حرفوں میں ہے گو اشتراک فرق ہے معنوں میں پر بے انتہا  
رَبَّنَا! کرتا ہوں تجھ سے ہی دُعا مُشْتَرِك ہونے کی عِزَّت کو نبھنا  
اپنے گھر جنت میں کر مجھ کو شریک اور جدائی کے جہنم سے بچا  
گرچہ ہوں بیکار پر کر دے مجھے جیسے قَالُوا کا اَلْفِ مُوسَىٰ کی یَا  
ہو بہشتی مقبرہ میں میری قبر قُرب پاؤں مہدی موعود کا  
رَبَّنَا! رحمت سے بیڑا پار کر  
از طفیل حضرت خیرالوریؑ

(الفضل 16 فروری 1943ء)

1 چند روز ہوئے میں سو رہا تھا کہ یکدم نیم خوابی اور نیم بیداری کی سی حالت طاری ہو

گئی۔ اور میں نے معلوم کیا کہ میں یہ مصرع بار بار پڑھ رہا ہوں ع ”میں ہوں بیکار اور تو ہے کبریا“۔ ساتھ ہی مجھے خیال آیا کہ بیکار اور کبریا میں بھلا کیا جوڑ ہے؟ اس سوال کا جواب بھی معادل میں آگیا یعنی یہ کہ وہی ب، ی، ک، ا، ر پانچ حروف ہیں جن سے یہ دونوں لفظ بنے ہیں اس لئے یہ دونوں لفظ مشترک الحروف ہیں اگرچہ معنوں میں کس قدر بھاری اختلاف ہے۔ ایک ترکیب ان حروف کی انسان کی ادنیٰ ترین حالت کا اظہار کرتی ہے اور دوسری ترکیب اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ ترین مقام کا، پھر میں نے اسی نیم خوابیدہ حالت میں سوال کیا کہ واقعی جب میں بیکار بے مصرف اور نالائق ہوں تو ایسے انسان کی نجات اور مغفرت کی کیا امید اور کیا سبیل ہو سکتی ہے؟ اس کے جواب میں فوراً ایک دوسرا مصرع زبان پر بشارت جاری ہو گیا جیسے قالوا کا الف موسیٰ کی یا (یعنی قالوا کا الف اور موسیٰ کی یا بھی تو بالکل بیکار ہیں اور بولنے میں نہیں آتے۔ مگر غور کر کے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ بغیر ان کے یہ لفظ صحیح لکھے بھی نہیں جاسکتے اور اگر لکھے جائیں تو غلط ہے پس اگرچہ یہ سچ ہے کہ تو واقعی بیکار اور بے مصرف وجود ہے مگر ہماری بادشاہت میں رحم اور مغفرت کے اظہار کے لئے تیرے جیسے آدمیوں کی بھی ضرورت ہے جن پر ہم بلا کسی عمل اور کام کے فضل کریں اور نکتے بادشاہی احمدیوں کی طرح ان کی شکم پروری کیا کریں اور انہیں دوسرے لائق، کامی اور مختی کارکنان کے ساتھ وابستہ کر کے محض اپنے فضل سے ہی نجات دیں) باقی حصہ نظم کا میں نے اٹھ کر اسی وقت نظم کر دیا۔

## اپنا رنگ

پہلے مرے کلام میں تھا عاشقانہ رنگ  
 یعنی بنا شراب سے مِکسچر کونین کا  
 پیری کے اور شباب کے گل تو کھلا چکے  
 صوفی وہ ہے کہ علم بھی ہو اور خرد بھی ساتھ  
 عادت تھی اک گناہ کی - دل ہو گیا سیاہ  
 اے نُورِ مَغْفَرَت! ترے قربان جانیے  
 ’خُسنَا‘ کا کچھ سنا تھا مگر وہ بھی دنگ ہو  
 جو ”معجزات سُنتے ہو، قصوں کے رنگ میں“  
 دُنیا کے ناچ رنگ تو سب رنگ میں ہیں بھنگ  
 ایک رنگ باصفا ہو مری جاں - کہ خوب تر  
 بے رنگ و شکل جسم و مکاں تیری ذات تھی  
 جبروت سے تمہاری نکلتا ہے دم یونہی

پر اب بَدَل کے ہو گیا کچھ ناصحانہ رنگ  
 ساتی پہ یا چڑھا ہے نیا واعظانہ رنگ  
 جنت میں اے خدا! مجھے دے والہانہ رنگ  
 کچھ زاہدانہ رنگ ہو کچھ عاقلانہ رنگ  
 صابونِ توبہ خوب ملا پر گیا نہ رنگ  
 تو نے کیا وہ صاف جو ہم سے چھٹانہ رنگ  
 ”نُصرت جہاں“ کا دیکھے اگر خواہرانہ رنگ<sup>1</sup>  
 زندہ یقیں کا اُن سے ہو پیدا ذرآنہ رنگ  
 خوش رنگ سب میں رنگ ہے بس مومنانہ رنگ  
 قوسِ قُزح کے رنگ سے ہے صُوفیانہ رنگ  
 پر جلوۂ صفات سے کیا کیا کھلا نہ رنگ  
 پھر کیوں مجھے دکھاتے ہو یہ قاہرانہ رنگ

1 خُسنَا حضرت عمرؓ کے زمانہ کی ایک عرب خاتون تھیں جنہوں نے اپنے بھائیوں کے  
 پُر اثر مرثیے لکھ کر اُن کو عربی بولنے والی قوموں میں زندہ جاوید بنا دیا ہے لیکن حضرت  
 ائمان جان نصرت جہان کا تعلق اُن کے بھائیوں کے نام کو آئندہ زمانہ میں عرب اور عجم  
 میں تاقیامت زندہ رکھے گا۔ (انشاء اللہ)

رنگِ خودی جو چھوڑا تو ہرنگِ حق بنے تیرا چڑھا ہے رنگ۔ جب اپنا رہا یہ رنگ  
 بہتر ہے ہر ادا سے تری رحم کی ادا ہر رنگ سے ہے خوب مرا عا جزانہ رنگ  
 یہ جبر و اختیار کے جھگڑے فضول ہیں عالم پہ چھا رہا ہے ترا مالکانہ رنگ  
 رنگت کو اپنی تجھ سے ملایا کئے مُدام افسوس تیرے رنگ سے پر مل سکا نہ رنگ  
 یارب! دکھا دے فضل سے رنگینی جمال کچھ دلبرانہ حُسن۔ تو کچھ حُسنانہ رنگ

جب دل عطا کیا ہے تو کر رنگ بھی نصیب  
 رچ جائے جان و دل میں مرے عارفانہ رنگ

## اُن کا رنگ

دکھلایا قادیان نے جب مُعجزانہ رنگ لاہور نے بھی پیش کیا ساحرانہ رنگ  
 صالح تھے اور نیک تھے جو بعض آشنا افسوس! ان پہ چڑھ گیا اب باغیانہ رنگ  
 پیدا ہوئے ہیں مُصلِح موعود گو کئی لیکن ”میاں“ کے آگے کسی کا جمانہ رنگ  
 اے ہم نشیں! بتا وہ مُجدّد تھا یا رسول دکھلاتا جو ہمیشہ رہا مرسلانہ رنگ  
 برتر گمان و وہم سے احمد کی شان تھی اس کا تو اے عزیز! تھا شاہنشاہانہ رنگ  
 ”الحاج“ خود کو کتنا ہی کہتا پھرے کوئی مجرم ہے پھر بھی اس میں ہو گرافساقانہ رنگ  
 کیونکر بناؤں پیر میں اپنا اُسے، کہ جو چلتا بنا دکھا کے ہمیں سارقانہ رنگ  
 رکھ کر کتابیں سامنے، تصنیفیں خوب کیں اچھا ہے میرے دوست، ترا مُنشیانہ رنگ

غصہ تو ہم پہ، گالیاں مُرشد کو اپنے دیں حیف، ایک احمدی کا ہو یہ سُو قیانہ رنگ  
تُو، اور ہم کو پپر پرستی کا طعنہ دے! جا دیکھ اپنے بُت کا ذرا آمرانہ رنگ  
کہتے تھے ہم تو لاکھوں ہیں اب اڑ گئے کہاں بگڑے کسی کا یوں تو، مرے اے خدا، نہ رنگ  
غیروں سے جا ملے کہ ملے عزّت اور مال اگلا بھی رنگ کھویا نہ چندہ ملا نہ رنگ  
پوری ہوئیں مسیح کی سب پیشگوئیاں جو جو دکھا رہا ہے تمہیں اب زمانہ رنگ  
”کب تک رہو گے ضد و تعصب میں ڈوبتے“ کب تک چلے گا آپ کا یہ حاسدانہ رنگ  
”دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا“ محمود کا تو کافی ہے یہ معجزانہ رنگ  
پھر آ کے پاس بیٹھو ہمارے حبیب کے  
جس نے تمہیں دیا تھا کبھی صالحانہ رنگ

(الفضل 24 فروری 1943ء)

1 یعنی حضرت خلیفہ ثانی میاں بشیر الدین محمود احمد

2 وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔

## ہو نہیں سکتا

”علاج دردِ دل تم سے مسیحا<sup>1</sup> ہو نہیں سکتا“  
 تم اچھا کر نہیں سکتے، میں اچھا ہو نہیں سکتا“  
 مرض پیدا کیا جس نے وہی اپنا معالج ہے  
 نظر وہ لطف کی کردے، تو پھر کیا ہو نہیں سکتا؟  
 ”نہیں محصور ہرگز راستہ قدرت نمائی کا“  
 نہ کہہ سکتا ہے یہ کوئی کہ ”ایسا ہو نہیں سکتا“  
 خدا سے عشق کو مانگا کرو دائم کہ یہ نعمت  
 سماوی نُور ہے دُنیا میں پیدا ہو نہیں سکتا  
 کرم فرماؤ۔ آ جاؤ تم ہی اس خانہِ دل میں  
 کہ قبل از مرگ واں آنا ہمارا ہو نہیں سکتا  
 رقیبوں کی نہ ہو محفل تو جی اپنا نہیں لگتا  
 کہ جو تیرا نہ ہو جاناں، وہ میرا ہو نہیں سکتا  
 جو خود کو عبد کہتا ہو فقط منہ سے وہ کاذب ہے  
 نہ ہو قربان جو اُس پر وہ بندہ ہو نہیں سکتا  
 عجب لذت ہے نیکی میں عجب شیرینی تقویٰ میں  
 کہ ان کا کوئی بھی پہلو ہو، پھیکا ہو نہیں سکتا  
 یہ مرضی اُس کی اپنی ہے۔ نظر گر مہر کی کردے  
 کہ دلبر سے محبت کا تقاضا ہو نہیں سکتا  
 ارے عیسائیو! اَب<sup>2</sup> کی جگہ تم رب کہو اس کو  
 نہ ہوا تماں کا جو شوہر وہ ابا ہو نہیں سکتا  
 نشانوں کو بھی دیکھے پر نہ مانے احمدیت کو  
 مخالف اس قدر کوئی بھی اُندھا ہو نہیں سکتا  
 بنی فارس کے آگے، آپ ہیں کس باغ کی مُولی  
 سوا محمود کے کوئی خلیفہ ہو نہیں سکتا  
 شقی ازلٰی نہیں بنتا سعید اے دوست کوشش سے  
 جو سہ شنبہ<sup>3</sup> ہے وہ ہرگز دوشنبہ<sup>4</sup> ہو نہیں سکتا

1 یہاں مسیحا سے مراد طیبِ حاذق ہے یعنی جسمانی طیب

2 اَب بمعنی باپ۔ 3 سہ شنبہ یعنی منگل کا دن، مراد منحوس آدمی اور وہ انسان جو

”مبارک دوشنبہ“ یعنی مصلح موعود کا مقابلہ کرتا ہے۔ 4 دوشنبہ یعنی ”مبارک دوشنبہ“

اس سے مصلح موعود مراد ہے یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی۔

نہیں جائز، زُباں کھولے تو کُنْہِ ذاتِ باری میں خدا کیسا ہے؟ کیا ہے؟ کیوں وہ ایسا ہو نہیں سکتا؟  
 اَنَا لَمْ أُجِوِدْ سِے اپنا پتہ دیتا ہے خود مولیٰ خدا وہ ہو نہیں سکتا، جو ”خود آ“ ہو نہیں سکتا  
 ذرا سی پھونک، کر دیتی ہے میلا شیشہ دل کو پر اِسْتِغْفَارِ دَائِمٍ ہو، تو دُھند لا ہو نہیں سکتا  
 کرو تبلیغ، دوچندے، دُعا ہو غلبہ دیں کی کہ احمد کا سپاہی تو عِکْمًا ہو نہیں سکتا  
 الہی! فضل کر، تا احمدیت کی ترقی ہو  
 بغیر اس کے اندھیرا ہے، گزارا ہو نہیں سکتا

(الفضل 9 مارچ 1943ء)

## دُعَاۓ مَن

یہ دُعا صرف انفرادی ہی نہیں بلکہ جماعتی رنگ میں بھی مانگی گئی ہے۔ اس کا وزن بھی غیر معمولی ہے یعنی ہر مصرع کا وزن مَفَاعِلُنْ مَفَاعِلُنْ یا اُرْدُو میں ”کہاں گیا، کہاں گیا“۔

خداۓ مَن خداۓ مَن، دوائے مَن شِفَاۓ مَن  
 قبائے مَن رِداۓ مَن، رَجَائے مَن ضِیَاۓ مَن  
 قبول گن دُعاۓ مَن، دُعاۓ مَن نِداۓ مَن  
 نِداۓ مَن ”تو اے مَن، تو اے مَن صدائے مَن

میں بندہ ہوں ترا غریب، تو ہے مرا خدا عجیب  
 میں دور ہوں تو ہے قریب، میں مانگتا ہوں اے مجیب

تو ہی دوا، تو ہی طبیب، تو ہی مُجَبِّ تُو، ہی حبیب

خدائے من، خدائے من، قبولِ گن دُعائے من

زمین و آسماں کا نُور، مکاں و لامکاں سے دُور

ہمہ صِفَتْ، ہمہ سُرو، خدائے ذُو الْجَلالِ طُور

قبول کر دُعا ضرور، مرے خدا، مرے غَفور

خدائے من، خدائے من، قبولِ گن دُعائے من

معاف کر سزا مری، گناہ مرے جفا مری

قبول کر دُعا مری، صدا و اِتجا مری

کہ بخشتا نہیں کوئی، سوا ترے خطا مری

خدائے من، خدائے من، قبولِ گن دُعائے من

ہماری تو پُکار سُن، صدائے اَشکبار سُن

نوائے بیقرار سُن، ندائے اِضطرار سُن

دُعائے شرمسار سُن، اے میرے نغمگسار سُن

خدائے من، خدائے من، قبولِ گن دُعائے من

گناہ سے ہم کو دُور رکھ، دِلوں کو پُر زِ نُور رکھ

نشے میں اپنے چُور رکھ، ہمیشہ پُر سُور رکھ

نظرِ کرم کی ہم پہ تُو، ضرور رکھ، ضرور رکھ

خدائے من، خدائے من، قبولِ گن دُعائے من

پڑھیں کلامِ حقِ بَشوق، عبادتوں میں آئے ذُوق

اُتار غفلتوں کے طُوق، اُڑیں فضا میں فُوق فُوق

یہ مسجدیں ہیں تیرے گھر، ہم ان میں جائیں جو بق جو بق  
 خدائے من، خدائے من، قبول گن دُعاے من

ترقیوں کا جام دے، مسرتوں کا جام دے  
 نجات کا پیام دے، کشف دے، کلام دے  
 حیات دے، دوام دے، فلاح دے، مرام دے  
 خدائے من، خدائے من، قبول گن دُعاے من

پدائتیں، گرامتیں، حکومتیں، خلافتیں  
 شہادتیں، صدقتیں، نبوتیں و لائیتیں  
 بصیرتیں، درایتیں، لیاقتیں، سعادتیں  
 ملیں ہمیں خدائے من، قبول گن دُعاے من

بلندیاں خیال کی، ترقیاں کمال کی  
 تجلیاں جمال کی، فراخیاں نوال کی  
 بڑھوتیاں عیال کی، شجاعتیں رجال کی  
 بدہ<sup>1</sup> بہ ما، خدائے من، قبول گن دُعاے من

دوائے دل شفاے دل، جلاے دل، صفاے دل  
 وفاے دل، سخاے دل، ہداے دل، ضیاے دل  
 مرادہ، خدائے دل، مُراد و مُدعاے دل  
 خدائے من، خدائے من، قبول گن دُعاے من

فُنون دے، علوم دے، فتوح دے، رُقوم دے  
 جو نسل بالعموم دے، وہ مہر و مہ، نُجوم دے  
 نئے مباحین کا، ہر ایک جا ہُجوم دے  
 خدائے من، خدائے من، قبول گن دُعاے من

نوا، صدا، دُعا، بکا، حیا، وفا، غنا، سخا  
 عطا، جزا، ہدی، تفتی، فنا، بقا، لقا، رضا  
 مرے خدا، مرے خدا، بدہ بما، بدہ بما  
 خدائے من، خدائے من، قبول گن دُعاے من

ترے وہ دیں کی خدمتیں، تری وہ خاص برکتیں  
 تری عجیب نُصرتیں، تری لذیذ نعمتیں  
 تری لطیف جنتیں، غرض تری محبتیں  
 نصیب ہوں خدائے من، قبول گن دُعاے من

الہی عفو و مغفرت، خدایا قرب و معرفت  
 مناسبت، مشاہدت، مکالمت، مخاطبت  
 مطابقت، موانست، ملیں ہمیں بعافیت  
 خدائے من، خدائے من، قبول گن دُعاے من

یہ قلب پُر اُمید ہے، مُسرتیں ہیں، عید ہے  
 بشارت و نوید ہے، کہ خاتمہ سعید ہے  
 نہیں یہ کچھ عجب، کہ تو، حمید ہے، مجید ہے  
 خدائے من، خدائے من، قبول گن دُعاے من

یَا یَا، نِگارِ مَنْ، گِلِہِ گِلِہِ، بہارِ مَنْ  
 پِنہِ پِنہِ، حِصارِ مَنْ، مددِ مدد، اے یَاِ مَنْ  
 بِرِ بہشتیِ مقبرہ، پِنائے گُنِ مزارِ مَنْ  
 خدائے مَنْ، خدائے مَنْ، قبولِ گُنِ دُعائے مَنْ

دُرودِ مصطفیٰؐ پہ ہو، صلوةِ میرزاؑ پہ ہو  
 سلامِ مُقتداؑ پہ ہو، دُعا ہر آشنا پہ ہو  
 جو اپنا کارساز ہے، توکلِ اُسِ خدا پہ ہو  
 خدائے مَنْ، خدائے مَنْ، قبولِ گُنِ دُعائے مَنْ  
 آمین

(الفضل 12 / مارچ 1943ء)

## احمدیت<sup>1</sup>

مِل گئی جس کو احمدیت ہے اُس پہ حق کی کمال رحمت ہے  
 دِل میں تیری اگر مَحَبَّت ہے ساتھ ہی رُعب کی بھی ہیت ہے  
 ذات ہے ایک بے حسابِ صِفات تیری وَخَدت میں رَنگِ کثرت ہے  
 اتنی مخلوق - سب میں تیرا نُور یعنی کثرت میں شانِ وَخَدت ہے  
 ہر طرف ہے تُو ہی نظر آتا جلوۂ حُسن کی وہ شِدّت ہے

(1) پہلے ایڈیشن میں اس نظم کا عنوان تھا ”ہے“۔ مگر حضرت میر صاحب نے بعد میں

اس عنوان کو بدل کر ”احمدیت“ رکھا تھا۔

خوان پر تیرے دوست اور دشمن  
کفر و عصیاں کی مجھ میں ہے عِلّت  
ساری خوشیاں ہیں وصلِ جاناں میں  
ہے ہدایت اُسی کی جاذب سے  
گُن کہا اور پِپا ہوا عالم  
ہے وُجودِ حکیم یوں ثابت  
ایسے معبود سے خدا کی پناہ  
جب وہ مصروفِ عیش و عشرت ہو  
اُس کو کیونکر کہیں گے پر میشر  
جان سے مار دیں جسے دشمن  
ہو جو محتاجِ روح و مادہ کا  
جو نہ ہو اک گمہار سے بڑھ کر  
ایسے ایشر کی کیا ضرورت ہے

حق تعالیٰ کی دوستی کا نشان  
ہمکلامی ہو اپنے مالک سے  
ہو کے معشوق بات تک نہ کرے  
اُس کی کرسی کا، عرش کا مطلب  
اُس کی تائید اور نُصرت ہے  
یہ غلامی کی اپنی غائت ہے  
یہ تو بالکل خلافِ فطرت ہے  
علم ہے اُس کا اور حکومت ہے

شرکِ اسباب ترک کر اے یار! سب سے مخفی یہی نجاست ہے  
 جس کا کھانا اُسی پہ عُرّانا کفر سَو لعنتوں کی لعنت ہے  
 میں جو ہو جاؤں تجھ سے خود راضی یہ رَضا کی تری عَلامت ہے  
 میری بد عملیوں میں سب سے بُری میرے محسن! تری شِکایت ہے  
 مجھ کو کیا عُذر واپسی میں ہے میری ہر شے تری اَمانت ہے  
 ہے زباں ایک - شکر ہو کیونکر چار سُو یاں ہُجومِ نِعمت ہے  
 بے دُعا کے ہیں کام سب پھیکے مانگنے میں عجب حَلاوت ہے  
 مانگنا اپنے رَب سے ہے عِزّت مانگنا آدمی سے ذِلّت ہے  
 اصل مذہب خدا شناسی ہے نہ کہ اخلاق اور مُرَوّث ہے  
 جو نہ تازہ نِشان دکھلائے ایسے مذہب کی کیا ضرورت ہے  
 ایسے ایمان کا خدا حافظ جس کی قِصّوں پہ سب عمارت ہے  
 عِیشِ دنیائے دُول دَمے چند است عِیشِ عُقْشی ہی بے کدورت ہے  
 دِل رہے گرم عشقِ مولیٰ سے  
 سب سے بڑھ کر یہی ولایت ہے

رَب کا منوانا، وحی پہنچانا نام اس بات کا رسالّت ہے  
 کثرتِ غیب کثرتِ اِلہام بس یہی چیز تو نُبوّث ہے

## ق

ورنہ تھوڑا بہت تو ہر انسان  
 انتظامِ جماعتِ نبوی  
 آسانی کرنٹ (CURRENT) مل جائے  
 رنگ میں مصطفیٰ کے ہو رنگین  
 کشتیِ نوح میں جو ہے تعلیم  
 جو جماعت کہ ہو فنا فی اللہ  
 کیوں نہ مشتاق ہوں میں جنت کا  
 آدمی کیوں کیا گیا پیدا  
 شکل کو دیکھ کر نہ ہنسنا تم  
 رُوح کا حُسن جس پہ ہے موقوف  
 اَبَشِرُوا قَبْلِ مَرگ جو نہ سُنے  
 کیا مبارک وہ قلب ہے جس میں  
 آگے آگے بڑھے چلو پیارو!  
 ہے مَعَزُز وہی حقیقت میں  
 آدمی ہر طرح سے ہے کمزور  
 خاکساری بھی ہے جہلّت گو  
 گرچہ تقویٰ کی ہیں بہت شاخیں  
 سب سے بڑھ کر جو ہے وہ عِفَّت ہے

مسئلہ ہے یہ اک شریعت کا  
 ہوزیاں جس میں فائدے سے سوا  
 جب کسی کا بُروز آ جائے  
 ہے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کا مطلب  
 احمدیت کا اَوَّلِيْنَ اُصُوْل  
 جب مُقَدَّم ہو دین، دنیا پر  
 مر گئی روح ایسی اُمت کی  
 جس میں فیضان یہ رہا جاری  
 رسم کو توڑ - رسم ہے باطل  
 رنج اور خوف سے ہوئے آزاد  
 ساری قُرَبانیاں ہیں ایماں سے  
 نیکی جب ہے کہ ساتھ ہو نِیَّت

دل کی سب حالتوں میں ہے اَفْضَل

رِقَّتِ قَلْبِ كِي جَو حَالَتِ هِي

ایک سے ایک بڑھ کے ہیں اَخْلَاق  
 صدق کو سب پہ اک فضیلت ہے  
 لغو گوئی اگر حماقت ہے  
 خامشی بھی دلیل نَخْوَتِ ہے

ٹر شروئی بھی اک تکبّر ہے مسکرانا بھی اک سخاوت ہے  
 حد سے زیادہ جو ہووے سنجیدہ یہ تو بیماریِ یبوست ہے  
 جو کہے کچھ - مگر کرے کچھ اور یہ شقاوت کی اک علامت ہے  
 بات سادہ ہو یہ فصاحت ہے دل میں گھس جائے یہ بلاغت ہے  
 کر مصیبت میں بھی خدا کا شکر گر تجھے حق سے کچھ محبت ہے  
 پہلے بیٹ دُرست کر اپنی کہ مُقَدَّم عمل پہ بیٹ ہے  
 حق کے تجھ پر ہیں جس قدر انعام اُن کا گنا بھی اک عبادت ہے  
 اپنے ہر دُکھ کو تُو سزا نہ سمجھ بعض زحمت ہے بعض رحمت ہے  
 رُوح ہر جا ہے جسم کی محتاج یہ نہ ہو گر تو پھر وہ میث ہے  
 قبر ہو، حشر ہو، کہ ہو جنت ہر جگہ جسم کی ضرورت ہے  
 جسم کے ساتھ ہیں یہ جملہ حواس ورنہ پھر درد ہے، نہ راحت ہے  
 میری فطرت ہے طالبِ لذّث اس لئے میرا اجر جنت ہے  
 بات سچ ہو - مگر ہو دل آزار پیٹھ پیچھے کہو تو غیبت ہے  
 لوگ کہتے ہیں پر جسے غیبت وہ تو بہتان اور تہمت ہے  
 جو مُنافق ہو، اُس کی باتوں سے آتی مومن کو اک عفوئٹ ہے  
 ہوں ہزاروں کراہتیں بیشک سب سے مقبولِ استقامت ہے  
 ہے مُساواتِ مرد و زن دھوکا مرد کو ہر طرحِ فضیلت ہے  
 کثرتِ ازدواج ہے لازم ورنہ پھر ووٹروں کی قلت ہے

کیمیائے سعادتِ ازواج انبیاء اولیاء کی صحبت ہے  
 ہر جماعت میں ہوتی ہے اک رُوح نام جس کا دلوں کی وحدت ہے  
 جو نہی وحدت گئی، شکست آئی  
 پھر نہ ہے رُعب اور نہ طاقت ہے

پڑھ کے قرآن جو نہ روتا ہو اُس کے دل میں بہت قساوت ہے  
 روح کی جان ہے خوشی دل کی جسم کی جان اُس کی صحت ہے  
 پیٹ خالی ہو جس کا، وہ پاتا کشف و الہام کی حلاوت ہے  
 پیشگوئی ہو جس سے اک پوری سب میں سچی وہی روایت ہے  
 صرف لوگوں کے ڈر سے ترکِ گناہ دہریت کی یہ اک علامت ہے  
 جیسے پیسے روپے کی ہے چوری ویسے ہی آنکھ کی خیانٹ ہے  
 کار آمد ہیں علم دو ہی فقط ایک مذہب دُوم طبابت ہے  
 مہدیٰ وقت و عیسیٰؑ دَوراں اُس سے وابستہ اب ہدایت ہے  
 ہو چکی تھی خدا شناسی گم مل گئی پھر، یہ اُس کی بَرَکت ہے  
 جس حکومت کی ہو رعایا تو اُس کی لازم تجھے اطاعت ہے  
 احمدی ہی امام ہو تیرا ورنہ ضائع تیری عبادت ہے  
 اپنی لڑکی نہ غیر کو دیجو گر تجھے کچھ بھی دیں کی غیرت ہے  
 جو جنازہ پڑھے مُخالف کا اُس پہ افسوس اور حسرت ہے

تیرے ایمان کا جو ہے معیار جانِ من! وہ تری وصیت<sup>۱</sup> ہے  
 بعد مرنے کے گر نہ ہو فردوس  
 زندگی ساری بے حقیقت ہے

ق

نو برس میں ضرور پیدا ہو یہ خدا کی بتائی مدّت ہے  
 تین صدیوں میں مُصلِح موعود یہ محمد علی کی جدّت ہے

جنگِ طاعون زلزلے دیکھے پھر بھی عبرت نہیں ہے غفلت ہے  
 بُغضِ احمد - عداوتِ محمود یا شرارت ہے، یا حماقت ہے  
 جنگِ یاجوجِ حملہِ یاجوج ایک برپا ہوئی قیامت ہے  
 آگ، گو لگ رہی ہے دُنیا میں قادیاں میں نُزولِ رحمت ہے  
 مر کے جوہر گھلیں گے انساں کے موت کی اس لئے ضرورت ہے  
 موت کا دن ہے یومِ قُرب و وصال جیسے ہوتی عروسِ رُخصت ہے  
 سارے جاڑے کمر میں ہے زُنار<sup>۱</sup> یہ مرے کُفر کی علامت ہے  
 کیوں ابھی سے نہ حق کے ہو جائیں آخر اُس کی طرف ہی رِخت ہے

۱ یعنی بہشتی مقبرہ کی وصیت۔ ۱ میں جاڑے بھر ایک گرم جُبہ پہنتا ہوں جس میں

بجائے بٹنوں کے ایک رسی ہوتی ہے جس سے وہ بندھا رہتا ہے۔ اسے Night

gown بھی کہتے ہیں۔ اس رسی کو میں نے زُنار کہا ہے۔

اے خداوندِ من، گناہم بخش ورنہ اپنے لئے ہلاکت ہے  
 سوئے درگاہِ خویش راہم بخش یہ ترا فضل اور کرامت ہے  
 دِلستانی و دِلربائی کُن دِلبروں کی یہی علامت ہے  
 بہ نگاہے گرہ کُشائی کُن لطف فرما - تری عنایت ہے  
 روشنی بخش در دِل و جانم ورنہ اندھیر اور ظلمت ہے  
 پاک کُن از گناہِ پِشہانم میرے آقا! بہت ندامت ہے  
 در دو عالم مرا عزیز تُوئی بس کہ احسان بے نہایت ہے  
 وانچہ می خواہم از تو نیز تُوئی تاکہ جاری رہے - جو نعمت ہے

رحم کر، رحم کر، مرے پیارے  
 تُو ہی جانی ہے، تُو ہی جنت ہے

## عشق و مُشک

مُحسِن جو میرا خاص ہو اوروں کا بِالْعُموم  
 پھر کیوں نہ اُس سے عشق کی پوری کروں رُسوم  
 مشفق بھی تم، شفیق بھی تم، دِلرُبا بھی تُم  
 قُرُباں میں پھر نہ کیوں ہوں، تَصَدُّق سے گھوم گھوم  
 کاٹیں اگر چُھری سے مرا بند بند آپ  
 فُزْتُ وَرَبِّ كَعْبَه كہوں، ہاتھ پُوم پُوم

کرتا ہوں اک حسین کے ہاتھوں قبول موت  
 خوشیوں سے شاد شاد مُسَرَّت سے جھوم جھوم  
 ”ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق“  
 کو عُذ شہید - و کرد بجانِ جہاں لُوم  
 زندہ ست نامِ گنبدِ نَحْضرا زِ عشقِ یار  
 نوبت زَنَد بہ گنبدِ افراسیاب بوم

.....  
 واجب ہے آفتابِ نبوت کا انتظار  
 گرتے ہوں جب شہابِ مَلکَدَّڑ ہوں جب نُجوم  
 احمدؑ ”جری“ نے جملہ مذاہب کے پہلوان  
 اس طرح سے بھگائے کہ پسا ہوا نُجوم  
 دیکھا یہ ہم نے بزمِ مسیحا میں عمر بھر  
 آہ و بُکا کا شور تھا یا رَبَّنَا کی دھوم  
 اک آگ سی لگا گیا بس رات<sup>1</sup> رات میں  
 اُس یار کا قُوم کہ تھا مہمِنْت لُوم  
 تُوہنڈ میں بھی اُس کیلئے ہے دُعا میں سُست  
 جس پر دُروڈ پڑھتے ہیں ابدالِ شام و روم

1 رات سے مراد حضرت مسیح موعودؑ کی لیلۃ القدر یعنی آپ کا زمانہ۔

دوزخ ہے بجز یار تو دنیا ہے بے ثبات  
 جنت ہے کوئے یار - مری اصل زاد بوم  
 قُربانوں کے جوش میں تَن کا نہیں ہے ہوش  
 کہتا ہے کوئی ہم کو جہول اور کوئی ظلوم  
 اَعْدا کی مسجدوں سے نکل آئے خود ہی ہم  
 واں لَغو کچھ رُسوم تھیں، یا وَتف کی رُقوم  
 ایمان و عشق دیکھ کہ ہیں جمع ایک جا  
 وہ تلخِ قلب اگر ہے - تو یہ آتِشِ سُوم  
 ساماں ہم اپنا لائے جو تُلنے کو حشر میں  
 کچھ ذِکر و فکرِ عشق تھا - کچھ درد اور ہُموم  
 اُلفت کی برکتیں تھیں کہ صد گونہ بڑھ گئے  
 زُہاد کے فُنون سے عُشاق کے علوم  
 یا رَبِّ مری دُعائیں ہمیشہ قبول ہوں  
 اور حشر میں نہ کیجیو شرمندہ اور مَلُوم  
 آمین

## خلیفہ کی شفقت اور نظام کی برکت

اس نظم میں واوین والے مصرعے حافظ علیہ الرحمۃ کے ہیں۔ سوائے ایک کے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ 1943ء میں دو ماہ تک پنجاب کے شہروں کی مسلسل ہڑتال اور اس کے بعد کنٹرول کے نتیجے میں جن تکالیف اور مشکلات سے اہل ملک اور شہروں کے رہنے والوں کو سامنا ہوا ہے وہ خدا کے فضل سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی پیش بینی اور جدوجہد کی وجہ سے اہل قادیان کو پیش نہیں آئیں۔ فالحمد للہ

ہوئی تھی قحط کی صورت نہ قادیاں میں ابھی

کہ یوسفؑ شکر و روغن و غذا آورد

پاتھے ملک میں جب کنٹرول اور ہڑتال

ز ہر مکان غرض مند التجا آورد

نیا نظام تھا حیران ہو کے کہتے تھے

کہ کیست حاتم و ایں گندم از گجا آورد

ہر ایک گرسنہ سننا تھا یہ صدا ہر روز

”بر آرسر کہ طیب آمد و دوا آورد“

1 یوسف حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا نام ہے۔

”مُریدِ پیرِ مُغانمِ زِمنِ مرنجِ اے شیخ  
چرا کہ وعدہ تو کر دی و او بجا آؤرد“  
تُو شعرِ جوش سے کہتا ہے سوچ سوچ کے میں  
میسرست تُو ”آمد“ و مرا ”آؤرد“  
اُسی کے شعر یہاں ہو سکیں گے اب مقبول  
کہ درمیانِ غزلِ قولِ آشنا آؤرد  
”برآں<sup>۱</sup> سرم کہ دل و جاں فدائے تُو یکنم“  
چہ مستی است ندانم کے رُو بَمَا آؤرد  
الہی ڈال دے دامانِ مَغْفَرَتِ اُس پر  
”کہ اِلتجا بہ درِ دولتِ شُما آؤرد“  
یہ کاک<sup>۲</sup> ٹیل جو چکھا تو بولا اک مے خوار  
کہ بُو د ساقی و ایں بادہ از کجا آؤرد!  
بِگُفْتَمَش قَدَنی ہست و مِی فروش اُورا  
بہ قندِ حافظ و خوشبوئے میرزا آؤرد

(الفضل 7 جولائی 1943ء)

کاک ٹیل Cock Tail وہ شراب جو کئی طرح کی شرابوں کو ملا کر بنائی جاتی ہے جس طرح یہ نظم اُردو اور فارسی کے امتزاج اور حافظ علیہ الرحمۃ کے مصرعوں اور حضرت مسیح موعودؑ کے کلام کی چاشنی سے مرکب ہے۔

## خدا داری چه غم داری

اہل خانہ کو وصیت

یہ وصیت اگرچہ بظاہر ایک ذاتی معاملہ نظر آتا ہے تاہم اس کا مرکزی نقطہ یعنی خدا تعالیٰ پر ہر مصیبت اور ہر حالت میں توکل رکھنا، اس سے ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اس کے لکھنے کی یہ وجہ پیش آئی کہ اس جاڑے میں میرے دمہ کی تکلیف غیر معمولی طور پر لمبی اور سخت تر ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ اس قدر ضعفِ قلب اُس کے سبب سے لاحق ہو گیا کہ کئی دفعہ فوری طور پر موت کا خطرہ محسوس ہوتا تھا اور بہت سی راتیں میں نے ساری کی ساری بیٹھ کر کاٹی ہیں۔ اسی شدتِ مرض کی حالت میں یہ نظم کہی گئی تھی۔

الحکمة ضالة المومن اخذها حیث وجدھا

نہ رونا میرے مرنے پر نہ کرنا آہ اور زاری  
نہ ہونا صبر سے عاری مری بیگم مری پیاری  
جُدائی عارضی ہے یہ، ملیں گے اب تو جنت میں  
جُدائی پھر نہیں ہوگی۔ نہ ٹوٹے گی کبھی یاری

خدا سے لو لگی رکھنا کہ جس پر مہرباں وہ ہو  
اُسے کہتا ہے ”خوش ہو جا خدا داری چه غم داری“

مرے کمرے کو خالی دیکھ کر جی مت بُرا کرنا  
 نہ لب کانپیں نہ دل دھڑکے نہ آنسو ہوں بہت جاری  
 نہ باتیں رنج کی نکلیں۔ نہ کھانا ترک ہو جائے  
 نہ ٹانگیں لڑکھڑاجائیں۔ نہ ہو جائے غشی طاری

کلیجے کو پکڑ لینا، خدا کو یاد کر لینا

کہ سچ فرما گیا کوئی ”خدا داری چہ غم داری“

وہی رب ہے ہمیشہ سے وہی ہم سب کا مالک ہے  
 وہی ہم سب کا حُسن ہے وہی ہے خالق و یاری  
 وہی تکیہ ہمارا ہے، وہی اپنا سہارا ہے  
 نہ چھوڑیں گے قدم اُس کے چلے سر پر اگر آری

جب ایسا دوست ہو اپنا تو پھر کیوں فکر ہو ہم کو

کہ خود کہتا ہے وہ مجھ کو ”مرا داری چہ غم داری“

نہ بھولیں گی کبھی ہرگز نہ بھولیں گی کبھی ہرگز  
 تمہاری چاہتیں مخفی تمہاری خدمتیں بھاری  
 تمہاری صبر و خاموشی تمہاری شکر و خود داری  
 تمہاری محنتیں، قربانیاں، طاعات و غم خواری

ہمیشہ یاد آو گی۔ کہیں ہم ہوں جہاں بھی ہوں

یہی پیغام بھیجیں گے ”خدا داری چہ غم داری“

نہیں بندے میں یہ طاقت کہ غم کر دے کسی کا کم  
 خدا ہی ہے کرے گا جو تمہارے دل کی دلداری  
 کرو رخصت خوشی سے تم خطائیں بخش کر میری  
 مجسم ہو وفاداری - سراپا ہو نگو کاری

جو ایسی نیک دل خود ہو، اُسے کہنے کی کیا حاجت

مگر کہنا ہی پڑتا ہے ”خدا داری چہ غم داری“

وقار اپنا بنا رکھنا نہ ضائع جائے خود داری  
 کوئی کہنے نہ یہ پائے کہ ہے آفت میں بیچاری  
 خدا محفوظ ہی رکھے خوشامد سے لجاہٹ سے  
 مطاعن سے، مصائب سے، نہ آئے پیش دشواری

وہی دیتا ہے سب عزت اسی کے ہاتھ ہے ذلت

مگر نیکوں کو کیا ڈر ہے ”خدا داری چہ غم داری“

یہی مرضی ہے مولیٰ کی، یہی اُس کا طریقہ ہے  
 زمیں پر رہ چکے اتنا ہے اب زیرِ زمیں باری  
 جنازہ جا رہا ہے ساتھ ہیں افسردہ دل بھائی  
 یہی ہے ریت دُنیا کی ہمیشہ سے یونہی جاری

زمینی ساری تکلیفیں پر پتہ سے کمتر ہیں

نوائے آسماں گر ہو ”خدا داری چہ غم داری“

کبھی خیرات کر دینا بڑھاتی ہے یہ درجوں کو  
 کبھی صدقہ بھی دے دینا کہ صدقہ ہے بہت کاری  
 ہمیشہ قبر پر آنا مری خاطر دعا کرنا  
 کہ باقی رہ گئی ہے بس یہی خدمت یہی یاری

بشارت تُم مجھے دینا 'خدا دارم' چہ غم داری

جواب اندر سے میں دوں گا 'خدا دارم' چہ غم داری

اگر تقویٰ نہ چھوڑو گی فرشتے پیر دھوئیں گے

کرے گا میرا آقا بھی تمہاری ناز برداری

مرے اللہ کا وعدہ ہے تُم کو رِزق دینے کا

نہ کرنا شک ذرا اس میں نہ کرنا اُس سے غداری

مجھے کیا غم ہو مرنے کا - تمہیں کیا غم بچھڑنے کا

خدا دارم چہ غم دارم خدا داری چہ غم داری

کسی کی موت پر دعوت ضرورت ہو تو جائز ہے

اجازت ہے شریعت میں - نہیں ہے فرض سرکاری

دُعائے مَغْفَرَتِ بس ہے عزیزوں کی عزا داری

طعامِ پُر تَكْلُفِ سے نہ ہو میری دل آزاری

نہ غم کے عذر سے زردے پلاؤ فرینیاں آئیں

سبق مت بھولنا اپنا "خدا داری چہ غم داری"

یہاں مشرک یہ کہتے ہیں تکبر سے تبختر سے  
 ”پدر دارم چه غم دارم، پسرداری چه غم داری  
 غنا دارم چه غم دارم، خرد داری چه غم داری،  
 صنم دارم، چه غم دارم، درم داری، چه غم داری“

مگر مومن یہ کہتے ہیں وہ جب ملتے ہیں آپس میں  
 ”خدا دارم چه غم دارم“ - ”خدا داری چه غم داری“

خداوندِ عجب جلوہ ہے مجھ پر رحم و شفقت کا  
 کہاں تک میں کروں سجدے کہاں تک جاؤں میں واری  
 تمہارے لطف کا پڑتو مری اماں مری آیا  
 تمہاری مہر کی مظہر مری بیوی مری پیاری

”ندائے رحمت از درگاہِ باری بِشَوِّمِ ہر دم“

خدا داری چه غم داری خدا داری چه غم داری

اجل آتی ہے دھوکے سے خدا جانے کہ کب آئے  
 ہمیشہ آخرت کی اپنی رکھنا خوب تیاری  
 دعا مانگو، دعا مانگو، ہمیشہ یہ دعا مانگو  
 کہ دنیا میں نہ ہو ذلّت، کہ عقیقی میں نہ ہو خواری

أَلُوْهِیَّتْ، رَبُّوْیَّتْ، رَحْمَیَّتْ یہ کہتی ہیں

”خدا داری چه غم داری خدا داری چه غم داری“

دعائیں میرے بچوں کے لئے معمول کر لینا  
 پناہ میں بس خدا کی ہو بسر یہ زندگی ساری  
 نمازوں میں نہ ہو غفلت یہی تاکید تم رکھنا  
 کہ یہ ہے بندگی سچی یہی ہے اصل دین داری

جو بندہ اُس کا بن جائے وہ گھائے میں نہیں رہتا

ملائک تک بھی کہتے ہیں ”خدا داری چہ غم داری“

بنادے سادہ دل مومن بَلَدِ اخلاقِ تُو اُن کو  
 الہی تیری ستاری خدایا تیری غفاری  
 ہمیں خواہد نگارِ من تہید ستانِ عشرتِ را  
 نمی خواہد ز یارانش، تن آسانی دل آزاری

دُعا کو ہاتھ اٹھاتا ہوں تو کہتا ہے کوئی فوراً

میں زندہ ہوں میں قادر ہوں، مراداری چہ غم داری

خداوند! بچانا تو مرے پیاروں کو ان سب سے  
 زیاں کاری و ناداری و بیکاری و لاچاری  
 کرم سے ڈال دے اُن کی طبعیت میں ہر اک نیکی  
 نیکو کاری و غم خواری و بیداری و دین داری

کبھی ضائع نہیں کرتا تو اپنے نیک بندوں کو

جب ہی تو سب یہ کہتے ہیں ”خدا داری چہ غم داری“

بیاہنا بیٹیوں کو اِذْن سے حضرت خلیفہ کے  
تمہاری دختریں چاروں ابھی چھوٹی ہیں جو کواری  
مُقَدَّم دین ہو سب سے شرافت، علم و دانش پھر  
مُوخر ہو تجارت، نوکری، ٹھیکہ، زمینداری

سپر د اللہ کے میں نے کیا سب کو بصد رِقَّت

یقین اس بات پر رکھ کر ”خدا داری چہ غم داری“

نصیحت گوش گن جاناں کہ فانی ہے یہ سب عالم  
بنو عقی کی تم طالب، رہے دنیا سے بیزاری  
مُضوری گرہی خواہی از و غافل مشو ہر گز  
خدا دل میں تمہارے ہو ہمیشہ اے مری پیاری

سخن کز دل بروں آید نشیند لا جرم بر دل

تہ دل سے یہی نکلے ”خدا داری چہ غم داری“

جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے بس کمر کس لو  
اُٹھاؤ دل کو، لو رخصت، کرو چلنے کی تیاری  
الہی روشنی ہو قبر میں سایہ ہو محشر میں  
ٹلے دوزخ، ملے جنت، بنیں نوری نہ ہوں ناری

بشارت یہ خداوندی مجھے بھی ہو تمہیں بھی ہو

خدا داری چہ غم داری خدا داری چہ غم داری

وصیت کے ادا ہونے میں یارب کچھ نہ ہو دقت  
 نہ بعد جاں سپرُ دَن ہو جنازے کی مرے خواری  
 بہشتی مقبرے میں دفن ہونے کی اجازت ہو  
 سراپا گرچہ مجرم ہوں دکھا دے اپنی غفاری  
 سہولت اپنے بندوں کو تو ہی دیتا ہے اے مولیٰ  
 جب ہی تو ہم یہ کہتے ہیں ”خدا داری چہ غم داری“

تڑپتی روح ہے میری کہ جلدی ہو نصیب اپنے  
 ملاقات شہِ خواباں لِقائے حضرت باری  
 کھنچا جاتا ہے دل میرا بُوئے کوچہِ جاناں  
 سُرو و عاشقاں سُن کر بھڑک اُٹھی ہے چنگاری  
 یہ نغمہ ہے بزرگوں کا ”خدا دارم چہ غم دارم“  
 فرشتے بھی یہ گاتے ہیں ”خدا داری چہ غم داری“

الہی! عاقبت نیک و بوارِ حضرت احمدؑ  
 شہِ یشرب کی مہمانی - جوئے کوثر کی میخواری  
 خدا جن کے صنم ہیں وہ بھی یاں پھرتے ہیں اتراتے  
 تو پھر جن کے خدام ہو انہیں ہو کس لئے خواری

بنو ثَم سَنگِ پارس، کیمیا، ظِلِ ہما جس کے  
 کہے وہ کیا سوا اس کے ”خدا داری چہ غم داری“

## پنجاب

چہ پنجاب، انتخابِ ہفت کشور  
 اگر صورت کی دیکھو شان و شوکت  
 غریبوں تک کا کھانا گندم اور گھی  
 زمیں اچھی ہے اور نہروں کی کثرت  
 سبھی یاں چارپائی پر ہیں سوتے  
 پہنتے جوتیاں، گرگابیاں ہیں  
 جو ہیں روحانیت میں سب سے اعلیٰ  
 نہیں جامد مقلد اولڈ فیشن<sup>1</sup>  
 اگر باشندے اس کے زندہ دل<sup>2</sup> ہیں  
 خدا نے چُن لیا پنجاب کو خود  
 مسیح پاک کو مبعوث کر کے  
 اکھاڑا ہے مذاہب کا یہی مُلک  
 کہ ہے تہذیب یاں کی سب سے بہتر  
 تو سب صوبوں سے حُسن اس کا ہے خوشتر  
 ہر اک دہقاں کے گھر ہے شیر و شکر  
 غذا ملتی ہے سب کو پیٹ بھر کر  
 نہ تختوں پر، نہ مٹی پر ہے بستر  
 برہنہ پا نہیں پھرتے زمیں پر  
 تو جسمانی قویٰ میں سب سے بڑھ کر  
 ہر اک تحریک کو لیتے ہیں سر پر  
 تو خود یہ ہند کا ہے دستِ خنجر<sup>3</sup>  
 کہ دُنیا کی ہدایت کو ہو سنٹر<sup>4</sup>  
 بنایا اُس کو سب ملکوں کا لیڈر  
 نبی کا تھا یہیں آنا مُقدّر

1 اولڈ فیشن : پرانی طرز کے۔ 2 سرسید احمد خان نے یہاں کے لوگوں کو ”زندہ

دلان پنجاب“ کا خطاب دیا تھا۔ 3 دستِ خنجر یعنی ہندوستان کا بازوئے شمشیر زَن

4 سنٹر (Centre) یعنی مرکز۔

ہے رَا میٹرل<sup>1</sup> بھی خوب موجود مسلمانوں کی آبادی ہے اکثر  
 ”یہ کیا احساں ہے تیرا بندہ پروڑ کریں کس منہ سے شکر اے میرے داور  
 اگر ہر بال ہو جائے سُخْنِ وَرْ تو پھر بھی شکر ہے امکاں سے باہر“  
 مبارک ہو تجھے یہ فضلِ رَبِّی  
 زہے پنجاب تیرا بختِ برتر  
 (الفضل 24 اپریل 1943ء)

## دُرودِ برتجِ موعود

الہی! احمد مُرسل کی آل میں بَرگت  
 اور اُس کی نسل میں برکت عیال میں برکت  
 حضور ختمِ رُسُل کا جلالِ بالا ہو  
 بُروزِ ختمِ رُسُل کے جمال میں برکت  
 شِفا و خَلقِ طُیور و دَمِ مِسیحائی  
 مسیحِ وقت کے ہو ہر کمال میں برکت  
 طُفیلِ حضرت احمدؑ رِجالِ فارس کے  
 رُوئیں رُوئیں میں ہو اور بالِ بال میں برکت

مقامِ مہدیؑ و عیسیٰؑ پہ رحمتیں بے حد  
 امان و رونق و مال و منال میں برکت  
 خدایا! کوثر و تسنیم کی طرح کر دے  
 ہمارے چشمِ آپِ زلال میں برکت  
 بڑھے اور ایسی بڑھے شانِ احمدیت کی  
 کہ بے نظیر ہو جاہ و جلال میں برکت  
 ”چُنیں زمانہ، چُنیں دور، اچُنیں برکات“  
 نہ کیوں ہو اَضَل ہی جیسی ظلال میں برکت  
 تری رضا کی بشارت ہو نُصرتوں کا نُزول  
 دُعا قبول ہو اور اِتکال میں برکت  
 لِقائے حضرتِ باری ہو زندگی کی مُراد  
 ہماری موت میں لَذتِ وصال میں برکت  
 جبین پہ خُبّتِ نُقوشِ امامِ مہدیؑ ہوں  
 زبانِ پاک ہو اور چالِ ڈھال میں برکت  
 قدمِ قدم پہ ترقی ہو رِبِّ زِدْنی میں  
 عُلُوم و معرفتِ بیمثال میں برکت  
 بڑھے چلیں یہ محبت، یہ عشق، یہ انوار  
 ہو اپنے دردِ دلِ لازوال میں برکت

کچھ ایسے فضل ہوں ہم پر کہ اب تک ایسی  
 نہ ہو کسی کے بھی خواب و خیال میں برکت  
 صفائے ظاہر و باطن حکومت و حاکمیت  
 اگر ہو قال میں عظمت تو حال میں برکت  
 عمل میں خَلْق میں خُلُق و خِصال میں قُوْت  
 بنین و اہل و نساء و رِجال میں برکت  
 سلام و فضل و صلوة و فلاح و عُفراں کی  
 شانہ روز ہو ہر ماہ و سال میں برکت  
 چلا چلے یہ قیامت تک تِرا جلوہ  
 ہر ایک حال میں رحمت مآل میں برکت  
 الہی! شجرۂ احمد بڑھے، پھلے پھولے  
 ہو پتتا پتتا میں اور ڈال ڈال میں برکت  
 بحق آلِ محمدِ طُفیلِ آلِ مسیح  
 خدا! بخش ہماری بھی آل میں برکت  
 آمین

(الفضل 16 مئی 1943ء)

## فطرت

کسی نے ایک دن پوچھا عمرؓ سے یوں کہ ”اے حضرت

بھلا تھا جاہلیت میں جو غصہ کیا وہ اب بھی ہے؟“

جواباً ہنس کے فرمایا ”کہیں فطرت بھی بدلی ہے؟

اَزَن سے جو ملا تھا خُلُق کا حصہ وہ اب بھی ہے

بدل ڈالا ہے رُخ اُس کا مگر اب کُفر کی جانِب

جلالِ فطرتی ورنہ جو پہلے تھا وہ اب بھی ہے“

## اللہ - اللہ

یہ نظم ایک عزیز دوست کا خط آنے پر لکھی گئی تھی۔ انہوں نے خواب میں ایک تحریر دیکھی جس کا آخری فقرہ یہ تھا ”یُسْرَہِ فَالْحَمْدُ لِلَّهِ“ باقی تحریر ان کے ذہن سے محو ہو گئی تھی۔ میں نے اپنے اندازہ سے اُس کی تکمیل کر دی۔

اللہ، اللہ، رَبَّنَا اللہ	ڈال دل میں خشیتِ اللہ
نفس ہو یہ فانی فی اللہ	روح ہو یہ باقی باللہ
یا الہی! حَسْبِی اللہ	فضل سے دے جَسْتُ اللہ
ہے اُمیدِ رحمتِ اللہ	مانگتا ہوں نِعْمَتِ اللہ
میرے پیارے، میرے اللہ	ٹھیک کر دے فِطْرَتِ اللہ
دل ہے پڑھتا قُلْ هُوَ اللہ	شُرک سے اَعُوذُ باللہ
تو ہے خالق سب کا واللہ	حُمِّمُ باللہ حُمِّمُ باللہ
ربِّ اللہ، ربِّ اللہ!	مومنوں سے حُبِّ فی اللہ
دین ہو، اَلدِّینُ لِلَّہ!	ابتلا پر صبر لِلَّہ
متقی کو بَارک اللہ	زندگی ہو سیر فی اللہ
رَبَّنَا اللہ، حَسْبُنَا اللہ	یہ بھی ہے اک سُنَّتِہِ اللہ

کاذبوں پر لعنتُ اللہ  
 گاندھی جی، اَلْمَلِكُ لِلّٰہ  
 آ گیا جب داعی اللہ  
 دوستو! اَلْحُكْمُ لِلّٰہ  
 اے خدا، اے میرے اللہ  
 ہم ہیں تیرے اِنَّا لِلّٰہ  
 کافروں سے بَعْضُ لِلّٰہ  
 مونجے جی! اَلْاَرْضُ لِلّٰہ  
 مان لو تُم دعوت اللہ  
 منکرو! اَلْاَمْرُ لِلّٰہ  
 رنگِ جاں ہو صبغةُ اللہ  
 تو ہے اپنا، شکر لِلّٰہ  
 عُسر تھا، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ  
 ”یُسْرے فَالْحَمْدُ لِلّٰہ“

(7/مئی 1943ء)

## کتبہ تڑبت

### بہشتی مقبرہ میں جا کر ہجوم جذبات

”جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا“

جان و دل اور مال و زر سب کچھ تمہارا ہو گیا  
شکرِ للہ مل گئی ہم کو جہنم سے نجات  
قبر کی کھڑکی سے جنت کا نظارہ ہو گیا  
فکر بس اتنی ہی تھی، دل کو، نہ ہوں مجبور ہم  
تیرے صدقے جانِ من، اس کا تو چارہ ہو گیا  
کوئے جاناں میں رہیں گے اب مزے سے تابہ حشر  
پار پھر بیڑا ہے جب تیرا اشارہ ہو گیا  
جو جوانی میں دبا رکھی تھی آتشِ عشق کی  
وقتِ پیری وہ بھڑک کر اک شرارا ہو گیا  
ایک طوفانِ محبت تھا کہ جس کے زور میں  
راز میرا دوستو! سب آشکارا ہو گیا  
یوں نظر آتی ہے اب اپنی گزشتہ زندگی  
”جس طرح پانی کنوئیں کی تہ میں تارا ہو گیا“

ہم نے دل کو جب بھرا نُورِ کلامِ پاک سے  
 بھر گیا، بھر کر پھٹا، پھٹ کر سپارہ ہو گیا  
 شاذ و نادر خواب میں آتے تھے عزرائیل یاں  
 اب تو معمول<sup>1</sup> اُن کا روزانہ نظارہ ہو گیا  
 کاش اپنی موت ہی ہو جاذبِ عُفْرانِ یار  
 کہتے ہیں مُردے کو سب ”حق کا پیارا ہو گیا“  
 ایک پل بھی اب گزر سکتا نہیں تیرے بغیر  
 اب تلک تو ہو سکا جیسے گزارا ہو گیا  
 بعدِ مُردنِ قبر کے کتبے پہ یہ لکھنا مرے  
 ”آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا“  
 (یا اللہ ایسا ہی کر)

(الفضل 8 مئی 1943ء)

1 مطلب یہ ہے کہ اب اپنی موت کے خواب کثرت سے آتے ہیں۔

## آئندہ زندگی

موت تو ہے نام بس نقلِ مکانِ رُوح کا  
 قبر مٹی کی نہیں، اک اور ہی ہے ہُستَقَرُ  
 پلِ صراطِ حشر ہے یاں کی صراطِ مستقیم  
 تاکہ ہو معلوم - راہ چلتا رہا کیسی بَشْر؟  
 جلوہ گاہِ لطف و احسان نام ہے فِرْدَوْس کا  
 اور تجلّی گاہِ اوصافِ جَلالی ہے سَقْر  
 ہیں تَمَثُّن سب پہ تیرے اپنے ہی اَفْعال کے  
 کر عمل اچھے، کہ تا مارا نہ جائے بے خبر  
 جو کمی ہو، وہ دُعا سے پوری کرتا رہ مُدام  
 ”اے خدا جنت عطا کر، اور سَقْر سے الخِزْر“

(الفضل 9 مئی 1943ء)

## جنتِ دَجَّالِ یا مغربی تمدُّن

جنت جو ہے دَجَّالِ نے دنیا میں بنائی  
 شدّادِ نَمَطِ اس کی ہی چوکھٹ پہ مرے گا  
 یہ مغربی تہذیب و تمدُّن ہے وہ جنت  
 تکمیل نہ پائے گی کہ خود گُوج کرے گا  
 دہلیز میں اک پیر ہو اور دوسرا باہر  
 یوں خَلق کی عبرت کا وہ سامان بنے گا  
 فردوس<sup>1</sup> کی غیرت ہے خداوند کو اتنی  
 دُنیا میں ہی پس جائے گا جو نقل کرے گا  
 ہے جنتِ دَجَّالِ فنا ہونے کو تیار  
 اُڑ جائے گا سب ٹھاٹھ جو نہی بمب پڑے گا  
 اسلامی تمدُّن کو خدا کر دے گا غالب  
 تب جا کے کہیں درد یہ دُنیا کا مٹے گا  
 بَرگش ہے مسیحا کی کہ پلٹے گا زمانہ  
 اور برف کی مانند یہ شیطان گلے گا

1 فردوس یعنی اصل جنت جو آخرت میں ملے گی۔

آثار تو ظاہر ہیں ابھی سے کہ زمیں پر  
عیسیٰ ہی رہے گا نہ کہ دجال رہے گا

(الفضل 13 مئی 1943ء)

نوٹ : مغربی تہذیب کا یہ مطلب ہے کہ مغربی اقوام اپنے لئے اسی دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کئے بغیر ایک ایسی جنت اور آرام کی جگہ بنا رہی ہیں جس میں عیش ہی عیش ہو۔ مال و دولت، گانا، ناچنا، عیاشی، شراب، جو، رزق وافر، ہر طرح کے آرام، غلبہ حکومت، نعمتیں اور لذتیں حاصل ہوں اور اُن کے سوا دوسری اقوام گویا اس بہشت سے نکالی جا کر جہنمی زندگی بسر کرتی رہیں برخلاف اس کے اسلامی تمدن اور مساوات یعنی ہمہ یاراں در جنت کا سبق دیتا ہے اور عقیقی میں ایک دائمی جنت اور غیر مکدہ ریش کا وعدہ کرتا ہے بشرطیکہ بندہ دُنیا کی جنت میں منہمک نہ ہو اور خدا کی رضا حاصل کر لے اور رضا حال کر لینے کا مقام وہ ہے کہ وہ اعمَلُوا مَا بَشْتُم وَالْوَلَدِ فِي رَجَبٍ مِّنْ دَاخِلٍ

## قابلِ توجہ خُدام

تکلیف دہ چیزوں کا راستوں سے ہٹانا ایمان کی علامت ہے

جب شہروں کے بازاروں میں خربوزوں کے چھلکے

بڈھوں کو گراتے ہوں تو بچوں کو ہنساتے

لازم تھا جانوں کو دکھا کر ذرا ہمت

اس دُکھ کو اذیت کو سڑک پر سے ہٹاتے

ایمان کے اور خدمتِ مخلوق کے دعوے

نگرانی سے اس کام کی سچے نظر آتے

خربوزوں کے موسم میں مناسب تھا کہ خُدام

ایک بیچے اور ٹوکری بازار میں لاتے

(الفضل 3/جون 1943ء)

## میرے خدا

پاک تیرا نام ہے میرے خدا  
جو بُلاتا ہے تجھے شاہا! وہ خود  
تیرے احساں دیکھ کر، ہر عقلمند  
رحمتیں دُنیا پہ تیری چھا گئیں  
چاشنی دی عشق کی انسان کو  
”حُسن و خوبی، دلبری بر تو تمام“  
”صحیحے بعد از لقائے تو حرام“  
ایکہ تو ہے خالق ارواح و نیز  
قادر و مُنعم غفور و ذوالجلال  
رُعبِ حُسنِ یار کی ہیبت نہ پوچھ  
آج تک بھی وہ اَلشُّ وہ لیلی  
میری ہر خواہش کو پورا کر دیا  
تجھ کو چاہیں ساتھ ہی دنیا کو بھی  
بے بقاء، دنیائے فانی، بے وفا  
”در جہان و باز بیروں از جہاں“  
دل جو ہو لبریز اُلفت سے تری  
مانگنا پیشہ ہے اپنا - اے کریم

رحم تیرا کام ہے میرے خدا  
عاجز و گمنام ہے، میرے خدا  
بندۂ بے دام ہے، میرے خدا  
فَضْل بر ہر گام ہے، میرے خدا  
واہ کیا اِکرام ہے، میرے خدا  
یہ ترا اِلہام ہے میرے خدا  
ورنہ اُلفت خام ہے میرے خدا  
مالکِ اَجسام ہے، میرے خدا  
تیرا کیا کیا نام ہے، میرے خدا  
نَفْسِ سرکش رام ہے میرے خدا  
قلب پر اِرقام ہے، میرے خدا  
واہ کیا اِنعام ہے، میرے خدا  
یہ خیالِ خام ہے، میرے خدا  
کس کے آتی کام ہے، میرے خدا  
یہ تَبَتُّل تام ہے، میرے خدا  
مہبطِ اِلہام ہے، میرے خدا  
جُود تیرا کام ہے، میرے خدا

## نبی اور خلیفہ

اک نبی تو نے ہمیں دکھلا دیا  
 ”پہلوانِ حضرتِ ربِّ جلیل“  
 کس قدر انعام ہے، میرے خدا  
 جس کا احمد نام ہے، میرے خدا  
 نکلا بدرِ تام ہے، میرے خدا  
 موت کا پیغام ہے، میرے خدا  
 زندگی کا جام ہے، میرے خدا  
 ماجیٰ آثام ہے، میرے خدا  
 شاہدِ گلغام ہے، میرے خدا  
 مرغِ بے ہنگام ہے، میرے خدا  
 یہ صلائے عام ہے، میرے خدا

بیعتِ پیرِ مغانِ قادیاں  
 وہ نظیرِ حضرتِ احمدِ نبی  
 مصلحِ موعودِ جُزْ محمود کے  
 جو ترا طالب ہو آئے قادیاں

## احمدی

احمدی قسام ہے، میرے خدا  
 خدمتِ اسلام ہے، میرے خدا  
 مُقت میں بدنام ہے، میرے خدا  
 قتل کا اقدام ہے، میرے خدا  
 کس قدر آرام ہے، میرے خدا  
 ہم پہ یہ الزام ہے، میرے خدا  
 پہلے تیرا نام ہے، میرے خدا  
 سب سے اعلیٰ کام ہے، میرے خدا

نعمتِ خوانِ ہدیٰ کا آج کل  
 شکر ہے تیرا کہ اب اُس کے سپرد  
 بے سبب دشمن ہوا سارا جہاں  
 مومنوں پر کُفر کا کرنا گُماں  
 اپنا دیں ہر دین سے آسان ہے  
 ماسوا کو چھوڑ کر پکڑا تجھے  
 میرے دل کی لُوح پر جتنے ہیں نام  
 خدمتِ دیں کے لئے ہو عمر و ثقف

## متفرقات

جوہرِ انسانیت یا نُورِ قلب سرکشی اور معصیت جس دل میں ہو جرم ہے تفریحِ اپنی رات دن تیرا تقویٰ اور توکل بے گماں تھوپنا تقدیر پر اپنا گناہ ایسی جنت جو کہ جسمانی نہ ہو جو حقیقی ہے اُسی ..... کا سلطنت مقصد نہیں پر دین کا علم تو مُشرک کا تھا بیکار ہی کثرتِ زر، قِلّتِ اشیائے رِزق اتنی دنیا ہے ہمیں جائز، کہ جو ”کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں گشتیاں“ تجھ پہ احساں کر کے کرنا نیکیاں قومیت پر فخر ہٹلر کی طرح

عین وقاف و لام ہے، میرے خدا  
موردِ آلام ہے، میرے خدا  
عفو تیرا کام ہے، میرے خدا  
رزقِ کا اسٹام ہے، میرے خدا  
ظالموں کا کام ہے میرے خدا  
داخلِ اوہام ہے، میرے خدا  
احمدیت نام ہے، میرے خدا  
اس سے استحکام ہے، میرے خدا  
عقل بھی نیلام ہے، میرے خدا  
گردشِ ایام ہے، میرے خدا  
دیں کے آتی کام ہے، میرے خدا  
کیا ہی سچ الہام ہے، میرے خدا  
کفر اس کا نام ہے میرے خدا  
لعنتِ اقوام ہے، میرے خدا

## حقیقتِ حال

اے خدا، مُنعمِ خدا، مُحسنِ خدا  
تیرا اک بندہ ہے بد اخلاق و بد  
بدگام و بد مزاج و بدماغ  
لطف تیرا عام ہے، میرے خدا  
اُس کا بدخو نام ہے، میرے خدا  
بس بدی ہی کام ہے، میرے خدا

بدتمیز و بدترین و بدعناں  
 بدخصال و بدلیاقت بدکلام  
 بدعمل، بد نیت، و بد اعتقاد  
 بدتر و بدخواہ و بداندیش ہے  
 بدمزہ، بد رنگ، بد رُو، بدمذاق  
 بدحواس و بدشگون و بدشعار  
 بدطبیعت، بدسگال و بدگماں  
 بدنما، بدراہ، بدکردار ہے  
 بدگن و بدحال و بدپرہیز ہے  
 بدخبر، بدعہد، بدگو، بدزباں  
 بددیانت، بدشائل، بدشیم  
 بددل و بدزیب، و بد اطوار ہے  
 بدروش، بدشوق، بدظن، بد لحاظ  
 ظاہر و باطن بدی ہی اُس کا شغل  
 گرچہ کہتا ہے مسلمان آپ کو  
 الْعَجَبُ پھر بھی وہ ظالم مانگتا

دعا

جس کا یہ اعلام ہے میرے خدا  
 پھر بھی یہ اقدام ہے، میرے خدا  
 آہ! وہ بندہ ہوں میں خود اے کریم  
 ”کرم کہ بُو دم مرا کر دی بشر“

کیا سناؤں کھول کر اپنے گناہ  
 کس قدر بدبوئے عصیاں تیز ہے  
 غیر تو ہیں غیر، یاں مجھ سے نُفُور  
 عمر آخر ہو گئی سب کُفر میں  
 جائے حیرت ہے کہ مجھ سا نابکار  
 اب رہا غمخوار اس عاصی کا کون  
 تو ہی بتلا کیا کروں، میرے غفور  
 قطع زنجیر معاصی کے لئے  
 قعرِ زَلَّت میں پڑا ہوں منہ کے بل  
 میں تو چڑھ سکتا نہیں تُو خود ہی کھینچ  
 اے خدا! اے بڑ و رحمان و رحیم  
 ناامیدی تجھ سے کیوں ہو؟ جب ترا  
 تجھ پہ قرباں، کاش تو کہہ دے مجھے  
 ختم میری تو دعائیں ہو چکیں

آمین

(الفضل 9/جون 1943ء)

## کچھ دُعا کے متعلق

دُعا میں چھ (6) طرح قبول ہوتی ہیں اور اس طرح کوئی دُعا بھی ضائع نہیں جاتی (1) یا تو وہ لفظاً یہیں قبول ہو جاتی ہے (2) یا اُس کی جگہ آخرت کا درجہ اور نعمت مل جاتی ہے (3) یا اتنی ہی مقدار میں کوئی بُری تقدیر دُور ہو جاتی ہے (4) یا بطور عبادت محسوب ہو جاتی ہے (5) یا دُنیا ہی میں ایک کی جگہ دوسری بہتر چیز مل جاتی ہے (6) یا اگر وہ دُعا بندہ کے لئے مُضر ہو تو منسوخ کر دی جاتی ہے۔ یہ نامنظوری بھی اجابت اور رحمت کا رنگ رکھتی ہے یعنی بندہ ضرر اور تکلیف سے بچ جاتا ہے۔

ہمارا فرض ہے کرنا دُعا کا  
اگر مانے، گرم اُس کا ہے ورنہ  
خدا ہے غیب داں اور جانتا ہے  
مگر انساں کہ دارد علم ناقص  
اگر ہر اک دُعا لفظاً ہو مقبول  
ملے داعی کو گنجی خیر و شر کی  
بنے جتت یہی دنیائے فانی  
جو احمق ہے سمجھتا ہے کہ واہ وا

پھر آگے چاہے وہ مانے نہ مانے  
وہ جانے اور اُس کا کام جانے  
کہ کیا ہیں نعمتیں کیا تازیانی  
نمی دانند مفادش از زیانی  
لگیں پھر مدعی تو دغدغانے  
خدائی سوئپ دی گویا خدا نے  
لگیں دشمن، مخالف سب ٹھکانے  
لگیں گے اب تو ہم موجیں اُڑانے

یہ راہِ عیش کھولی ہے قضا نے  
 لگے گا جو خدا کو آزمانے  
 یہ فرمایا حضورِ مصطفیٰ نے  
 نہیں ٹھیکا لیا اس کا خدا نے  
 کبھی عشقی کے کُھلتے ہیں خزانے  
 بدل جاتے ہیں تلخی کے زمانے  
 خدا اور اُس کے بندے کو ملانے  
 بجائے رَز - پسر بھیجا خدا نے  
 خطابوں کی جگہ آتے ہیں دانے  
 بھرے جاتے ہیں عملوں کے خزانے  
 گرم اُس کا ہے گر اُن کو نہ مانے  
 کہ بخشش کے ہزاروں ہیں بہانے  
 قبولیت کے ہیں سب کارخانے  
 چنے لوہے کے پڑتے ہیں چبانے  
 زبانی لفظ تو ہیں بس بہانے  
 قبولیت کے ہیں دعوے، فسانے  
 دُعا کی گر حقیقت کوئی جانے

ملے گا جو بھی مانگیں گے، دعا سے  
 مگر ہر گز نہ ہو گا کامراں وہ  
 دعائیں گو سب ہی ہوتی ہیں منظور  
 مگر مل جائے جو مانگا ہے تو نے  
 کبھی ملتا ہے دنیا میں جو مانگو  
 کبھی کوئی مصیبت دُور ہو کر  
 عبادت بن کے رہ جاتی ہیں اکثر  
 کبھی مقصد بدل جاتا ہے مثلاً  
 فراخی کی جگہ ملتی ہے عِزّت  
 ماکاں بنتا نہیں - پر عمر بڑھ کر  
 مگر نقصان دہ جو ہوں دعائیں  
 نہیں محروم اُس درگاہ سے کوئی  
 غرض یہ ہیں اجابت کے طریقے  
 نہیں آساں مگر کرنا دعا کا  
 دعا کرنا ہے خونِ دل کا پینا  
 نہ جب تک متقی بن جاؤ پورے  
 عبادت، بلکہ ہے مغزِ عبادت

توجہ ہو، تَضَرُّع ہو، یقین ہو      سَحْر ہو اور تہِ دِل کے ترانے  
 قضا کو ٹال دیتی ہیں دُعائیں      اگر لگ جائیں پے در پے نشانے  
 قبولیت کے قصے کیا سناؤں      دکھائے تھے ہمیں جو میرزا نے  
 خدا سے مانگ لائی ایک محمود      کیا یہ کام احمد کی دُعا نے  
 نشان جتنے دکھائے اُس نے ہم کو      وہ اکثر تھے دُعا کے شاخسانے  
 قسم حق کی نظر آیا وہ جلوہ      کہ بس دکھلا دیا چہرہ خدا نے  
 کروں تعریف میں کیونکر دُعا کی      کہ ہست اُو بر وُجودِ حق نشانے  
 اگر ہر موئے مَن گردِ زُبانے      بددِ رانم زِ ہر یک داستانے  
 خداوند! مری بھی اک دُعا ہے      کہ جس کو مانگتے گزرے زمانے  
 رضا تیری ہمیں حاصل ہو دائم      رضا ہی کے تو ہیں سب کارخانے

حیاتِ طیبہ دونوں جہاں میں

خدا خوش ہو موافق ہوں زمانے

آمین

(الفضل 18/جون 1943ء)

## دیباچہِ راہِ سلوک

جو مانتا خدا کو نہ ہو اُس کو اے عزیز!  
 عقلی دلیلیں ہستی باری کی دے سنا  
 اتنا وہ مان لے گا دلائل سے پالضرور  
 عالم کے کارخانہ کا اک چاہئے خدا  
 اگلا قدم یہ ہے کہ ہو ایمان بھی نصیب  
 اس کے لئے کلامِ خدا کی مدد بلا  
 قرآن کی روشنی میں نظر آئے گا اُسے  
 موجود ہے وہ ذات جو ہے سب کا مُبتدا  
 مخلوق بن گئی ہے، وہ کہتا ہے، خود بخود  
 بے مثل جو کلام ہے - وہ کیونکر خود بنا  
 انسان غیب دانی سے عاری ہے گر، تو پھر  
 صدیوں کے غیب کا اُسے کیونکر پتہ لگا؟  
 تازہ نشانِ حضرت مہدیؑ کے پیش کر  
 مومن کو معرفت کی ذرا چاشنی چکھا  
 سارا جہاں ہو جس کا مخالف وہ کس طرح؟  
 غالب ہر ایک جنگ میں ہوتا ہے برملا

اب آگے ہے یقین کا درجہ، مرے عزیز

ذاتی مشاہدہ سے خدا کا ملے پتا

یعنی کہو یہ اُس سے کہ اب آگیا ہے وقت

گر وصل چاہتے ہو تو خود کو کرو فنا

”جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا

اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما“

(الفضل 25/جون 1943ء)

## مسخ کی حقیقت

مسخ کی لعنت کے نیچے جو یہودی آ گیا

اُن میں جو بندر بنا، مجلوق تھا، نقال تھا

لاپچی، لوطی، غلیظ، احمق جو تھے خنزیر تھے

مُشرک اور زانی و طاعنی عبدِ شیطاں بن گیا

بندر اور خنزیر اور شیطاں کا بندہ ہو کے بھی

پھر جو دیکھا اُس کو وہ انساں کا انساں ہی رہا

ان قرآن سے یہی ثابت ہوا، اے مولوی

مسخ روحانی ہی تھا وہ، مسخ جسمانی نہ تھا

الفضل 3 جولائی 1943ء)

## نماز

مَنكِر و فَحْشًا سے انساں کو بچاتی ہے نماز  
 ابتدا سے انتہا تک ہے سراسر یہ دُعا  
 ذکر و شکر اللہ کا ہے۔ مومن کا ہے معراج یہ  
 قصرِ جاناں سے اذیاں کی جو نہیں آتی ہے ندا  
 جھک گئے ہیں دست بستہ ہیں، جبین ہے خاک پر  
 ہے توجہ اور تَضَرُّع اور تَبَتُّل اور خُشوع  
 ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے ہیں محمود و ایاز  
 پاکبازی اور طہارت وقت کی پابندیاں  
 ہے ذریعہ روزِ شب آپس میں ملنے کا عجیب  
 امتیازِ کافر و مسلم یہی اک چیز ہے  
 ہر عبادت ختم ہو جاتی ہے دنیا میں یہیں  
 جو نمازوں میں دعا ہو۔ ہے اجابت کے قریب  
 دلِ نمازی کا گرفتارِ گنہ کیونکر ہو جب  
 رِقَّتِ دِل چونکہ پٹھان اس کے ازکانوں میں ہے  
 حشر کے دن سب سے پہلے آئے گی میزان پر  
 رحمتیں اور برکتیں ہمراہ لاتی ہے نماز  
 آدمی کو حق تعالیٰ سے ملاتی ہے نماز  
 پنج وقتہ وصل کے ساغرِ پلاتی ہے نماز  
 عاشقوں کو یار کی چوکھٹ پہ لاتی ہے نماز  
 عاجزی کس کس طرح اُن سے کراتی ہے نماز  
 رنگ کیا کیا طالبِ حق پر چڑھاتی ہے نماز  
 یہ سلوک اور یہ مُساواتیں سکھاتی ہے نماز  
 قدر دانوں کو سبق ایسے پڑھاتی ہے نماز  
 اِتِّحَادُ الْمُسْلِمِیْنَ اِذْبَرَ کراتی ہے نماز  
 کون نوری؟ کون ناری؟ یہ بتاتی ہے نماز  
 اہلِ بَخْت کے لئے پرواں بھی جاتی ہے نماز  
 اُس دعا کو تو نشانہ پر دٹھاتی ہے نماز  
 اُس میں ہر دم یادِ مولیٰ کی رچاتی ہے نماز  
 کیسی کیسی گریہ و زاری کراتی ہے نماز  
 دیکھنا پھر کس طرح سے بخشواتی ہے نماز

ہے صفائے جسم بھی اور جلائے رُوح بھی جان و تن کی میل ہر لحظہ چھٹاتی ہے نماز  
 حضرت باری کو ”پہلے آسمان“ پر ہر سحر عرش سے وقت تہجد کھینچ لاتی ہے نماز  
 رُوح جب ہوتی ہے حاضر پیشِ رَبِّ العالمین کیسی کیسی پھر مُنا جاتیں سکھاتی ہے نماز  
 عید گاہ میں عید کے دن، دل پہ غیر اٹوام کے ایمپریشن اپنا کیا اچھا اٹھاتی ہے نماز  
 زندگی ہے۔ نخلِ ایماں کی یہی آپ حیات موت ہے، ضائع اگر کوئی بھی جاتی ہے نماز

اے خدا ہم کو عطا کر اور ہماری نسل کو

نعمتیں اور بخششیں جو جو بھی لاتی ہے نماز

(الفضل 7 جولائی 1943ء)

## پنج ارکانِ اسلام

اَلکَسْبُ اور کمائی کے دن ہوا تھا عہد جو باہم نہ ہو اعلانِ گراس کا تو ایماں نامکمل ہے  
 توجہ ہو، تَضَرُّعُ ہو، تَذَلُّنُ ہو، تَجَنُّبُ ہو نمازِ عشقِ اِن اَزْکَانَ سے ہوتی مکمل ہے  
 زکوٰۃ مال سے گرتزکیہ حاصل نہ ہو دل کا تو گویا دے کے سونے کو لیا بدلے میں پیتل ہے  
 ندیں وہ داد روزے کی اگر ”الصَّوْمُ لِي“ کہہ کر تو اِنْعَامِ ”اَنَا اَجْزِي بِهِ“ اُمید مہمل ہے  
 نہ جانا صرف ظاہر پر ادائے حج میں اے مُسلم! کہ رازِ عشق ہر ہر رکن میں اس کے مُقْتَل ہے  
 کبھی پھرتے ہیں کوپے میں کبھی چاروں طرف گھر کے صفامردہ پہ چین اُن کو نہ کعبے میں اُنہیں گل ہے

یہاں کیا کام دیوانوں کا۔ بستی سے نکل جائیں جو ہیں بیتاب مرنے کو ٹھکانا اُن کا جنگل<sup>۱</sup> ہے  
 کفنِ احرام اور بُبیکِ نعرہ ہے شہادت کا حُرْمِ یلیٰ کا جَمَل ہے، مثنیٰ عاشق کا مُقتل ہے  
 مبارکبادے طالب! کہ ظلمتِ گاہِ عالم میں حبیبِ یارِ رہبر ہے، کلامِ یارِ مشعل ہے  
 مَشُو مَعْمُومِ اِذْ فِکْرِ صَفَائِ باطنِ اے زاہد!

کہ جتنے زنگِ مخفی ہیں محبتِ سب کی صِیقل ہے

## معرفتِ الہی

1- خدا شناسی اور معرفت کا حاصل کرنا ہر مومن کا فرضِ مُقَدَّم ہے

چھ سات سال کا ذکر ہے کہ ایک دن میں بیتِ الفکر میں لیٹا ہوا اُوگھ رہا تھا  
 اور یہ نظارہ دیکھ رہا تھا کہ کوئی آدمی عہدوں کی بابت ذکر کر رہا ہے۔ اتنے میں کسی نے  
 زور سے میری چار پائی ہلائی اور میں یہ الفاظ کہتا ہوا بیدار ہو گیا کہ ”میں تو ان باتوں کو  
 نہ چاہوں نہ مانگوں“ (یعنی عہدے) اس پر میں نے یہ شعر لکھے ہیں۔ مد نظر یہ خیال  
 ہے کہ معرفتِ الہی اور خدا شناسی ہر مومن کا پہلا فرض ہے۔ کیونکہ بغیر معرفت کے محبت  
 اور تعلق پیدا نہیں ہو سکتے بلکہ ایسا خیال ہی لٹو ہے۔ اور بغیر خدا شناسی کے آدمی کسی  
 عہدے پر پہنچ بھی جائے تو وہ اُس کے لئے ابتلا ہے نہ کہ انعام اور مجھے تو اس دن سے  
 اس لفظ سے ہی نفرت ہو گئی ہے۔

میں تو عہدوں کو نہ مانگوں اور نہ چاہوں اے عزیز  
مجھ کو کیا عہدوں سے میرا کام ہے عرفانِ یار  
معرفت بُنیاد ہے عشق و محبت کی مُدام  
اور محبت کھینچتی ہے نعمتِ رضوانِ یار  
جب رضا ہم کو ملی سمجھو کہ سب کچھ مل گیا  
قُربِ یار و وصلِ یار و لُطفِ بے پایاں یار  
2- دنیا میں دیدارِ الہی آنکھوں سے نہیں بلکہ کسی قدر عقل سے  
اور زیادہ تر نشانات کے ذریعہ ہوتا ہے  
جس پہ بے دیکھے مریں وہ آپ کی سرکار ہے  
آنکھ ہے لاچار، یاں گو عقل کچھ بیدار ہے  
عقل سے ممکن ہے ادراکِ صفاتِ ذُوالجِلال  
ورنہ ہر جس جسمِ انسانی کی یاں بیکار ہے  
انبیاء کے ہاتھ پر ہوتا ہے لیکن جو ظہور  
اس قدر پُر زور ہے - گویا کہ وہ دیدار ہے  
ذَرّے ذَرّے میں نظر آتا ہے وہ زندہ خدا  
نُصرتوں اور غیب کی ہوتی عجب بھرمار ہے  
ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھا مسیحِ پاک کو  
یوں نشاں آتے تھے جیسے اک مسلسل دھار ہے

الْغُرُضُ ہوتا ہے آلہ حق شناسی کا رسول  
 نُور ہے مرسلن تو مرسلن مَطْلَعُ الْأَنْوَارِ ہے

3- دیدارِ الہی معرفت ہی کا دوسرا نام ہے

تو جسم ہے وہ رُوح ہے - آئے گا نہ ہرگز  
 آنکھوں سے نظر تجھ کو وہ سرکارِ الہی  
 دُنیا ہو کہ عُقْشٰی ہو صفات اُس کے ہیں ظاہر

عرفانِ خدا ہی تو ہے دیدارِ الہی

4- میں نے خدا کو نشانوں سے پہچانا نہ کہ عقل سے

5/نومبر 1936ء جمعرات صبح 5 بجے کا ذکر ہے کہ اوپر والا فقرہ میری زبان

پر جاری ہوا۔ اتفاقاً آج ایک کاپی میں مجھے اس تاریخ کا یہ نوٹ مل گیا جس پر میں نے  
 اس کا مضمون نظم کر دیا۔

کہہ دو یہ نکتہ طالبِ عرفان و وصل سے  
 ملتی خدا شناسی ہے محض اُس کے فضل سے

آتی ہے معرفت بھی نشانوں کی معرفت  
 پاتا نہیں خدا کو کوئی صرف عقل سے

5- دُعا برائے معرفت

آنکھیں جو کھلیں دل کی، تو دیدار ہے ہر جا  
 اور بند ہوں تو عرش کے آگے بھی ہے اندھا

عرفان سے کر میرے خدا دل کو مُنَوِّز  
 دُنیا میں اور عُقْشٰی میں ہے بے اس کے اندھیرا  
 (الفضل 9 جولائی 1943ء)

## ترکِ دنیا

### نصیحت از الوصیت

ارے سننے والو! ذرا کان کھولو  
 خدا تم سے کیا چاہتا ہے؟ یہ سُن لو  
 یہی بس کہ اُس کے ہی ہو جاؤ بالکل  
 نہ ہرگز شریک اُس کا جانو کسی کو

### بشارت از الوصیت

سبھی دنیا پہ ہیں مُفتوں خدا گویا خیالی ہے  
 کسی کو ڈر نہیں اک دن قیامت آنے والی ہے  
 دکھا اے احمدی جو بڑھ کر خاص انعام مل جائیں  
 مبارک ہو ابھی تک قُرب کا میدان خالی ہے

### دُنیا مَتاعُ العُرور ہے

کبھی اس کے بھروں سے اے میرے یار  
 نہ دھوکے میں پھنس جانا تم زینہار

بھروسے کے قابل یہ دُنیا نہیں  
کہ ’کاتک کی کُتیا کا کیا اعتبار‘

### ترک دنیا کی تفصیل از الوصیت

ترکِ مرضی، ترکِ عَزَّث، ترکِ جاں  
ترکِ زرّ اور ترکِ لذّت بیگماں

ترک اتنے ہوں تو ملتا ہے خدا  
ہیں یہ سب مُترادِف ”ترکِ جہاں“

### ترکِ دنیا کے معنی ترکِ فُضول ہیں

فُضول کو ترک کراے طائر! کہ اُڑ سکے تو پروں سے اپنے  
نہیں تو دنیا میں یوں پھنسنے گا، فلائی<sup>1</sup> پیپر پہ جیسے مکھی

حلال میں سے بھی صرف وہ لے جو فرض ہو تجھ پہ اور لازم  
حرام کر لے فُضول گوئی، فُضول خوری، فُضول خرچی

دنیا ہے جائے فانی، دل سے اسے اُتارو (ورثین)

رشتہ اس دنیا سے اپنا لے مری جاں توڑ دے

دلِ خدا سے جوڑ لے اور رُخ اُدھر کو موڑ دے

(1) فلائی پیپر وہ کاغذ جس پر سریش کی وجہ سے مکھی بیٹھتے ہی چپک کر رہ جاتی ہے۔

عقلندی بھی یہی ہے۔ حکم بھی ایسا ہی ہے  
جو ہے آخر چھوڑنی، پہلے ہی اُس کو چھوڑ دے

### دُنیا کا انجام

تندرستی اور جوانی میں عجب اک جان تھی  
آن تھی اور بان تھی اور تان تھی اور شان تھی  
پھر گزر کر وہ زمانہ، ہو گیا جس دم ضعیف  
”ہائے ہائے“ رات دن اور مُوت کی گردان تھی  
چھوڑ کر سب کچھ، چلا جب ہاتھ خالی اُس طرف  
گھر الگ ویران تھا، بیوی الگ حیران تھی  
کام سارے تھے اُدھورے، بندھ گیا رَحّتِ سَفَرُ  
دِل بھی مصروفِ فُعاں تھا، آنکھ بھی گریان تھی  
وائے حسرت، مالک و مُحسن سے لا پروا رہا  
تب پتا اُس کو لگا، جب سامنے میزان تھی

(28/ جولائی 1943ء)

## وصل الہی

### دُنیا میں وصلِ الہی

خدا کی جن پہ ہوتی ہیں عنایات      اُنہیں وہ بچتا ہے - یہ کمالات  
 مدو، نُصرت، قبولیت دُعا کی      تسلی، پیشگوئی اور نشانات  
 کُشوفِ صادقہ، الہام و رُویا      جو ہیں رُوحانیت کے پاک ثمرات  
 عطا ہوتے ہیں اُس درگاہ سے اُن کو      معارف اور حقائق اور فتوحات  
 خدا کے عشق میں رہتے ہیں سَرشار      جب آتے ہیں مصائب اور آفات  
 رہا کرتا ہے اُن کو خوف و غم سے      فرشتے لاکے دیتے ہیں بشارات  
 تَعیشِش میں نہیں پڑتے وہ ہرگز      اُسی کے ذکر میں پاتے ہیں لذات  
 خدا کا اُن سے رہتا ہے بکثرت      سلوکِ معجزانہ یا کرامات  
 دَرُست اخلاق کر دیتا ہے اُن کے      اور اپنے دین کی لیتا ہے خدمات  
 اُنہیں ملتا ہے غلبہ دُشمنوں پر      اَجبا پر ہوا کرتی ہیں برکات

یہ ہیں دُنیا میں آثارِ ولایت

یہی واصل کی ہیں یارو علامات

عُتقی میں وصلِ الہی

انڈھا کیا چاہے دو آنکھیں      بھوکا کیا مانگے دو روٹی

مومن کیا چاہے عَشْقِی میں کھانا پینا بچے بیوی  
 باتیں گھاتیں اور دل لگیاں، حُوریں، نوکر باغ اور کوٹھی  
 خالق خوش ہو مالکِ راضی کوئی نہ ہووے تنگی تَرش  
 جسم کے سارے عیش و تَنَعُم<sup>۱</sup> رُوح<sup>۱</sup> کی ساری طرب و گلوری<sup>۲</sup>  
 جو بھی مانگے وہ ہو حاضر اور مل جائے جو چاہے جی  
 عشق کی لہریں، عِلْم کی نہریں ہر بِنِ مَوْ سے اُس کے جاری  
 غیر مَمْلُکِ دِل کی خوشیاں لَذَّتِ دَائِم، جنتِ اَبَدی  
 سامنے دِلبر، دِلبرِ مَحْسِن ہر نعمت ہو آگے رکھی  
 پہلے دن سے پچھلا بڑھ کر اور ترقی اور ترقی

وصلِ خدا کا اس سے زیادہ

چاہتے کیا ہو میرے بھائی؟

(الفضل کیمراگست 1943ء)

## مال کا منتر

نوٹ اور اشرفی تو بچھو ہیں  
 ہاتھ ان پر نہ ڈال بڑھ بڑھ کر  
 ہاں اگر سیکھ لے تو وہ منتر  
 زہر جس سے نہ چڑھ سکے تجھ پر  
 یعنی کسبِ حلال کا ہو مال  
 حق کے رستے میں خرچ ہو وہ زر  
 تب نہیں ڈر کسی ہلاکت کا  
 کہ وہ ہے فضلِ رازقِ اکبر  
 ورنہ پھر آخرت میں یہ بچھو  
 ڈنک ماریں گے تیری رگ رگ پر

(الفضل 6/ اگست 1943ء)

## خدائی جبر

اپنی پیدائش - زمانہ اور نسب  
 اک عجب عالم نظر آیا یہاں  
 زندگی، اُستاد، ہم صحبت، عزیز  
 سرگزشتِ ما زِ دستِ خودِ نوشت  
 مل گیا تقدیر سے خیر القرون  
 تھے مسیحِ وقت کے زیرِ نظر  
 عمر بھر دیکھا کئے حق کے نشاں  
 دو خلیفہ، جیسے سورج اور چاند  
 تربیت، تعلیم اور ماحول سب  
 از کرمِ ایں لطف کر دی، ورنہ من  
 حُسن کی اپنے دکھا دی اک جھلک  
 طائرِ دل تیر موشگاں کا شکار  
 جُود و احساں نے ترے گھائل کیا  
 جس کو تو ہی خود نہ چھوڑے وہ بھلا

دلبرِ من! تیرے ہی ہاتھوں سے تھے  
 قادیاں، دہلی سے جب ہم آ گئے  
 دین و دنیا اور وطن سب تھے نئے  
 جو ہو خوش خط کس طرح بدخط لکھے  
 اہلِ جنت سے علائق ہو گئے  
 حضرتِ مہدی کے قدموں میں پلے  
 اہلِ باطن کی مجالس میں رہے  
 یک نبی بہتر زِ ماہ و خاورے  
 بے عمل، یہ فضل تُو نے کر دیے  
 ہچو خاکم، بلکہ زاں ہم کمترے  
 ”دلِ دواں ہر لحظہ در کونے کئے“  
 ”سوختہ جانے زِ عشقِ دلبرے“  
 وصل کے آنے لگے پیہم مزے  
 تیرے قابو سے نکل کیونکر سکے

”جبر سے دیتا ہے قسمت کے شمار“

”مُو کشانم مے برد زور آورے“

(الفضل 13/ اگست 1943ء)

## اس لئے تصویرِ جاناں ہم نے کھنچوائی نہیں

بُت پرست لوگ بُتوں کے متعلق کہا کرتے ہیں کہ ”یہ تو پر میشر کا رُوپ یعنی محبوب حقیقی کی تصویریں ہیں۔ ہم شرک نہیں کرتے بلکہ اُسی کو پوجتے ہیں صرف توجہ کے قیام کے لئے معشوق کی فرضی تصویر بنا کر سامنے رکھ لیتے ہیں“۔ ان اشعار میں اُن کا ردّ ہے کہ ایسی نقلیں اور بُت کسی رنگ میں بھی معبود حقیقی کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔

بت پرستی دین احمدؑ میں کہیں آئی نہیں وہ تو یکتا ہے مگر نقلوں میں یکتائی نہیں  
 ”عشق میخو اہد کلام“ اور اس میں گویائی نہیں آشنائی، کبریائی، جلوہ آرائی نہیں  
 ”اس لئے تصویرِ جاناں ہم نے کھنچوائی نہیں“

دل میں اور آنکھوں میں بتا ہے جمالِ رُوئے یار ہر جگہ ہر لحظہ ہے عنبرِ فشاں خوشبوئے یار  
 زندگی قائم ہے اپنی برسرِ نیروئے یار ہے کہاں تصویر میں وہ قوتِ بازوئے یار  
 ”اس لئے تصویرِ جاناں ہم نے کھنچوائی نہیں“

قطرے قطرے پر ربوبیت نے پھیلا یا ہے جال نکتے نکتے پر نوازش ہو رہی ہے بے مثال  
 ذرے ذرے پر ہے فیضانِ صفاتِ ذوالجلال حاجتِ تصویر کیا، حاصل ہے جب ہر دم وصال  
 ”اس لئے تصویرِ جاناں ہم نے کھنچوائی نہیں“

حُسنِ گواظہر من الشمس اُس کا ہے با آب و تاب پھر بھی لاکھوں ہیں نقائیں اور ہزاروں ہیں جناب  
 رنگ و جسم و شکل سے ہے پاک وہ عالی جناب کس طرح فوٹو گرافر ہو سکے یاں کامیاب

”اس لئے تصویرِ جاناں ہم نے کھجوائی نہیں“

خواب تک میں جب نہ دیکھا ہو تو کیا تعبیر ہو؟ جب نہ ہو بنیاد ہی کچھ پھر کہاں تعمیر ہو؟  
مٹن ہی ہو عقل سے بالا تو کیا تفسیر ہو جو تصور میں نہ آئے۔ اُس کی کیا تصویر ہو

”اس لئے تصویرِ جاناں ہم نے کھجوائی نہیں“

بُت پرستوں نے دکھائیں گو بہت عیاریاں پھر بھی قسمت میں رہیں ان کے سدا ناکامیاں  
وصل کے رشتے کی رہزن ہے ہر اک تصویریاں اصل کی تو ایک بھی خوبی نہیں اس میں عیاں

”اس لئے تصویرِ جاناں ہم نے کھجوائی نہیں“

حُسن کہتے ہیں صفاتِ حضرت باری کو ہی حُسن جسمانی مراد اس سے نہیں ہرگز کبھی  
مُصنّفِ جاناں<sup>1</sup> میں ہے تصویر جو معشوق کی کیسی اعلیٰ ہے ”ذرا گردن جھکائی دیکھ لی“

”اس لئے تصویرِ جاناں ہم نے کھجوائی نہیں“

حُسن کے فیضان کو احسان کہتے ہیں سبھی لا بُدی ہے عشق جب احساں کی ہو جلوہ گری  
چھوڑ کر محسن کو جس نے کی صنم کی پیروی اُس پہ شرک و کفر و ظلم و فسق کی لعنت پڑی

”اس لئے تصویرِ جاناں ہم نے کھجوائی نہیں“

اپنے جاناں سے تو کر لیتے ہیں عرضِ مدعا فانی تصویریں کریں گی کیا مری حاجت روا  
سامنے میرے ہے میرا قادر و زندہ خدا جو آزل سے تا اَبَد یکساں رہے گا اور رہا

”اس لئے تصویرِ جاناں ہم نے کھجوائی نہیں“

(الفضل یکم ستمبر 1943ء)

## قادیان میں 1943ء کے رمضان میں

### ایک تولہ شکر کاراشن

دودھ میں لسی میں اور چائے میں پڑتا ہے نمک  
 ہے یہ روزوں کا مہینہ یا کہ خالی<sup>1</sup> کی جھلک  
 ان دنوں میں ایک تولہ راشن شکر جو ہو  
 ڈر ہے آہ روزہ داراں پھونک ڈالے گی فلک  
 روزہ میں گرمی کے مارے لگ رہی ہے ایک آگ  
 کھانڈ ہے ڈیپو میں بند اور دل رہا ہے یاں پلک  
 چار تولے کھانڈ سے بنتا ہے شربت کا گلاس  
 اور کئی ایسے ہوں تب تسکین پاتا ہے دلک<sup>2</sup>  
 اور سب شہروں میں ہے اک سیر سے راشن مزید  
 اور یہاں رمضان میں ہے چھ چھٹنکی یہ گزک  
 صرف یہ کہنا کہ سرکاری یہی مقدار ہے  
 کیسے مانیں ہم کہ ہر جا تو نہیں ہے یہ کھٹک  
 ملک میں سارے یہی مقدار ہوتی تب تو خیر  
 ڈیڑھ پائیاں ہو تو واں<sup>3</sup> ہو پانچ پایہ ہے کسک

1 خالی، شوال کے بعد کا مہینہ 2 دل کی تصغیر 3 مثلاً فیروز پور

ذائقہ کا اور تنعم کا نہیں ہر گز سوال  
 بلکہ لازم ہے شکر یوں جیسے پانی اور نمک  
 شیشی پینے والے بچوں کے لئے تو اوسطاً  
 پانچ تولہ روز ہو، دو سال کی مدت تلک  
 زچہ اور لڑکوں، مریضوں، روزہ داروں کے لئے  
 چاہئے ہے آدھ پاتک فالٹو بے ریب و شک  
 تاکہ راشن ہو زیادہ دُور ہو ساری کمی  
 اہل حل و عقد کو لازم ہے کوشش بے دھڑک  
 چاہئے کرنا ڈپو کا بھی تو احسن انتظام  
 صبر کا پیالہ ہے جاتا اکثروں کا واں چھلک  
 جبکہ کھلتی ہیں دُکانیں صبح سے تا شام سب  
 پھر ڈپو کیوں خاص کر کھلتا ہے گھنٹے تین تک  
 دیکھئے تلخی زدوں کی کون فریادیں سُنے؟  
 جو بھی ہو اُس کو دُعا ہم دیں گے ”اللہ مَعکُ“

(الفضل 16 ستمبر 1943ء)

## تو کیا آئے

تم آئے اور گلے ملنے سے کترائے تو کیا آئے  
 ہم آئیں اور تمہارا دل نہ گرمائے تو کیا آئے  
 مزا آنے کا ہے تب ہی کہ بنستے بولتے آؤ  
 اگر چہرے پہ اپنے بے رُخی لائے تو کیا آئے  
 نہیں ہے بے سبب بے رُو تھی مسجد کے مولانا  
 تمہارے ہاں کے فتوے سُن کے جو جائے تو کیا آئے  
 سبھی مذہب بلا تے ہیں ہمیں پھر نقدِ جنت کو  
 بجزِ اسلام کے انساں نہ گر پائے تو کیا آئے  
 مسیحِ ناصریٰ کی آمدِ ثانی پہ کیا جھگڑا  
 جو اپنی عمر پوری کر کے مر جائے تو کیا آئے؟  
 مصیبتِ قحط کی آئی تو کون آتا ہے کس کے ہاں  
 نہ ہو شربت نہ ہو کھانا نہ ہو چائے تو کیا آئے  
 جو صالح نیک کہلا کر بھی آقا کی کرے چوری  
 پپاسِ شرم و غیرت پھر چلا جائے تو کیا آئے  
 حقیقی حُسن کا جلوہ تو احمد ہی ہے۔ اے صوفی!  
 ترے دل میں مجازی نقش کچھ آئے تو کیا آئے

بہشتی مقبرہ تو کہہ رہا ہے ”آؤ جنت میں“

وصیت ہی سے پر جو شخص گھبرائے تو کیا آئے

سرِ بالینِ بیمارِ محبت تھا تمہیں آنا

سرِ بالینِ مرقد اب اگر آئے تو کیا آئے

جو آئیں احمدیت میں وہ آئیں سر بکفت ہو کر

کریں ہر امتحاں پر ہائے اور وائے تو کیا آئے

دمِ مُردن نہ انجکشن<sup>۱</sup> مرے بازو میں کرنا تم

کہ مرتے وقت زیادہ سانس کچھ آئے تو کیا آئے

(الفضل 5 اکتوبر 1943ء)

۱ انجکشن، وہ ٹیکہ جو طاقت کے لئے ڈاکٹر لوگ لگایا کرتے ہیں۔

# ہم ڈلہوزی سے بول رہے ہیں

## THIS IS DALHOUSIE CALLING

مُودہ باد! اے ساکنِ اَرْضِ حَرَمِ  
 غمِ مخور، اے تَشْنِیْ آبِ حیاتِ  
 خاکِ برسِ رُگنِ غمِ ایامِ را  
 جامِ در دست و صُراحیِ در بغلِ  
 ما ایازستیم و این محمودِ ما  
 سَرَوَرِ خوباں و جانِ قادیاں  
 سیرِ ڈلہوزی چہ می ماند بدو  
 قافلہ سالارِ ما فَضْلِ عُمَرِ  
 بَرَقِ وَشِ بر تو سنِ نیلو فری<sup>1</sup>  
 گلہ بیتاب ست در شوقِ حُدی<sup>2</sup>  
 بہر عید و جمعہ و درس و دُعا  
 عاشقِ بے صبر! چندے صبرِ رُگنِ  
 شورِ آمیں بر دُعاے صحتش  
 از برِ کز و بیاں آید ہے

(الفضل 22 ستمبر 1943ء)

1 یعنی ہے۔ 2 حضور کی موٹر کار نیلے رنگ کی ہے۔ 3 وہ گیت جس کو سن کر اُونٹ تیز چلنے لگتے ہیں۔

## اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے

عمر رواں کے سال کہاں اور کدھر گئے کچھ بے عمل چلے گئے، کچھ بے ٹمڑ گئے  
 جو بن اڑا، جوانی لٹی، بال و پر گئے کی تو بہ ہر خزاں میں مگر پھر مگر گئے  
 اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے

کچھ شعر و شاعری کا بجایا کئے رباب کچھ دردِ دسرنے اور دمہ نے کیا خراب  
 بے خواہیوں میں کٹ گئیں شب ہائے بے حساب اعمال پھر بھی کرتے رہے ہائے ناصواب  
 اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے

غنچے کھلے، خزاں گئی، گل خندہ زن ہوئے گلشن بھرے، ہوا چلی، تازہ چمن ہوئے  
 نرگس، گلاب، یاسمن و نسترن ہوئے دل کی کلی مگر نہ کھلی - بے سجن ہوئے  
 اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے

تم نے تو ہر بہار میں پوری کی اپنی بات<sup>1</sup> فرمایا جو زبان سے اُس کو دیا ثبات  
 گو سر پکتے ہم بھی رہے از پئے نجات پر گو ہر مُراد نہ آیا ہمارے ہات  
 اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے

پچھلا حساب گرچہ نہ بیباق تھا ہوا اِمسال پھر بھی عہد یہ تھا ہم نے کر لیا  
 بعد از خزاں یہ قرض کریں گے سبھی ادا افسوس پر، کہ بار یہ بڑھتا چلا گیا  
 اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے

1 پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

اس جنگ نے کیا ہے بغایت سبھی کو تنگ ہر موسم بہار میں کھلتا نیا ہے رنگ  
 ہے انتظارِ ”ثلجِ بہار“<sup>۱</sup> اب تو بے درنگ پر صلح کا نظر نہیں آیا کوئی بھی ڈھنگ  
 اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے

کیا پوچھتے ہو حالِ دلِ پائمال کا دلبر نے ہم سے وعدہ کیا تھا وصال کا  
 پر رُعبِ حُسن دیکھا جو اُس دُوائِ جلال کا پھر حوصلہ ہی پڑ نہ سکا اس سوال کا  
 اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے

(الفضل 13 اکتوبر 1943ء)

---

1 ”پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن“ (الہام حضرت مسیح موعود)  
 ثلج یعنی صلح، امن اور عافیت کے دن، چنانچہ 7 مئی 1945ء کو بہار کے ایام میں ہی  
 جرمنی نے ہتھیار ڈال دیے۔

---

## حضرت مولوی برہان الدین جہلمی

ایک تھے جہلم میں رہتے مولوی برہان دین جو حواری ابتدائی حضرت احمدؓ کے تھے<sup>1</sup>  
 ایک دن جب سیر سے حضرت ہوئے واپس تو وہ احمد یہ چوک میں یوں آپ سے کہنے لگے  
 ”اپنی حالت ہے عجب کمزور اے میرے حضور احمدی بن کر بھی ہم ”جُھڈو“ کے جُھڈو“ ہی رہے“  
 کہہ کہ پنجاہی میں یہ الفاظ پھر وہ رو دیے حضرت مہدی تسلیٰ اُن کی گو کرتے رہے  
 تھے اگرچہ سلسلہ کے سابقون لَا وَوَلُونُ<sup>2</sup> پر ہمیشہ وہ ترقی کے رہے پیچھے پڑے  
 وحی حق نے اُن کو ”شہتیر جماعت“<sup>3</sup> تھا کہا پھر بھی اپنے حال پر نادم تھے اور حیران تھے  
 جائے عبرت ہے کہ مجھ سا بے عمل اور نابکار جو کہے کچھ اور کرے کچھ۔ مطمئن پھر بھی رہے  
 اُن کو تھی ہر دم تڑپ، قُرْبِ الہی کی لگی اور ہم بستر میں لیٹے کروٹیں ہیں لے رہے  
 آگ تھی دل میں، نہ تھا اُن کو کہیں آرام و چین جان جائے حق کی راہ میں بس یہی تھے چاہتے  
 ”اے خدا، بَرْتَرِبَتْ اُو اِبْرَحْمَتِ ہاببار“ آنکہ بود از جان و دل قربان رُوئے دلبرے  
 مرحبا! کیسے تھے احمد کے یہ اصحاب گُبار احمدیت کیلئے سب کچھ ہی قرباں کر گئے

جَنَّتِ الْفِرْدَوْسُ فِي اَعْلَىٰ مَدَارِجِ هَوْنِ نَصِيبِ

حَقُّ تَعَالَىٰ اُنَّ سَخِشَ هُو، مَغْفِرَتِ اُنَّ كِي كَرِي

(الفضل 17 اکتوبر 1943ء)

1 مولوی صاحب 1886ء سے بھی پہلے کے تعلق رکھنے والوں میں تھے۔ (تذکرہ

صفحہ 137) 2 قریباً اصل الفاظ 3 دوشہتیروں کے ٹوٹنے کا الہام ان کے اور

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے لئے مشہور تھا۔

## محبت

مجھ پہ اے جان! چھا گئے ہو تم  
 پھرتے رہتے ہو میری آنکھوں میں  
 قلبِ ویراں میں میہماں رہ کر  
 کان ہیں جن سے اب تلکِ منجور  
 دل میں میرے سما گئے ہو تم  
 جب سے جلوہ دکھا گئے ہو تم  
 اُس کو کعبہ بنا گئے ہو تم  
 ایسے نغمے سنا گئے ہو تم  
 کیسی نکبت اڑا گئے ہو تم  
 دین و دُنیا بھلا گئے ہو تم  
 ایسا نقشہ جما گئے ہو تم  
 میرا دوزخ بُجھا گئے ہو تم  
 اپنے ہاتھوں مٹا گئے ہو تم  
 اک لگن جو لگا گئے ہو تم

ڈال کر اک نظر محبت کی

مجھ سا بگڑا بنا گئے ہو تم

(الفضل 18 نومبر 1943ء)

## عقل بغیر الہام کے یقین کے درجہ کو نہیں پہنچا سکتی

فقط اتنا کہتی ہے عقلِ سلیم  
 مگر یہ کہ موجود ہے وہ ضرور  
 یقین کے لئے عقل کافی نہیں  
 یہ الہام ہی نے تو ثابت کیا  
 کہ دُنیا کا کوئی خدا چاہئے  
 سو اُس کو تو وحیِ خدا چاہئے  
 یہاں تو کلامِ خدا چاہئے  
 خدا ہے - نہ یہ کہ خدا چاہئے

(1943ء)

## مناجات بدرگاہِ قاضی الحاجات

میں رَبِّ نہیں ہوں کیا ترا؟ یعنی اَلکُتِّ جب سنا  
 قُلْنَا بَلٰی، قُلْنَا بَلٰی، قُلْنَا بَلٰی، قُلْنَا بَلٰی  
 یعنی اکیلا ہی نہیں، مالک ہے تو سب خَلْق کا  
 رَبُّ الْوَرٰی، رَبُّ الْوَرٰی، رَبُّ الْوَرٰی، رَبُّ الْوَرٰی  
 مُحْسِن، حسیں، دلدار، من موہن، پیارا ہے تو ہی  
 میرے خدا، میرے خدا، میرے خدا، میرے خدا  
 گندے ہیں ہم بندے ترے، سرتابہ پا غرقِ گناہ  
 فَاغْفِرْ لَنَا، فَاغْفِرْ لَنَا، فَاغْفِرْ لَنَا، فَاغْفِرْ لَنَا  
 اے رَبِّ ہمارے رحم کر، دکھ دور کر، مَشْرُور کر  
 آقائے ما، مولائے ما، ملجائے ما، ماوائے ما  
 اسلام کو اِکْنٰفِ عٰلَمِ میں ترقی ہو نصیب  
 سُن لے دُعا، سُن لے دُعا، سُن لے دُعا، سُن لے دُعا  
 تیرے محمدؐ پر دُرُود اور تیرے احمدؑ پر سلام  
 صَلِّ عَلٰی، صَلِّ عَلٰی، صَلِّ عَلٰی، صَلِّ عَلٰی  
 سجدے کروں گا شکر کے، سرکار فرمائیں گے جب  
 ”راضی میں تجھ سے ہو گیا، بندے مرے جنت میں آ“

## کھوٹے معاملات

قرض لے کر کیوں تُو بنتا ہے یہود کیوں تجھے اُن کا چلن اچھا لگا؟  
 قسط ہو، یا نفع ہو، یا وعدہ ہو جس نے جو چاہا، وہ تُو نے لکھ دیا  
 نام دینے کا مگر لیتا نہیں لے کے قرضہ، جیسے کوئی مر گیا  
 وقت لینے کے مسلمان دیندار وقت دینے کے یہودی بن گیا  
 خود بخود کرنا ادا گویا حرام اَلَا مَا ذُمَّتْ عَلَيْهِ فَايْمًا  
 عہد سارے فسخ ہوتے ہیں معًا جب ادا کرنے کا وعدہ آ گیا  
 کیا یہی ہے حکم اَوْفُوا بِالْعُقُودِ کیا یہی تعلیم فُرَقَاں ہے بھلا؟  
 تنگ کیوں کرتا ہے تو مخلوق کو کچھ تو آخر چاہئے خوفِ خدا

## قادیان کے آریہ

نہ کی تصدیق تم نے، گونشانوں پر نشاں دیکھے  
 نہ لوگوں کو ہدایت دی نہ خود ایمان ہی لائے  
 رہے حق کو چھپاتے قادیان کے یہ مہاشے جب  
 تو پھر مجبور ہو کر اُن کو قسمیں دی میچا نے  
 ملاوا ملن وغیرہ شرم پت پُپ رہ گئے سارے  
 ہوئیں فق رنگتیں اُن کی رہے خاموش پھر ایسے  
 ”خمش معنی دارد کہ درگفتن نمی آید“

## ابنِ آدم بھی آدم ہی ہے

پاک ہم پیدا ہوئے تھے پرتھاشیطان تاک میں  
 کب وہ دن ہونگے اس جنت سے یہ آدم کہیں  
 آخر اک دن مجھ کو دھوکا دے دیا ملعون نے  
 اپنی عصمت کا رہا باقی نہ وہ عالم کہیں  
 ہم بھی جب جنت سے نکلے ہو گئے تم سے جدا  
 ”خاک ایسی زندگی پر تم کہیں اور ہم کہیں“

کس قدر خوشیاں ہوں اے پیارے کہ پھر ہجران کے بعد  
 طالب و مطلوب مل جائیں گلے باہم کہیں

(1943ء)

## آگئی گویا

روح کو گر نصیب تقویٰ ہو      زیرِ فرمان آ گئی گویا  
 ترکِ دنیا کو مان لے گر عقل      قابو آسان ہو گئی گویا  
 جب توکل ملا تو رِزق آیا      گھر میں دُکان آ گئی گویا  
 ذکر کی جس کو مل گئی لَدَّت      ضوئے عرفان آ گئی گویا  
 ہے تَطہُّر سے علم وابستہ      روحِ فُرقان آ گئی گویا

نفس کی خواہشوں پہ قابو ہو مرگِ شیطان آ گئی گویا  
 احمدی کو ملے دلائل کیا  
 تیغِ بُران آ گئی گویا

## دنیاوی تعلقات

مُنقطع اتنا ہوا پبلک سے میں لوگ یہ سمجھے کہ شاید مر گیا  
 مدّتوں سے جو نظر آیا نہ ہو کیا لگے گا اُس کے مرنے کا پتا  
 انقطاعِ خَلق ہے از بس مُفید  
 جو پھنسا دُنیا میں، دَلَدَن میں دھنسا

## عارضی تکالیف میں بھی خدا نے لذت رکھی ہے

ہجر میں ہے وصل سے بڑھ کر مزا لطف ہے رونے میں ہنسنے سے سوا  
 جہل کی لذت کے آگے علم کیا! بھوک کا سیری سے بڑھ کر ذائقہ  
 شرط پر یہ ہے کہ ہوں سب عارضی

## طاعون کا شہید احمدی

نہ سمجھو بُرا کیونکہ ہے وہ شہید جو ہوا احمدی فوت، طاعون کے ساتھ

کہ جب بد بکثرت ہوں اور نیک کم تو پس جاتا ہے گھٹن بھی گیہوں کے ساتھ  
مگر آخرت میں اٹھیں گے الگ  
وہ قاروں کے ساتھ اور یہ ہاروں کے ساتھ

## روح بغیر جسم کے کسی جگہ بھی نہیں رہ سکتی

روح تو بے جان ہے جب تک نہ ہو اُس پر لباس  
جسم سے ہے زندگی اور جسم پر ہے سب اُساس  
علم اس کا جسم سے ہے لطف اُس کا جسم سے  
جسم میں ہیں آلہ ہائے جملہ لذات و حواس  
خواب و برزخ - قبر و دوزخ - حشر و فردوس بریں  
ہر جگہ ہے لابڈی اک جسم از رُوئے قیاس

## سُن لے مری دُعا خدا کے لئے

لوگ لکھتے ہیں خط دُعا کے لئے اپنے تکمیلِ مَدَّعا کے لئے  
میں یہ کہتا ہوں روکے اے مالک سُن لے میری دُعا خدا کے لئے  
ورنہ بندے ترے کہیں گے یوں حشر جب ہو پَپا جزا کے لئے  
”کیا یہی تو نہیں ہے وہ ظالم! جس کو کہتے تھے ہم دُعا کے لئے“

اب ہوا آ کے یاں ہمیں معلوم  
یہ جو صاحب ہیں خوب پھرتے تھے  
چاہئے کچھ سزا ضرور یہاں  
تو ہی بتلا کہ عذر کیا ہو گا؟  
کس سے جا کر کہوں میں تیرے سوا  
کون بنتا ہے بے کسوں کا رفیق؟  
بس تو ہی ہے جو کام آتا ہے  
بخش میرے گناہ اے غفّار!  
دونوں عالم میں پردہ پوشی کر  
ہائے افسوس! مجھ سے نیلے نہ سکے  
مارے رقت کے لب نہیں کھلتے  
بات منہ میں - نہ ذہن میں الفاظ  
اس کے سب کام تھے ریا کے لئے  
کپڑے مصنوعی اتقا کے لئے  
ایسے گمراہ خود نما کے لئے،  
مجھ گنہگار ناسزا کے لئے  
اپنے اس درد کی دوا کے لئے  
کون روتا ہے بے نوا کے لئے  
ہر بجا کار پُرخطا کے لئے  
”سید الخلق مصطفیٰ کے لئے،“  
اپنے محبوب میرزا کے لئے  
عہد تجھ سے تھے جو وفا کے لئے  
ہے زباں بند مُدعا کے لئے  
کیا کروں عرض التجا کے لئے؟

ہاتھ بس رہ گئے ہیں اک باقی

ہوں اٹھاتا انہیں دُعا کے لئے

(آمین)

(الفضل 21 جنوری 1944ء)

## تہجد

اُٹھ بھیا دو رکعت پڑھ لے اب رین چلی دن آوے گا  
 پچھلے کو ہے دولت بٹی خود سیاں آن لٹاوے گا  
 نیند کے ماتو، اُٹھو جلدی وقت گیا پھر ہاتھ نہ آوے گا  
 جو سووے گا، سو کھووے گا  
 جو جاگے گا، سو پاوے گا

(25/جنوری 1944ء)

## احمدی کیوں ہر اک سے افضل ہے؟

احمدی کیوں ہر اک سے افضل ہے؟  
 اس کی تفصیل اب میں کرتا ہوں  
 مجھ میں ہے جوش اور یقیں اور صدق  
 دُور ہیں اپنی آنکھ ہے لاریب  
 میرا ایمان صادقوں والا  
 ہم ہیں لاریب گُندنِ خالص  
 پھول اور پھل پہ ہے مرا قبضہ  
 ہم پہ وا ہیں حقائقِ قرآن  
 غیر ناقص ہے اور وہ اکمل ہے  
 کس لئے اور کیوں وہ انجمن ہے  
 اُن میں جو کچھ ہے نامکمل ہے  
 چشمِ دشمن سراسر اٹول ہے  
 اُن کا دعویٰ تلک بھی مہمل ہے  
 اور عدو بے گمان پیتل ہے  
 اُن کے ہاتھوں میں صرف ڈنٹھل ہے  
 اُن پہ یہ راز سب مقفل ہے

ہاتھ میں میرے حق کی مشعل ہے  
 شیشہٴ دل پہ میرے صیقل ہے  
 غیر اعرج ہے اور پیدل ہے  
 وہ ہے فَعَالٌ بلکہ اَفْعَلٌ ہے  
 اور مُقَابِلٌ میں جو ہے اَجْمَلٌ ہے  
 اُن کا فاضل بھی پست و زُئیل ہے  
 اُن میں ہر روز سر پھوٹوں ہے  
 وہ ہے خَر مُہرہ بلکہ خَرْدَانٌ ہے  
 اُن کا اَمَارہ اور بیکل ہے  
 اُن کے پیروں کے نیچے دَلْدَانٌ ہے  
 میں ذہین اُن کی عَقْلٌ مُحْتَلٌ ہے  
 احمدی بارشوں کا بادل ہے  
 اُن کے ہاں خواہشوں کا جنگل ہے  
 اُن کا ہر روز روزِ اَوَّلٌ ہے  
 آج سے خوب تر مرا کل ہے  
 نہ کوئی لائِحہ مکمل ہے  
 کہ نہ قَائِدٌ کوئی، نہ جنرل ہے  
 پشت پر پُستکوں کا بندل ہے  
 بس سمجھ لو کہ عَقْلٌ مُحْتَلٌ ہے

وہ اندھیرے میں ٹھوکرے کھاتے  
 زَنگ ہے اُن کی عَقْلٌ پُر دِل پر  
 احمدی شہسوارِ راہ ہڈی ست  
 غیر تبلیغِ حق سے ہے غافل  
 وہ ہے عِلْمٌ کلام کا رَہبَر  
 اپنے بچے بھی مولوی فاضل  
 اِتِّحَادِ اپنا ظاہر و باہر  
 ہم تو ہیں مِثْلِ مہر و مہ روشن  
 مل گیا نفسِ مُطْمَئِنِّہ ہمیں  
 اپنی جَوَلائیَاں فلک پر ہیں  
 بڑھ رہا ہوں میں، ہٹ رہے ہیں وہ  
 وہ تو ہیں ریت کے فقط تودے  
 باغِ تقویٰ میں رُوح ہے میری  
 اپنی ہر رات ہے شبِ اَوَّلٌ  
 اُن کا اِمروز ماتمِ دِیروز  
 نہ تو رہبر، نہ کوئی ہے لیڈر  
 ہیں سیاست میں بے سُرے اتنے  
 پا بہ گل خر ہیں عالمانِ بَد  
 حق کے مامور کا جو ہو مُنکر

وہ مَلَدِّب ہے کیونکہ اُنہیں ہے  
اُس کی سیدھی نہیں کوئی گن ہے  
قوتِ فیصلہ ہوئی شلن ہے  
نہ عقیدہ کوئی مدللن ہے  
جیسے مدہوش کوئی پاگل ہے  
ہر طرح سے رواجِ افضلن ہے  
عذر یہ ہے کہ ”ہم تو سوشل ہے“  
پر نہیں چھوڑتا یہ کبل ہے  
ان کا سب کاروبار چھل بل ہے  
اُن کی جو چال ہے سومرین ہے  
ہر طرف تلخیاں ہیں خنطن ہے  
باپِ رحمت پڑا مُقفلن ہے  
روئے دلبر نظر سے اوجھل ہے  
اس لئے عقل بھی مُعطلن ہے  
ہر قدم زندگی کا بوجھل ہے  
ہر گھڑی غم کی ایک بل چل ہے  
اُن کے نزدیک وہ بھی مہملن ہے  
خواہ ہے وہ چرسن کہ بوتل ہے  
قوم اُن کی ہی سب میں اولن ہے

ہم مُصَدِّقِ امامِ مہدی کے  
ہو امامِ الزّمان سے مُسْتَعْنٰی  
اُن کے افعالِ قابلِ الزام  
نہ تو اخلاق ہیں کوئی دلکش  
قعرِ ذلّت میں ہیں پڑے بے ہوش  
ہے شریعت فقط دکھانے کو  
غیرتِ دین اڑ گئی بالکل  
چھوڑنا چاہتے ہیں کبل کو  
ہم کو تقویٰ نصیب اللہ کا  
ہر قدم اپنا ہے دُعا سے تیز  
گم ہوئی سب خلاوتِ ایماں  
وجی و الہام ہو گئے مسدود  
دین سے اُن کو کچھ نہیں ہے مَسْن  
ہو گئے حق کے سخت نافرمان  
غیر قوموں نے پیس ڈالا ہے  
خوف اور حُزن دل پہ ہے طاری  
تھا خلافت کا جو عجیب نظام  
سب نشے ہیں حلال یاروں کو  
جھوٹ، چوری، دغا، جُؤا دنگا

اُن کی گڈی بھلا چڑھے گی خاک ہاتھ میں روز جن کے تکلن ہے  
 الغرض پانچوں عیب ہیں شرعی پیپ سے بھر گیا یہ دُنبل ہے  
 یہ وجوہات ہیں مصیبت کے ایسے اعمال کا یہی پھل ہے  
 جس کی تائید میں کھڑا ہو خدا اُس کی جانب ہی قولِ فیصل ہے  
 ”ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو“ احمد پاک اُس سے افضل ہے  
 ہم مُریدِ حضور احمد ہیں جو نبی ہے جری ہے، مُرسل ہے  
 نُور کا اس کے ہے یہ سب فیضان ورنہ یاں کس کو اس قدر بن ہے  
 گرچہ خوردیم نسبتے ست بزرگ  
 اس پہیلی کابس یہی حل ہے

## لاہور کی دعوتیں

دل پر تھا جو کہ پالش برسوں سے قادیاں کا دو دن میں زنگ لایا لاہور کی فضا میں  
 اب واپسی پہ آ کر، معلوم یہ ہوا ہے نے ذکر میں ہے لذت نے لطف ہے دُعا میں  
 اعلیٰ ترین کھانے، مہمانیوں کے کھا کر تاریکیاں ہیں دل پر فرق آ گیا ضیا میں  
 ماحول کی تھی برکت دارُ الاماں کی طَلْعَتْ رہتے تھے ہم سما پر اڑتے تھے ہم ہوا میں  
 چکھا طعامِ شاہی مرغ و کباب ماہی  
 یوں چڑھ گئی سیاہی مجرم ہو جوں سزا میں

## لذت

اس نظم میں حسب ذیل حقیقتیں واضح کی گئیں ہیں۔ (1) انسان کی فطرت طالب لذت جسمانی بنائی گئی ہے۔ (2) اس کی ساری کوششیں اسی مطلب کے لئے ہوتی ہیں۔ (3) بغیر مسلسل لذت حواسِ خمسہ کے اس کی زندگی تلخ رہتی ہے۔ (4) چونکہ وہ جسمانی لذت کا ہر وقت طالب ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے آخرت میں اُس کے لئے ایک لذت دائمی کا گھرتیا رکھا ہے۔ (5) اس گھر کا نام جنت ہے کیونکہ اس کی فطرت اسی کی طالب تھی۔ (6) اس جنت کے ملنے کے لئے دو شرائط رکھی ہیں اور اُن ہی کو انسان کے لئے دین اور مجاہدات اور سلوک کا راستہ قرار دیا ہے۔ (7) پہلی شرط یہ ہے کہ اس دنیا کی لذتیں جو عارضی اور مکدر ہیں اُن کو اُسے سختی المقدور ترک کرنا پڑے گا کہ وہ صرف بقدر ضرورت اور بطور نمونہ ہیں۔ (8) دوسرے خدا تعالیٰ جو منعم حقیقی اور معطی لذات ہے اُس کی رضا حاصل کرنی پڑے گی اور شرک چھوڑ کر بکلی اُس کی طرف متوجہ ہونا پڑے گا۔ (9) جب یہ دونوں باتیں حاصل ہو جائیں گی یعنی ترک دنیا اور عشقِ الہی تو پھر اس کے لئے ابدی اور غیر مکدر جنت کا راستہ صاف ہے، جہاں رضائے الہی اور کلامِ الہی تمام نعمائے جسمانی کے ساتھ حسبِ خواہش ملیں گی اور انہی سب باتوں کا نام وصلِ الہی ہے۔ (10) یاد رکھنا چاہئے کہ بغیر منعم کی محبت اور رضا کے اُس کی نعمتیں اڑانا چوری ہے۔ (11) اسی طرح بغیر دائمی جسمانی نعمتوں کے محض عشقِ الہی بھی

بے معنی چیز ہے کیونکہ خدا سے محبت ہی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے۔ جب تک نعمتوں کے احسانات انسان کو محبت کرنے پر مجبور نہ کر دیں۔ آدمی کی فطرت ہی یہ ہے کہ وہ اپنے محسن سے محبت کرتا ہے۔ اور کسی سے نہیں اور جہاں بھی محبت دیکھو گے۔ یہی پاؤ گے۔ کہ اس کی اصل وجہ کوئی نہ کوئی احسان ہے۔ (12) صرف ”روحانی جنت“ یعنی محض آنند میں رہنا ایک فرضی چیز ہے یا شاید موت اور مٹی ہو جانے کا دوسرا نام۔

سُن! غور سے اے جان تو افسانہ لذت  
 انسان حقیقت میں ہے دیوانہ لذت  
 دنیا تو ہے بازیچہٴ طفلانہ لذت  
 لذات تو دُنیا میں نمونہ کے لئے ہیں  
 اُس صوفی احمق کی ذرا عقل تو دیکھو  
 معشوق ہے انسان کا گو خالقِ نعمت  
 فطرت میں خمیر اُس کے ہے لذت ہی کی خواہش  
 لذت کے سوا تلخ ہے سب زندگی اس کی  
 ہر وقت سرشت اس کی ہے مائل بہ لذائذ  
 دُنیا کے مگر لطف ہیں فانی و مکلِّد  
 لذات کو دنیا کی تو کر ترک اے طالب!  
 بھولے گا تو ساقی کو اگر ان میں پڑے گا

مطلب ہے تری زیست کا میخانہ لذت  
 یا شمعِ متعتم کا ہے پروانہ لذت  
 فردوس ہی ہے اصل میں مُحمانہ لذت  
 جنت کا بنے تاکہ تو مستانہ لذت  
 مذہب کو بتاتا ہے جو بیگانہ لذت  
 مقصود مگر اُس کا ہے میخانہ لذت  
 جسمانی مزوں کا ہے یہ مستانہ لذت  
 مرجائے نہ گر پائے یہ۔ نذرانہ لذت  
 کوشش ہے پئے ساغر و پیمانہ لذت  
 ہے عارضی اور تلخ یہ کاشانہ لذت  
 عُقسیٰ کا ملے تا تجھے خُم خانہ لذت  
 گم ہو گی کلید در میخانہ لذت

ہے خالقِ نعماتِ خداوندِ دو عالم  
 اس ترک سے مولیٰ کی رضا تجھ کو ملے گی  
 دنیا کا یہی ترک ہے، بیعاً لذت  
 ہم عاشقِ ساقی ہیں، وہ مُنعم ہے ہمارا  
 محسن ہے مرا ساقی، میخانہ لذت  
 احسان کا مطلب ہے فراوانیِ نعمت  
 نعمت ہی ہے گر سوچو تو پیانہ لذت  
 ہے دائمی اور غیر مَلدّر وہی بادہ  
 پلوائے گا جو ساقی، نُم خانہ لذت  
 جنت میں تو ہے یار بھی اور وصل و رضا بھی  
 ہے خانہ دلدار ہی کا شانہ لذت  
 دے ہم کو سرفرازیِ شاہانہ لذت  
 دوزخ ہے ترے قہر سے ویرانہ لذت  
 جنت میں ملے جلوہ جانانہ لذت  
 اے مُنعمِ جاں بخش! عطا عشق ہو تیرا  
 دُنیا میں نہ ہو حرصِ سفیہانہ مزوں کی  
 عُقیمی کا ملے ذوقِ فقیہانہ لذت

اسلام نے فردوس کی نعمت جو عطا کی

آ، پیش کریں سب کو یہ شکرانہ لذت

## کھجیار

کھجیار ڈلہوزی سے چند میل کے فاصلہ پر ریاست چنبہ میں ایک نہایت ہی پُر فضا میدان کا نام ہے جس کے چاروں طرف پہاڑ ہیں اور اُس پر دیودار کے درخت آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔ میدان کے بیچ میں ایک چھوٹی سے جھیل بنی ہوئی ہے جس میں ایک چھوٹا سا جزیرہ تیرتا پھر رہا ہے۔ میدان کے کنارے پر دو تین ڈاک بنگلے مسافروں کے قیام کے لئے بنے ہوئے ہیں۔ ایک مندر اور ایک دکان بھی ہے۔ کھجیار کا منظر اتنا دل فریب، خوشنما اور دل لہانے والا ہے کہ اُس کی تصویر قلم سے نہیں کھینچی جاسکتی۔ انسان دیکھ کر ہی اُس کا پورا لطف اٹھا سکتا ہے۔ اسی قدر تہی منظر سے متاثر ہو کر یہ نظم لکھی گئی ہے۔ نظم کا چوتھا شعر ایک دلچسپ قصہ سے متعلق ہے جو اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ قدیم زمانہ میں ایک جوگی کھجیار میں آ کر جھیل کے کنارے بیٹھا۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ جھیل کتنی گہری ہے اُس نے رسی بٹ بٹ کر پانی میں ڈالنی شروع کی۔ بارہ برس تک وہ رسی بٹ بٹ کر جھیل میں ڈالتا رہا۔ مگر اُس کا تھا نہ ملی۔ آخر جوگی نے یہ کہہ کر واہ بے انت، جھیل میں چھلانگ لگائی اور اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالا۔

بس گیا دل میں مرے ماہِ لِقائے کھجیار  
 سامنے پھرتی ہے آنکھوں کے فضائے کھجیار  
 وادیِ عشق کے افسرِ دہ دلوں سے کہہ دو  
 رُوح پرور ہے عجب آب و ہوائے کھجیار  
 آزمائیں جو کبھی اس کو اُطبتائے زماں  
 سب دوا چھوڑ دیں جُز خاکِ شفاءے کھجیار  
 حُسنِ بے انت، میں کیا جانے کُشش کیسی تھی  
 ”جوگی جی،“ ہو گئے تَن مَن سے فدائے کھجیار  
 گوشہٴ چشم میں عاشق کو جگہ دی اس نے  
 سیکھ لے بزمِ حسیناں! یہ وفائے کھجیار

مردم چشم 1 جو ہلتی ہے ادھر اور ادھر ناوک صید جگر ہے یہ ادائے کھجیار  
 سرو آزاد 2 ہوئے عشق میں اُس کے پابند منہ سے خاموش ہیں پرسر میں ہوائے کھجیار  
 واں تو وہ قحط رسد اور یہاں یہ افراط شاہ چنبہ 3 سے تو بہتر ہے گدائے کھجیار  
 شوخیاں وصل کی شب کی نہیں بھولیں اب تک 4 یاد ہیں ہم کو وہ سب جو رجفائے کھجیار  
 ہم نے پہلے بھی دیا کوچہ میں اس کے پہرا 5 آج پھر قند مکر 6 ہے سرائے 7 کھجیار  
 چنبہ و گنڈ گئے، ٹوپ بھی دیکھا کالا پر نہ پائے کہیں، یہ ناز و ادائے کھجیار  
 زندگی اس کی بھی کیا خاک ہے اس دنیا میں جو کہ ہوتے ہوئے وسعت کے نہ آئے کھجیار

جس کی مخلوق میں یہ حُسن و دِلاویزی ہو

کس قدر خود وہ حسین ہو گا خدائے کھجیار

(الفضل 3/ جون 1943ء)

1 مردم چشم یعنی وہ چھوٹا سا جزیرہ جو جھیل میں تیرتا پھر رہا ہے۔ 2 دیودار کے اونچے  
 اونچے درخت جو میدان کے چاروں طرف کھڑے ہیں۔ 3 اس زمانہ سخت قحط پڑا  
 ہوا تھا چنبہ میں روپیہ کا تین سیر آتا ملتا تھا اور وہ بھی مکئی کا۔ اور بنتا بھی مشکل سے تھا۔ مگر  
 کھجیار میں گیہوں کا آٹا حسب ضرورت مل گیا اور ہم نے خدا کا شکر ادا کیا۔ 4 یہ نظم  
 چنبہ سے واپسی پر جب دوبارہ کھجیار میں ٹھہرے اُس وقت لکھی گئی تھی۔ 5 جب ہم  
 ڈاک بنگلے میں جا کر ٹھہرے تو لوگوں نے کہا کہ ”یہاں رات کو ریچھ نکلتا ہے  
 ہوشیار سوئیں“ ہم حضرت صاحب کی حفاظت کے لئے باری باری ساری رات بندوق  
 ہاتھ میں لئے پہرا دیتے رہے اور آگ روشن رکھی۔ اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ  
 ہے۔ 6 ایک مرتبہ یہاں ہم چنبہ جاتے ہوئے ٹھہرے تھے۔ دوسری مرتبہ آتے  
 ہوئے قیام کیا۔ 7 سرائے کھجیار ڈاک بنگلہ

## عام آدمیوں کی سادہ باتیں اور اہل علم کی اصطلاحیں

اہل علم نے اکثر مذہبی اصطلاحیں ایسی مشکل اور ناقابل فہم بنا دی ہیں کہ محض الفاظ ہی کے ڈر اور رعب سے غیر عربی دان عوام الناس اُن کی طرف توجہ نہیں کرتے بلکہ خوف کھاتے ہیں کہ خدا جانے یہ کیا مصیبت ہے جو ہمیں درپیش ہے۔ مثلاً عرفانِ الہی، الہامِ خداوندی، محبتِ الہی، وصلِ الہی، تقویٰ اللہ، ذکر و تسبیح، انعاماتِ خداوندی، نصرتُ اللہ اور تائیدِ الہیہ وغیرہ وغیرہ۔ جب علمائے کرام اپنی تقریروں میں ایسے الفاظ کا ذکر کرتے ہیں تو پچارے کم علم دیہاتی لوگ حسرت سے اُن کے منہ کو تکتے ہیں۔ اگر انہی الفاظ کو عوام کے لئے سادہ عبارت میں اُن کی اپنی زبان میں بیان کیا جائے تو دین کے متعلق لوگوں کی بعض مشکلات دُور ہو جائیں اور اُن کو مذہب کا شوق بھی پیدا ہو جائے۔ مندرجہ ذیل اشعار میں ہر شعر کے ایک مصرع میں مذہبی اصطلاح اور دوسرے مصرع میں اس کا عام فہم اُردو مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لوگ ان اصطلاحات کی اضلیث سے کسی حد تک واقف ہو جائیں۔

جان پہچان تم سے ہو جائے	معرفت سے بھلا ہمیں کیا کام
بات سُننے کو میں ترستا ہوں	مجھ کو الہام چاہیے نہ کلام
تم پہ مرتے ہیں اے مرے پیارے	عشق کا دے رہے ہو کیا الزام
یونہی چھپ چھپ کے ملتے رہنا تم	وصل کا تو خیال ہی ہے خام
زاہدو! کیا کریں دعاؤں کو	مانگنا بھیک ہے ہمارا کام
مجھ سے تقویٰ کا کرتے ہو کیا ذکر	ڈرتا رہتا ہوں جب میں تم سے مُدام
ذکر و تسبیح سے تعلق کیا	اپنے دلبر کا بچ رہے ہیں نام
واسطہ کیا مجھے عبادت سے	ہوں تمہارا میں بندۂ بے دام

ہم تو تیرے ہیں خاکِ پا اے دوست      عجب اور کبر سے ہمیں کیا کام  
 جس کی آنکھوں میں رات کھلتی ہو      وہ تہجد میں کیا کرے گا قیام  
 چیز کیا ہیں یہ نصرت و تائید      تم ہی آؤ گے وقت پر کچھ کام  
 ہم فقیروں کو دیجئے خیرات  
 اور کچھ چاہتے نہیں انعام

(الفضل 17 دسمبر 1944ء)

## مغرب زدہ صفائی

مرحبا! یورپ زدہ، فیشن پرست  
 داڑھی مونچھیں صبح دم ہوتی ہیں صاف  
 میل اور صابن کے اندر بیٹھ کر  
 موائے زیرِ ناف اور موائے بغل  
 موتا ہو کر کھڑے اس طرز سے  
 پُرزہ لے کر رڈی اک اخبار کا  
 تیرے ناخن پنجہ سگ سے غلیظ  
 تازہ کھانا منع ہے تیرے لئے  
 دانت تیرے میل سے ہر دم بھرے  
 جوتیوں سے فرش پر پھرتا ہے یوں  
 پھر بھی تو کہتا ہے ”کالا لوگ“ کو  
 خوب ہے تیری صفائی اے حسین!  
 اور بنا کرتی ہے زلفِ عنبریں  
 ایک ٹب میں غسل ہوتا ہے وہیں  
 بن گئے ہیں تیرے مارِ آستین  
 جس سے بیل اور اُونٹ تک ہوں شرمگین  
 بعدِ حاجت صاف کرتا ہے سُریریں  
 ہے پھڑکی کانٹے میں سب ایمان و دیریں  
 ہیں غذائیں امریکہ و یورپ کے ٹپیں  
 کھا کے گلی تک نہیں - صد آفریں!  
 تو ہے گویا ساکنِ چرخ بریں  
 ”کچھ صفائی آپ لوگوں میں نہیں“

اہلِ مغرب کی تو فِطرتِ مَسْخ ہے ساری باتیں ”فطرتی“ گم ہو گئیں  
تیرے آبا کا عمل ان سب پہ تھا  
وائے حسرت! تو نے ساری چھوڑ دیں

### عقائد

جو خدا مانے، وہ احمق ہے زرا اور اگر ہے وہ تو دکھلاؤ کہیں  
نام مذہب کا نہ لاؤ مَنہ پہ تُم اس سے سب پیدا ہوئے ہیں بُغضِ دیکیں  
ہے تمیزِ حِلَّت و حُرْمَتِ فَضُول آدمی آزاد ہے قیدی نہیں  
مرکے مٹی میں سب ہی مل جائیں گے کیا کبھی مُردے بھی اُٹھے ہیں کہیں  
کافی ہے قانونِ تعزیراتِ ہند  
اس سے بڑھ کر لُغو ہے قانونِ دیں

### زینت

سرخی اور پوڈر ہے چہرے پر لگا مرد سے عورت بنا ہے ناز نہیں  
ناک سے اور منہ سے سگرٹ کا دھواں یوں ہے جیسے چل رہی ہواکِ مشیں  
کٹ گئے ٹانسل<sup>1</sup> اپنڈکس<sup>2</sup> شوق میں پر ہے ختنہ پر ہمیشہ نکتہ چیں  
کچھ جو بچے ہیں وہ بابا لوگ ہیں ہندی کہلانے سے ہیں چیں برجیں  
میم صاحبِ محرمِ نا محرماں ناچنے گانے لگی مَحْمَنُ نَشیں  
دو بجے تک جاگتے رہنا فَضُول سوتے رہنا نُو بجے دن تک یونہیں  
چھوڑ ایسی زندگی کو اے عزیز  
یہ تو ہے تہذیبِ دَجَالِ لَعیں

## بندہ

تجھ کو مالک نے جو تھا پیدا کیا تاکہ بندہ اُس کا تو بن کر رہے  
 پس تجھے کھانے کو جو دے۔ کھا اُسے اور جو پہنائے تجھ کو، پہن لے  
 کام جو دے ہیں تیرے، کر انہیں تھک گیا جب۔ حکم ہے۔ آرام لے  
 تو غلام، ابنِ غلام، ابنِ غلام کام کیا مرضی سے اپنی پھر تجھے؟  
 گر تو بندہ ہے تو بندہ بن کے رہ ورنہ دعویٰ بندگی کا چھوڑ دے  
 نفع تیرا بھی اسی میں ہے کہ تو عبد بن کر فائدے حاصل کرے

اس غلامی میں ہیں سب آزادیں

سخت دُکھ میں ہے جو بھاگے قید سے

(الفضل 13 فروری 1944ء)

## جمعہ کا دن (28/ ماہِ صلح 1323 ہش)

مصلح موعود نے دعویٰ کیا جمعہ کے دن اور جماعت نے بھی اِمتاً کہا جمعہ کے دن  
 تھا مہینہ صلح کا تاریخ اٹھائیسویں (28) جب حریفوں کا سبھی جھگڑا مٹا جمعہ کے دن  
 جن کے دل میں تھی ابھی باقی ذرا سی بھی خلش شک و شبہ اُن کا سب جاتا رہا جمعہ کے دن  
 سر مر ا کھاتے تھے پیغامی کے دعویٰ ہے کہاں؟ اب تو اُن کا عذر بھی جاتا رہا جمعہ کے دن

وہ جو رکھتے تھے ارادہ نیک اور صالح بھی تھے پاس آ بیٹھیں ہمارے اب ذرا جمعہ کے دن دیکھ کر اپنا جمود اور اپنے مُرشد کا عروج دل میں میں خوش تھا مگر روتا رہا جمعہ کے دن وہ کرے اصلاح دُنیا کی تو ہم اصلاحِ نفس ”مفسدِ موعود“ کی سمجھو کہ شامت آ گئی تب کہیں پورا ہوا پنا مُدّعا جمعہ کے دن یونہی بے مطلب نہیں دعویٰ ہوا جمعہ کے دن اک سفر ہو گا نیا، اعلان تھا جمعہ کے دن جب یہ دیکھیں گی کہ دُولہا آچکا جمعہ کے دن میرے کانوں نے تو یہ مضمون سنا جمعہ کے دن لیکن اب تو ہو گئی بس انتہا جمعہ کے دن

مصلحِ موعود کہتے تھے جسے پہلے ہی سب شکر ہے وہ مُتَّفِق ہم سے ہوا جمعہ کے دن

(الفضل 20 مارچ 1944ء)

# ہم قادیان سے بول رہے ہیں

## THIS IS QADIAN CALLING

1943ء میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی بہت بیمار ہو گئے اور بیماری لمبی ہو گئی۔ پھر طبعی مشورہ کے بعد چند ماہ کے لئے ڈلہوزی تشریف لے گئے۔ قادیان والوں کے لئے اتنی لمبی جدائی نہایت غیر معمولی تھی۔ چنانچہ جب عید اور رمضان کی آخری دُعا کا موقع آیا تو لوگ بہت بیتاب نظر آتے تھے۔ اُن احساسات کے ماتحت دونوں نظمیں لکھی گئی تھیں۔ پھر حضور عید اور دُعا کے موقع پر قادیان تشریف لے آئے اور لوگوں نے خوشی کی عید منائی۔

بُوئے سوزِ عاشقان آید ہے      دُو دِ آہِ قادیاں آید ہے  
 خاکِ پائے شہرِ یارِ دلبراں      در دو چشمِ سُرمہ ساں آید ہے  
 قادیاں جسمِ ست و محمودش رواں<sup>۱</sup>      باز گے در تنِ رواں آید ہے  
 شُد تہی از مے نُمِ بادہ کشاں      تا بہ گے پیرِ مُغاں آید ہے  
 یارِ در گُھسار و یاراں در وطن      عیدِ رَمضاں را نگاں آید ہے  
 عیدِ یاراں گے شُوڈ در قادیاں      تا نہ ماہِ قادیاں آید ہے  
 تا بکے اُمیدِ آں روزِ وصال؟      جاں بہ تن یا تن بجاں آید ہے  
 زِ آتِشِ فُرْقَتِ جگرِ ہا سوختند      کز سخنِ بُوئے دُخاں آید ہے

کے شوڈ یارب! کہ پنم رُوئے دوست      گے بُوڈ کاں دِلستاں آید ہے  
 بہرِ صحت یار شد در مَرغزار      تا بہ جسم و جاں، تو اں آید ہے  
 اے صبا! از بلبلاں مودہ بیار      کاں گلے در گلستاں آید ہے  
 دردِے ما شِعرم بخواں پیش شہم      کیں فُغاں از قادیاں آید ہے  
 (الفضل 22 ستمبر 1945ء)

## فقر اور افلاس کی ایک حکمت

اگر سب غریبوں کو دے دو امارت      تو دنیا کا کل اُمن کر دیں گے غارت  
 یہ اہلِ دَوَلن اور یہ اہلِ حُکومت      نہ کرنا بلا وجہ اِن کی کھارت  
 کہ یہ اُن غریبوں سے بہتر ہیں بے شک      نظر آ رہے ہیں جو اہلِ وِلایت  
 اگر ان مساکیں کو مل جاتی دولت      تو دکھلاتے اُن سے بھی بڑھ کر شقاوت  
 خدا نے مَصائب میں ہے اُن کو جکڑا      کے ظاہر نہ ہو اُن کی مخفی بغاوت  
 غریبی بھی اُن کی خدا کا کرم ہے      ہر اک کام میں اُس کی ہوتی ہے حکمت

یہاں اُن کا ہمدرد سارا جہاں ہے

وہاں جا کے مل جائے گی اُن کو جُت

## کیا دیکھا؟

ہم نے دُنیا میں آ کے کیا دیکھا  
 باغِ اگلوں نے جو لگائے تھے  
 باپ بیٹے کو بھائی بھائی کو  
 آخرت کے ہیں یاں جو نمبردار  
 دین کے نام پر اُنہیں دائم  
 نظرِ لطف کے سوا تیرے  
 سگِ دُنیا کو چینتے ہی سنا  
 عالم بے عملِ معلّم کو  
 سدِّ اسکندری تھی صحتِ جسم  
 ہارتے پایا اہلِ باطل کو  
 نفسِ امارہ، تیرے دَر کو چھوڑ  
 وقتِ پیری ہوا جو حافظہ گم  
 تاک میں ہے، مگر نہیں آتی  
 گوشت خوروں کی سُندیاں دیکھیں  
 قادیاں کا جو ایک قصبہ ہے  
 اکِ نبی دیکھا، اکِ خدا دیکھا  
 ہم نے سب کو نُچا گھچا دیکھا  
 ایک کو ایک سے جُدا دیکھا  
 جب بھی دیکھا، اُنہیں خفا دیکھ  
 پیٹ کے غم میں مُبتلا دیکھا  
 درد کو اپنے لا دوا دیکھا  
 خوش فقط مردِ باخدا دیکھا  
 اکِ کتابوں لدا گدھا دیکھا  
 خود ہی پھر اُس کو ٹوٹا دیکھا  
 راستبازوں کو جیتتا دیکھا  
 در بدر بھیک مانگتا دیکھا  
 سب برابر ہوا سنا، دیکھا  
 ہر طرح مَوْت کو بُلا دیکھا  
 دال خوروں کا حافظہ دیکھا  
 دین کا اُس کو مورچہ دیکھا

”کل کے بچے“ کو آج دُنیا نے مَظہرُ الْحَقِّ وِ الْعُلَا دیکھا  
 اہلِ سائنس کا وہ سُوپر مین جب بھی سوچا، تو مصطفیٰ دیکھا  
 ساری دُنیا میں سب سے بے مَصْرَف  
 ہم نے تجھ کو، اے آشنا دیکھا

## إِنَّمَا أَشْكُوا بَثِّي وَ حُزْنِي إِلَى اللَّهِ

دو مرے بازو تھے، دونو کٹ گئے ایک اُن میں بھائی میرا سَلْحُ تھے  
 دُوسرے تھے حضرتِ مرزا شَفِيعُ خُسر ہو کر، کارگن تھے بن گئے  
 چھوڑ کر اس عالمِ فانی کو، آہ! سال کے اندر ہی دونوں چل بسے  
 ہو گیا بے دَسْت و پا اُن کے بغیر کون میرے کام، اے مولا! کرے  
 کوئی اُن جیسا نظر آتا نہیں ناز برداری جو میری کر سکے  
 وہ تَعَاوُن اور وہ خدمت اب کہاں چل دیے جب سے یہ دو مُحْسِن مرے  
 زِندگانی کا مزا اُس کی ہے کیا؟ جس کے مُخْلِص ہی نہ ہوں باقی رہے  
 تھے وصی میرے وہ دونوں، لیک حِيف! میں تو جیتا رہ گیا، وہ مر گئے  
 ہوں مدارج اُن بزرگوں کے بلند حق تعالیٰ مَغْفِرَت اُن کی کرے  
 وہ تو آ سکتے نہیں دُنیا میں پھر اب تو مجھ کو ہی خدا واں لے چلے

نیز جب تک ہے حیاتِ مُستَعَار اک جماعت خیر خواہوں کی ملے  
 اے خدا، اے چارہ آزارِ ما عرض ہے تجھ سے، اگر تو مان لے  
 عُمَر پہلی کی، نہ کریو باز پُرس  
 عُمَر باقی، تیری طاعت میں کٹے

## یاد ہے تجھ کو مرا قصہ! میری حالتِ زار؟

حضرت میر صاحب کی ذیل کی یہ غیر مطبوعہ نظم اُن کے فرزند سید محمد امین صاحب نے فروری 1960ء کے خالد ربوہ میں چھپوائی تھی۔ حضرت سیدہ مریم صدیقہ بنت حضرت میر صاحب حرم محترم حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے اسے خالد کے پرانے فائلوں میں سے تلاش کر کے اس مجموعہ میں شامل کرنے کے لئے مجھے ربوہ سے بھجوائی جس کے لئے میں محترمہ کا نہایت ممنون ہوں۔ (محمد اسماعیل پانی پتی)

ساقیا! کس لئے رونق نہیں مے خانے میں  
 کیا ابھی دیر ہے مے خواروں کے یاں آنے میں  
 مہربانی سے میرے واسطے شیشہ وہ لا  
 یعنی جو تیز ہو سب سے تیرے مے خانے میں  
 اک خبر آج خوشی کی میں سناتا ہوں تجھے  
 ڈال اس بادۂ رنگین کو پیمانے میں  
 یاد ہے تجھ کو مرا قصہ! میری حالتِ زار  
 کچھ کسر باقی تھی بتلا میرے مرجانے میں

کون سے دُکھ تھے وہ فرقت کے جوہم نے نہ سہے  
 کچھ تمیز اپنے میں باقی تھی نہ بیگانے میں  
 عقل تھی اپنی کہاں، فہم کہاں، ہوش کہاں  
 فرق تھا مجھ میں کہاں اور کسی دیوانے میں

## رنگ پر رنگ

”پیغامِ صلح“ میں ایک نظم چھپی تھی۔ مندرجہ ذیل نظم اُس کے جواب میں  
 افضل 18 مارچ 1943ء میں شائع ہوئی۔

ظاہر ہوا ہے آپ کا لاہوریانہ رنگ کھیلا ہے خوب آپ نے یہ ہولیانہ رنگ<sup>1</sup>  
 ناموں پہ تم نہ جانا کہ دعوے تو بھیج ہیں صادق بھی بعض رکھتے ہیں کچھ کا ذبانہ رنگ  
 بے وزن تین شعر ہیں اس نظم میں جناب اچھا ہے میرے دوست ترا ما عرانہ رنگ  
 انیسواں، اٹھارواں اور آخری ہیں شعر واضح ہے جن میں آپ کا یہ قاتلانہ رنگ  
 اللہ رے تیری شیخیاں اور لُن ترانیاں پیری ہے اور پیری میں یہ مومنانہ رنگ  
 چھ ماہ پہلے گالیاں، اب یوں خوشامدیں رنگت ہے یہ پولیس کی؟ یا تائبانہ رنگ  
 ”صلح“ تو ہے درست مگر ”تھے“ پہ غور کر کیوں ماضیانہ رنگ بنا حالیانہ رنگ؟  
 منشی کو منشی گر کہا، کیا حرج ہو گیا! جب معرفت کا اُس نے دکھایا ذرانہ رنگ

1 ان ایام میں ہولی کا تہوار منایا جا رہا تھا جس میں ہندو ایک دوسرے پر رنگ  
 پھینکتے ہیں۔

تصنیفوں میں دکھاؤ حقائق اگر جدید تب بندہ مان لے گا، کہ ہے عارفانہ رنگ  
بتلاؤ تو بنائے نئے کتنے احمدی؟ یا بیچنا کتابیں ہے بس غازیانہ رنگ  
مذہب ہی یاں عداوتِ محمود جس کا ہو بھڑوں کا اُس کی پھر نہ ہو کیوں بھڑیا نہ رنگ  
بہتان اور طعن ہے پیغامیت کی جڑ کچھ فاخرانہ رنگ ہے کچھ عامیانہ رنگ  
تُم کو زہے نصیبِ بَشپ کا قلم ملا جس میں ہوائے نفس نے کیا کیا بھرانہ رنگ  
دجال کا ایجنٹ چلاتا ہے جس سے کام دکھلایا تُم نے اُس سے وہی سا حرانہ رنگ  
مارا ہے حُبِ جاہ نے تیرے صنم کو بھی بیچ جاتا گر وہ رکھتا ذرا عاشقانہ رنگ  
دُشمن تھا اہل بیت کا، مشہور تھا یزید اس کا تو آ رہا تھا نظر کو فیانہ رنگ  
کچھ دوست بھی بلا لئے اور حاوی ہو گئے جتلانے انجمن پہ لگے مالکانہ رنگ  
پر قادیاں نے خوب نکالا یزید کو حق نے عطا کیا ہے جسے حُر جانہ رنگ  
بلوے کئے، فساد کئے، شورشیں بھی کیں دکھلاتے ”نور دیں“ کو رہے باغیانہ رنگ  
شرمندہ ہو کہ توبہ بھی کی بیعتیں بھی کیں مخفی کیا نفاق کو لیکن گیا نہ رنگ

آخر کو چودہ مارچ کو بھانڈا گیا وہ پھوٹ!

اُس دن سے پھر نہ رُوپ ہی باقی رہا نہ رنگ



جس بزم میں ہو بیعت و جنت کا لین دین کیا حرج ہے کہ اُس کو کہیں تاجرانہ رنگ  
صدیوں تک تو اُونچے ہی اُونچے اڑیں گے ہم بدلے گا اتنا جلد نہ ہرگز زمانہ رنگ

آنکھوں کو کھول، دیکھ ذرا اے میرے عزیز اب تک ہے قادیاں کا وہی فاتحانہ رنگ  
 باقی جو گالیاں ہیں، نہیں اُن کا کچھ جواب ہم پر تو یار! کھلتا نہیں سُو قیانہ رنگ  
 ”اے دل! تو نیز خاطرِ ایناں نگاہ دار“  
 احمدؔ کا چونکہ ان میں ہے کچھ ناقلانہ رنگ

## صورت اور سیرت

حسنِ صورت ہے موجبِ شہوت      حسنِ سیرت ہے باعثِ اُلفت  
 خُلق اور خُلق میں ہے کتنا فرق!      ایک دوزخ ہے، دوسرا جنت  
 ایک فانی ہے، ایک ہے دائم      ایک فتنہ ہے، ایک ہے رحمت  
 حُسنِ صورت پہ ہو نہ تُو نازاں      اور جوانی کی مت دکھا نخوت  
 نورِ ایماں، محاسنِ اخلاق  
 بس یہی دو ہیں قابلِ عزّت

## قطعات، رباعیات

دانت گرنا ہے آفتِ پیری  
 ریشِ ابیض، کرامتِ پیری  
 شاعروں کے لئے مگر اے دوست  
 ہے رباعی علامتِ پیری

(1)

کیسی ہے کریم اُس خدا کی درگاہ جس نے کیا ہم کو نیک بد سے آگاہ  
گر ہم کو سہارا ہے تو ہے اُس کا ہی لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

(2)

نفس کی خاطر سے گر کرتا ہے تو یہ عبادت، یہ طہارت، یہ وضو  
غیر کی خاطر بھی کچھ قربان کر لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا

(3)

فَضْلٍ پر گو منحصر ہے سب عطا پر عمل ہیں جاذبِ فَضْلِ خِدا  
اس لئے نیکی میں کوشش صرف کر لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى

(4)

مقصد اپنا اب واللہ کوئی نہیں ہے جُز اللہ  
عشق چڑھا تب بولا دِلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

(5) شُرک کا علاج سورۃ اخلاص

ہیں گنہ بے حد و عد شُرک ہے پر سب سے بد  
اور علاج اس زہر کا قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ

(6) تندرستی کا گر

اگر تندرستی کی ہے آرزو طبیعوں کی کرنا نہ تُمْ جُسُوعًا  
یہی ایک کافی ہے یارو عمل 'كُلُوا وَ شَرَبُوا' لیک 'لَا تُسْرِفُوا'

(7) تقویٰ

تقویٰ کے معنی ہیں محض خدا کے خوف اور اُس کی عظمت کی وجہ سے گناہ سے

بچنا۔ نہ کہ مخلوقات یا کسی بیماری یا نقصان وغیرہ کے ڈر سے۔

کَشَائِشِ كِي خَاطِرِ جُو هُو مُضْطَرَّبٌ رَهْ وَهْ گَنَهْ سَهْ سِدَا مُجْتَنِبٌ  
وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهٗ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ  
(8) غَضِّ بَصْرٍ

حَسَنِ صَنْعَتِ دِکِیْهِ کَرِ پَهْلے هِي آنکھیں خیرہ تھیں سب سے آخر پیکرِ حُوا<sup>1</sup> پہ جم کر رہ گئیں  
جُو مَارِ حَسَنِ صَانِعِ سَهْ تَجْهے غَافِلِ کَرے هے عِلَاجِ اُسْ جِلْوَهْ صَنْعَتِ کَا قَلْلُ لِّلْمُؤْمِنِينَ<sup>2</sup>

(9) ابدی جنت

رُوحِ انسانی کی پاسکتا هے کب وَسَعَتِ کُوئی کِیَا سَمْجھ سکتا هے اس کی بھوک کی شَدَّتِ کُوئی؟  
مِثْلِ دُورِخِ نَفْسِ بَهِي هے چِخْتَا هَلْ مِنْ مَزِيدِ پِیٹِ اس کا بھر نہیں سکتا بَجْرُ جَنَّتِ کُوئی

(10) نماز اور زکوٰۃ

دَلَاتَا هے صَدَقَهْ بِلَا سَهْ نَجَاتِ دُعَائِیْنِ پِلَاتِي هِيْنَ اَبِ حَيَاتِ  
يَهِيْ دُو هِيْنَ مَغْرِ اَحْكَامِ دِيْنَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتُوا الزَّكٰوةَ

(11) احمدیہ آئرن فیکٹریز کے متعلق پیشگوئی

لُو هے كَهْ كَارْخَانَهْ كَهْلَهْ هِيْنَ كُئی جَدِيدِ اُور قَادِيَاں كَهْ لُوگْ مَنَاتَهْ هِيْنَ اِسْ پَرِ عِيدِ  
اِحْمَدُ كُو بَهِي تُو حَضْرَتِ دَاوُدَ كِي طَرَحِ اَلِهَامِ يَهْ هَوَاتْهَا اَلنَّالِكَ اَلْحَدِيدِ<sup>3</sup>

1 وصور کم فاحسن صور کم 2 قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم

3 یعنی ہم نے تیرے لئے لوہے کو نرم کر دیا اس وقت قادیان میں ایک درجن لوہے کی

## (12) غیر مبائعین کی تبدیلی عقیدہ

دعویٰ احمدؑ نے نبوت کا کیا **ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ**  
 بعد رحلت جب یہی ہم نے کہا **ثُمَّ أَنْتُمْ هَلْأَنْتُمْ تَقْتُلُونَ**  
 (13) غیر مبائعین سے اُن کی نمازوں کے متعلق کچھ عرض

غیر ہیں سب **مَيِّتُونَ** کر نمازوں کا نہ خون  
**إِثْنًا** اُن کی حرام **فَأَفْعَلُوا مَا تَأْمُرُونَ**  
 (14) حشر کے دن ایک آریہ روح و مادہ کو مخاطب کر کے یوں کہے گا

روح و مادہ! تم تو اَزَلٰی تھے نہیں لیک ہم رکھتے تھے ایسا ہی یقین  
 آریہ بن کر بھی گمراہ ہی رہے **إِذْ نَسُوْا كُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ**  
 (15) اعمال نیت پر منحصر ہیں

جیسی نیت ہوگی ویسی ہی برائیگی مراد نیک نیت با مراد اور بد ارادہ نامراد  
 ساری برکت فعل کی نیت سے وابستہ ہے جب **إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ** رکھ ہر وقت یاد  
 (16) فطرتی توحید جو عقل سے حاصل ہو سکتی ہے

مُكَلَّفٌ ہے ہر رُوح توحید کی اگرچہ نہ دیکھا ہو اس نے نبی  
 یہی دینِ فطرت ہے ہر عقل کا **الْأَسْتُ** پہ ہے وہ بلیٰ بولتی  
 (17) ذکر اور دُعا

کرتے تھے ذکر خوب بزرگانِ اُولٰٓئِن لِّكِن دُعا ہے طُرہ و طُغْرَاۓ آخرین  
 کہتے تھے وہ بزرگ تو **إِيَّاكَ نَعْبُدُ** اور آج کل کے کہتے ہیں **إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ**

1 یعنی جب ہم تمہیں خدا کے برابر سمجھتے تھے۔

## (18) نشانِ نجات

دعا از خدا، رحم بر کائنات ہمیں آمدہ بس نشانِ نجات  
زِ مُصْحَفِ بِنَوَالٍ مَعْرِ اَعْمَالِ دِينَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوَةَ وَ اتُوا الزَّكٰوَةَ

(19) شرارتوں اور فسادوں سے دنیا میں ہی عذاب آجاتا ہے

عرب کے عاد<sup>1</sup> تھے شیطان اور جن کہ سمجھانے کو آیا ایک محسن  
فساد اور بت پرستی پر نہ چھوڑی اَلَا بُعِدَ الْعَادِ قَوْمِ هُوْدٍ

## (20) اعمال کا اصل الاصول

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيتٰى ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى

عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (النحل: 91)

ایک آیت ہے عجب اصلُ الاصول حفظ کر لو اُس کو تم اے دوستو  
عدل و احسان - اقربا پر رحم ہو منکر و فحشا - بغاوت سے بچو

## (21) وسیلہ و ضل

ہو جو ملنے کو یار کے بے تاب ڈھونڈتا ہے و سائل اور اسباب  
بسکہ تقویٰ خدا کو ہے محبوب فَاتَّقُوا اللّٰهَ يَا اُولٰٓئِی الْاَلْبَابِ

## (22) انسان

کلام حق مجھی سے ہے خلافت بھی مجھے بخشی مری خاطر بنی جنت بنایا ہے مجھے ابدی  
امانت بھی ملی ہے مجھ ظلوماً اور جہولاً کو خدا کی روح ہے مجھ میں نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِي

(1) عاد عرب کی ایک قوم تھی۔ جس کی بد اعمالیوں کے باعث حضرت ہود اس  
کی ہدایت لئے مبعوث ہوئے تھے۔

## الہامات حضرت مسیح موعودؑ

(23) سلطنت ایران کی بابت پیشگوئی

ہوا ملکِ فارس میں برپا فساد تو آیا مسیحاؑ کا الہام یاد  
رضا شاہ در بندِ قیدِ فرنگ ”تَزَلُّونَ در ایوانِ کسریٰ قَتَاد“

(24) دُعا برائے حفاظتِ مرکز

جنگ کی اب چل رہی ہے منجیق کٹ رہا ہے، مر رہا ہے ہر فریق  
کر حفاظت مرکز اسلام کی ”یا حَفِیْظُ، یا عَزِیْزُ، یا رَفِیْقُ“

(25) احمدیت کی ترقی خدا کے ہاتھوں ہے نہ کہ انسان کے

بے عمل انعام ہے اللہ اکبر مفت کا اِکرام ہے اللہ اکبر  
سلسلہ کو کیا کوئی دے گا ترقی ”یہ خدا کا کام ہے اللہ اکبر“

(26) اَيْنَمَا تَوَلَّوْا فَثَمَّ وَجْهَ اللّٰهِ

سخاوت کا شہرہ ترا گُو بکُو ہے ہر اک شے میں جاناں ترانگ و بو ہے  
بیاں کیا کروں جلوۂ حُسن تیرا ”جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے“

(27) سلام بر مسیح موعودؑ

ہمارے دین پر جب آئی آفت تو کی احمدؑ نے تجدید و حفاظت  
خدا اسلام کا خوش ہو کے بولا ”سلامت بر تُو اے مردِ سلامت“

## (28) كُلُّ مَنْ عَلِيَهَا فَانَ

نبی سب ہوئے موت کا جب شکار تو اوروں کا کیا ہے بھلا یاں شمار  
یہ ہے وحی اُن کی جو خود تھے مسیح ”مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار“

## (29) پھر بہار آئی

”پھر بہار آئی، تو آئے تلحج کے آنے کے دن“

پھر بہار آئی تو آئے زلزلے آنے کے دن

”پھر بہار آئی۔ خدا کی بات پھر پوری ہوئی“

پھر بہار آئی تو آئے خود ترے آنے کے دن

## (30) دُنیا میں ایک نذیر آیا

نذیر اک آیا دُنیا میں نہ مانی اُس کو پر دُنیا

خدا اُس کو قبولے گا قبولے گی نہ گر دُنیا

سچائی اُس کی ظاہر ہوگی اُن پر زور حملوں سے

کہ جن کی مار سے ہو جائے گی زیر و زبر دُنیا

## (31) انگریزی الہام حضرت مسیح موعودؑ

”گاڈ از کمنگ بائی ہز آرمی“ ”ہی از ود یو ٹو کل اینی می“

آ گئیں فوجیں، اُڑ گئے دشمن حق کی باتیں نکلیں سچی

## (32) راز و نیاز (پنجابی)

چھڈ دُنیا نُوں بندیا سارا میرا ہو جے توں سچ سچ مَن لَویں بندہ میرا ہو  
 بانہواں گل وچ پائیکے آکھاں تینوں میں ”جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو“

## (33)

عزیزہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بنتِ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا ایک خواب  
 بیان کیا کہ کسی نے دو شعر پڑھے ہیں جن میں سے صرف ایک مصرع یاد رہا۔ جو یہ تھا۔

قبضہ میں جس کے قبضہ سیفِ خدا نہیں

اور ”سیفِ خدا“ سے مراد دُعا معلوم ہوئی اس پر یہ دو شعر موزوں ہوئے۔

حاصل اُسے مراد نہیں مدعا نہیں

قبضے میں جس کے قبضہ سیفِ خدا نہیں

فطرت کے برخلاف ہے یہ بے تعلق

بندہ بھی ہے خدا بھی ہے، لیکن دُعا نہیں

## (34) قادیان والے

صاحبزادی مبارکہ بیگم نے خواب دیکھا کہ گویا وہ لاہور گئی ہیں۔ وہاں کے  
 پرانے احمدیوں کے کچھ بچے جو اب غیر مباح ہیں اُن کے پاس آئے ہیں اور پوچھتے  
 ہیں کہ آپ کہاں سے آئی ہیں۔ صاحبزادی صاحبہ نے جواب دیا کہ میں قادیان سے  
 آئی ہوں۔ اس پر ان بچوں نے کہا کہ ”ہمارے ابا بھی کبھی قادیان والے ہوتے تھے“

اس پر صاحبزادی صاحبہ نے اُن کو مخاطب کر کے ایک شعر پڑھا جس کے متعلق انہوں نے خواب میں سمجھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا شعر ہے اور حضورؐ نے یہ شعر ان لڑکوں کے حق میں فرمایا ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کو اب قادیان سے علیحدگی کی پاداش میں سزا ملے گی۔ اس قطعہ میں خواب والا شعر دوسرا ہے۔ پہلا شعر اس خاکسار نے لکھ کر اس کو قطعہ بنا دیا ہے۔

کوئے جانناں سے جو بھاگے ہو کدھر جاؤ گے؟ حسن واحساں میں نظیر اُس کا کہاں پاؤ گے؟  
 ”آخری وقت میں تو بہ تو کرو گے لیکن اب کبھی قادیاں والے نہیں کہلاؤ گے“

(35)

بہت تھوڑی پونجی ہے ایمان کی اور اُس پر بھی میت ہے شیطان کی  
 کوئی دم میں اڑ جائے گا یہ بھی نُور مدد گر نہ پہنچے گی رحمان کی

(36) خطاب بہ پیغمبیاں

”پیراں نمی پرند“ تھے نااہل پیر جو ان کے مُریدان کو اڑاتے تھے دوستو!  
 لیکن تمہارا پیر تو اڑتا ہے مثلِ برق ایسے کے پڑ جو توڑو،<sup>1</sup> تو کیسے مُرید ہو!

(37) انبیاء کے خاص معاندین

نبیوں سے جنگ کرتا وہی چال باز ہے جس کو زَئیم ہونے میں خاص امتیاز ہے  
 مہلت بھی اس کو ملتی ہے پھر خوب ہی طویل سچ ہے ”..... کی رسی دراز ہے“

1 یعنی نبوت کو بزور اُس سے الگ کرو

(38) مولوی محمد حسین بٹالوی کار یو یو براہین احمدیہ پر

اک ریویو میں لکھا ایسا شیخ بٹالہ نے تھا اپنے

”قالی، حالی، مالی، جانی“ کی خدمت دیں کی مرزا نے

پچھلی تیرہ صدیوں میں تم ایسا کوئی تو دکھلاؤ

نصرت کی ہو حق کی جس نے دائے، درے، قدے، سخے“

(39) مامورین کے مخالفِ خدائی عذاب کو خود بلاتے ہیں

خدا جب بھیج دیتا ہے زمانے کے مجدد کو تو پھر سمجھو ملے گی اب سزا ملے مفسد کو

مگر ظالم نکل کر حملہ کر کے خود ہی مرتا ہے کہ موت آتی ہے گتے کی تو بھاگے ہے وہ مسجد کو

(40) مولوی ثناء اللہ بھی سلسلہ احمدیہ کا ہی ایک مبلغ ہے

یہ کہہ رہے تھے کھڑے ایک دن ذکاء اللہ کہ ماسٹر تو ہیں تبلیغ کے عطاء اللہ

یہ سن کے میں نے کہا ”ہو معاف بے ادبی ہے سلسلہ کا مبلغ بڑا ثناء اللہ“

(41) ایک دشمن کے حق میں جو موسیو مرزا کہہ کر تمسخر کیا کرتا تھا

تو نے انہیں اے بے حیا! جب ”موسیو مرزا“ کہا

یا منہ سیہ تیرا ہوا یا منہ سیا تیرا گیا

یعنی زباں بندی ہوئی سرکار کے گھر سے تری

یا گر بچا اس سے تو پبلک میں بہت رُسوا ہوا

## میری بعض دُعا میں

(42)

یارب! نصیب رکھیو یہ برکتوں کے سماں یہ مسجدِ مبارک یہ قادیاں کی گلیاں  
احمد کا آستانہ، محمود سا خلیفہ یہ مقبرہ بہشتی، یہ رحمتوں کی جھڑیاں

(43)

بس تجھی کو تجھ سے ہوں میں مانگتا اور کچھ خواہش نہیں اس کے سوا  
عشق تیرا جلوہ گر اس دل میں ہو اور سدا حاصل رہے تیری رضا

(44)

اے مرے رزاق اے میرے کفیل دین و دنیا میں نہ رکھ مجھ کو ذلیل  
چوں مرا با پیلاناں دوستی ست پس دم افراز چوں بالائے پیل

(45)

گن معی اے میرے رحماں! ہر جگہ قبر و خشر و جسر و میزاں ہر جگہ  
حسی اللہ حسی اللہ میری جاں ہر گھڑی، ہر لحظہ، ہر آں، ہر جگہ

(46)

رات ساری کٹی دُعا کرتے اُن سے یہ عرض و التجا کرتے  
کھول دے کان میرے اے شافی ہم بھی باتیں تیری سنا کرتے

(47)

اے حُسنِ حقیقی! جتنے ہیں میرے حُسن کرفضل سب پہ یکسر، دے اجر سب کو بہتر  
میری طرف سے بدلہ تو آپ اُن کو دیجو دُنیا میں ہوں مُظفّر عقیقی میں ہوں مُنَوَّر

(48)

الہی! دے ہمیں دنیا کی جنت رضا کی عشق کی آلا کی جنت  
بہشتِ برزخ و محشر عطا ہو خداوند! ملے عُشقی کی جنت

(49)

عشق سے تیرے یہ دل آباد ہو سب عزیزوں سے مرے تو شاد ہو  
مَغفرت کر دے مرے ماں باپ کی خادمِ دینِ متین اولاد ہو

(50)

اے خداوند! پھلے پھولے یہ تحریکِ جدید احمدیت کے لئے ہے یہ ترقی کی کلید  
آئے تنظیم میں شبان و شیوخ و اطفال ہوگی تبلیغ و زرووقف سے دیں کی تائید

(51)

عمر بھر کرتا رہا ہوں میں گناہ مَغفرت پر تیری تھی اپنی نگاہ  
میری اُمیدوں پہ اب پانی نہ پھیر ہوں میں عاجز اور تو شاہوں کا شاہ

(52)

تمہاری مَغفرت پر خاتمہ اے کاش میرا ہو ہو ستاری دو عالم میں کہ دلِ بشاش میرا ہو  
اگر ہو یا تم میرے تو پھر ہے عرض میری بھی ”حسابِ دوستاں در دل“ نہ پردہ فاش میرا ہو

(53)

مَغفرت اور پردہ پوشی کر مرے اُمُر زگار تجھ پہ ہیں اَعمال اور نیات میری آشکار  
”لافِ زُہد و راستی اور پاپِ دل میں ہے بھرا ہے زُباں میں سب شرف اور نیچِ دل جیسے چماڑ“

(54)

شرم سے اٹھتا نہیں دستِ دعا اب ہماری لاج تیرے ہاتھ ہے  
ہم کو کیا غم ہو سکے اے دستگیر جب تری رحمت ہمارے ساتھ ہے

## ضربُ الأمثال

(55) عبادت اور معرفت کے لئے شکم سیری اور پُر خوری زہر ہے

تَعْيِشٌ میں دل کو نہ اپنے لگا کہ آئے عبادت میں تجھ کو مزا  
بھرے پیٹ سے خوب آتی ہے نیند شِکْمٌ بندہ نادر پُرَشْتَدٌ خُدا

(56) خدا کا طالب کبھی نامراد نہیں رہتا

تو یاس کو بڑھا کہ نہ کر اپنا عشق سرد خالی نہیں پھرے کبھی اس دژ سے اہل درد  
تجھ پر نہیں تو ہوگا پھر وہ کس پہ مہر باں ”عاشق کہ شد، کہ یار بحالِش نظر نہ کزد؟“

(57) تزکیہٴ نفس

با خداوند آشنائی گُن کعبۂ قلب را صفائی گُن  
نشوی گر نصیحتم اے شوخ ”بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن“

(58) مضامین نئے نئے

دُنیا نئی ہے اور قوانین نئے نئے تجدید دیں ہے اور براہیں نئے نئے  
سب کچھ نیا ہے جب، تو ہمارے بھی ذہن میں ”آتے ہیں غیب سے یہ مضامین نئے نئے“

## (59) عِشْق

کچھ علم ہو کچھ عشق ہو کچھ درد ہو کچھ سوز      بیدار ہوں راتیں تری خاموش کٹے روز  
دیتے ہو مرے مولوی! گو خوب اذّاں تُم      ”اے مرغِ سحر! عشقِ زِ پروانہ بیاموز“

## (60) دُنیا دار

اہلِ وفا کب اہلِ ملامت سے ڈرتے ہیں      قربان جان و مال وہ جاناں پہ کرتے ہیں  
دُنیا کے عاشقوں کی نشانی مگر یہ ہے      ”نقصاں جو ایک پیسے کا دیکھیں تو مرتے ہیں“

## (61) مقناطیسِ قادیاں

کشش یہاں کی، ہزاروں کو کھینچ کر لائی      کہ قادیان میں ایمان ہے تُریائی  
جو آ گیا وہ یہیں کا ہی ہو رہا بالکل      ”گجا رَوڈ مگس از کار گاہِ حلوائی“

## (62) اعمالِ صالحہ

کبھی تو چاہئے اے دوست، آخرت کا خیال      کبھی تو عیش کو چھوڑ اور عمل کا وقت نکال  
نہ کام آئیں گے عُققی میں مال اور دولت      ”کہ مال تالِبِ گورست و بعد ازاں اعمال“

## (63) فضیلتِ مسیح موعودؑ

ہے یوں مثیلِ عیسیٰ - عیسیٰ نبی سے افضل      جیسے مثیلِ موسیٰ - موسیٰ نبی سے اَکمل  
آتی مِثلن ہے صَادِقُ الْعَوْدِ أَحْمَدُ کی      ”نقاشِ نقشِ ثانی بہتر کشد ز اوّل“

## (64) وَلَنْبَلُونَكُمْ

امتحان میں سے گزرتا ہے یہاں ہر نیک و بد      صبر و استرجاع<sup>۱</sup> سے تار جمیں لے بے عدد  
ابتلائے خوف و جوع و نقصِ اموال و نفوس      ”ہرچہ آید بر سرِ فرزندِ آدم بگزر د“

۱ یعنی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ

(65) ہدایت کے معاملہ میں الہام کے بغیر عقلِ انسانی

بیکار بلکہ نقصان دہ ہے

بیکار ہیں یہ آنکھ کی سب طاقتیں مری جب تک کہ آفتاب نہ دے اُس کو روشنی  
الہام کی مدد کے سوا بھی اسی طرح ”اے روشنی طبع تو برمن بلا شُدی“

(66) خواب

بہت سچے ہوتے ہیں نیکیوں کے خواب پراگندہ، بے معنی جھوٹوں کے خواب  
مگر شدتِ خواہشِ نفس ہو تو آتے ہیں بلی کو چھپڑوں کے خواب

(67) متلاشیِ حق کو نصیحت

تو کبھی تھا آریہ اور سکھ کبھی پھر بنا تو پادری پھر مولوی  
احمدی لیکن ہے غالب سب پہ یار ”یار غالب شو کہ تا غالب شوی“

(68) از خیر محض بجز خیر نمی آید

ذات اُس کی ہے خیر محض اے دوست رحم ہے مغز اور سزا ہے پوست  
سکھ ہے نعمت تو دکھ علاج ترا ہرچہ از دوست میرسد نیکوست

(69) بیعت ایک معیار ہے

بیعت سے یہ اظہر ہے کس میں اعلیٰ جوہر ہے  
”جو بندھ گیا سو موتی تھا جو رہ گیا سو پتھر ہے“

## (70) لوگوں کی غلطی

مسیحا تھے یہیں دَارِ اَلْعَمَلِ<sup>۱</sup> میں تلاش اُن کی تھی پَر بُرْجِ حَمَلِ<sup>۲</sup> میں  
مِثْلِ آتی ہے تُم پر بھی یہ صَادِق ”ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں“

## (71) برآید در جہاں کارے ز کارے

میاں مسکیں کے ہاں پڑتے تھے فاقے کہ آ پکڑا محلّے کو وَبَا نے  
میاں کا بھر گیا صدقوں سے کوٹھا ”کسی کا گھر جلے اور کوئی تاپے“

## (72) اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رَسَالَتَهُ

حسد سے نہ بن تو مسیحا کا دُشْمَن دلائل کو دیکھ اور نِشاناتِ روشن  
نہ کر سُوکنوں کی طرح عیب چینی ”پیا جس کو چاہے وہی ہے سہاگن“

## (73) ذِکْرِ اَلْهِیٰ اور اصلاحِ نَفْسِ

رکھ زُباں کو ذِکْر سے مولا کے تر تا زُباں سے رُوح تک پہنچے اثر  
دل بھی سیدھا کر کہیں ایسا نہ ہو ”بر زُباں تسبیح و در دل گاؤ خُز“

## (74) تعاونِ باہمی

جیسے گھجلاتے ہیں آپس میں گدھے اک ایک کو یونہی دُنیا بھی تعاون سے ہے چلتی دوستو  
جملہ اخلاق و مَرُوّت کی یہی بُنیاد ہے ”من تَرَا حَاجِی بَکُویم تو مرا حاجی بگو“

## (75) نئے مدعیانِ نبوت

نبی اک جو دیکھا بصد آب و تاب تو کھانے لگے آپ بھی پیچ و تاب  
بنے چند رویا پہ خود مُدّعی ”رہیں جھونپڑوں میں مخلوں کے خواب“

## (76) اصلاح

ہیں مَقْرَرٌ حُدُودِ شَرَعِيٍّ گو باقی تَعْزِيْرُوں ميں مَحَلِّ دِيكھو  
پہلو اصلاح کا رہے غالب ”ایک لاٹھی سے سب کو مت ہانکو“

## (77) حکمت لے لو جہاں سے بھی ملے

خُذْ مَا صَفَا سِے دِيْنِ كُو مَلَا كَمَالِ هِے دَعُ مَا كَدْرَ سِے نَفْسِ دَنِي پَائِمَالِ هِے  
حکمت تو مومنوں ہی کی گم کردہ چیز ہے مل جائے وہ جہاں سے بھی اُن کا ہی مال ہے  
(78) مجازی اور حقیقی معشوق میں فرق

میرا معشوقِ مجازی یہ نہیں اور سہی وہ بھی مر جائے تو پھر عشق کہیں اور سہی  
کون کہہ سکتا ہے معشوقِ حقیقی کو مگر؟ ”تو نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی“

## (79) لوگ جو احمدیت میں داخل ہوتے جھکتے ہیں

اُس کا باعث بھی مولوی اور پیر لوگ ہی ہیں

چلن صوفی اور مولوی کے جو دیکھے تو شیطان سے بھی دو قدم آگے نکلے  
جھکنے لگی قادیاں سے بھی خلقت جلا دودھ کا پھونک کر چھاچھ پیوے“

## (80) کبیرہ گناہوں کی نسبت صغیرہ گناہوں کا ترک مشکل ہے

ہے کبیرہ کا چھوڑنا آساں پَر صغیرہ نہ چھٹ سکے گا کبھی  
”چور چوری سے جائے گا گوٹن ہیرا پھیرا مگر نہیں چھٹی“

## (81) جنگِ عظیم 1943 عیسوی

میدانِ جنگِ گرم شدہ رَو غنیمت ست بی اے کو ماہوار ملیں سَو غنیمت ست  
”گندم اگر بہم نہ رسد جو غنیمت ست“ امسال غلہ اتنا گراں ہے کہ بے گماں

(82)

بہت تنگی ہوئی ہے میرے مولیٰ نہ چیزیں ہیں نہ نوکر ہیں نہ پیسا  
کرم کر اور سہولت دے الہی روپے دے کارکن دے اور اشیا

(83)

یا الہی! رحم فرما کیا کریں! ”ہائے ایندھن“ چیختے کب تک رہیں  
لکڑیاں عثقا ہیں پیسہ ٹھیکری ”کونکوں پر مہر اور مہریں لٹیں“

(84)

نوٹ لے لو اک روپے کا، دو کا، دس کا، پانچ کا ریز گاری کا مگر بالکل نہیں ملتا پتا  
تاجروں کو نوٹ دکھلاؤ تو وہ کہتے ہیں یوں ”یا تو پیسے لائیے یا کھائیے ٹھنڈی ہوا“

(85)

جن کے گھر بجلی نہیں ہے اُن کی ہے حالت عجیب رات ساری کاٹتے ہیں وہ اندھیرے میں غریب  
تیل مٹی کا نہیں ملتا یہاں چھ ماہ سے سانپ نکلے، چور آئے، کیا کریں وہ بدنصیب

(86)

ہوا اَسباب سب زیر و زبر ہے نہ بیوی کی، نہ بچوں کی خبر ہے  
چلے ہیں ریل کے باہر لٹکتے ”سفر کیا ہے کہ سچ سچ کا سقر ہے“

(87)

ہوا ہے جنگ کا اتنا اثر اب نوجوانوں پر کہ مسجد میں بھی پانچوں وقت رہتا ہے یہی چرچا  
مساجد یہ خدا کی ہیں کہ قبوہ خانے لندن کے خدا کے ذکر سے زیادہ ہے ان میں ذکر ہٹلر کا

(88)

بانی ظلم و ستم جو ہیں بڑے ڈوبیں گے اپنے ہم جنسوں کو ہمراہ لیے ڈوبیں گے  
 بولا اِک روز امان اللہ مسولینی سے ”ہم تو ڈوبے تھے صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے“

(89)

انگریز تو واقف بھی ہیں اور قوم نہیں سخت جرمن ہیں مگر سخت وہ کر دیں گے ہمیں پست  
 بالکل ہے غلط آپ کا کہنا یہ مرے دوست ”مارا چاڑی قصہ کہ گاؤ آمد و خر رفت“

(90)

یہ کل کی بات ہے پیسے میں نان گندم آتی تھی  
 مگر اب ایک پیسے میں یہاں ملتی ہے اک پاتھی  
 ہوئی ہے قدر گو بر کی جو تھی تو قیر آٹے کی  
 کہ جو قیمت تھی روٹی کی وہ اب قیمت ہے اُپلے کی  
 (91) الہام سے عالم کی زندگی وابستہ ہے

الہام کا سلسلہ ہے دائم الہام سے سب جہاں ہیں قائم  
 محروم نہیں ہے کوئی اس سے انساں<sup>2</sup> ہو جماد<sup>3</sup> یا بہائم<sup>4</sup>

1 چنانچہ امان اللہ خان نے جن کا وطن آج کل اٹلی ہے۔ ایسا ہی کر دکھایا۔

2 فَالْهَمَّهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا 3 بَانَ رَبِّكَ اَوْحَىٰ لَهَا

4 وَ اَوْحَىٰ رَبِّكَ اِلَى النحل

## (92) ابتلاء کا فائدہ

جو ہر خاک نہیں گھلتے کبھی اے خاکی سُرمہ سا اُس کو نہ کر دے کوئی دہقان جب تک  
کس طرح ہوں گے عیاں تیرے بھی مخفی ہو ہر ابتلا تجھ کو کریں گے نہ پریشاں جب تک  
(93) شریعت لعنت نہیں بلکہ رحمت ہے اور ہمارے لئے سُود مند

جو اوامر ہیں شریعت کے وہ ہیں سارے مفید

جتنی باتیں ہیں نواہی کی وہ ہیں ساری پلید

تیرے ہی سٹکھ کیلئے ہے دین ورنہ اے عزیز  
ہے ترے عملوں سے مُسْتَفْعِنِ خداوند حمید

## (94) اللہ اور پر میشر

جو پر میشر ہے وہ نیکی بدی کا بدلہ دیتا ہے  
تناخ کے لئے اک پاپ لیکن رکھ ہی لیتا ہے  
مرا اللہ سارا اجر دے کر پھر بھی اک نیکی

چھپا رکھتا ہے اور بدلہ میں جنت دے ہی دیتا ہے

## (95) اَنَا الْمُجُود

خدا وہ ہے جو خود اپنا پتا دے کلام اور پیشگوئی اور نشان سے  
نہ وہ ہے قعر گمنامی سے جس کو ہماری عقل ہی باہر نکالے  
(96) دِلِ شِکْنِی

رستی جو ٹوٹ جائے تو ممکن ہے جوڑنا البتہ اُس میں دیکھو گے تم اک عیاں گرہ  
ایسے ہی اک غریب کا جب توڑ دو گے دِل گر جڑ بھی جائے گا، تو رہے گی نہاں گرہ

(97)

دل نہ میرا توڑیو اے دل شکن گھر ہے یہ اللہ کا میرا نہیں  
 یاد کر لے قصہ اصحابِ فیل اُس کے گھر کو توڑنا اچھا نہیں  
 (98) وصیت کی اصلی وقعت حصہ آمد نہیں بلکہ حصہ جائداد ہے

سولہویں اور دسویں حصہ کا کوئی جھگڑا نہیں ہیں وصیت کی مصیبت جائدادیں اور زمیں  
 حصہ آمد تو کہتا ہے کہ چل جنت کو چل پر زمینیں اور مکاں کہتے ہیں نو، نو اور نہیں  
 (99) کفرانِ نعمت

عمر ساری تو کٹی پیٹ کو بھرتے بھرتے گھس گئے دانت مرے نعمتیں چرتے چرتے  
 شکرِ احساں کی جگہ حیف یہ ناشکر زباں نہ تھکی پھر بھی شکایت تری کرتے کرتے  
 (100) ایمانِ علی وجہ البصیرت

قصوں کا چاہئے جو خدا مولوی سے پوچھ اور عقل کا ہو گاڈ<sup>2</sup> تو پھر نیچری سے پوچھ  
 لیکن مشاہدہ کا خدا - تجربہ کا گاڈ اے دوست! یہ تو جا کے کسی احمدی سے پوچھ  
 (101) بہشتی مقبرہ

کس قدر اللہ اکبر اس زمیں کی شان ہے چہ چہ پر وفا ہے عشق ہے ایمان ہے  
 کیسی کیسی صورتیں تھیں، اس میں ہیں مدفون جو ہے بہشتی مقبرہ، یا حسن کی اک کان ہے  
 (102) توکل

توکل کے معنی ہیں بگلی خدا کے دین کے کام کو اپنے ذمہ لے لینا اور اپنی

روزی کو خدا کے ذمہ ڈال دینا۔ مطلب یہ ہے کہ پورا اللہ کا نوکر ہو جانا مگر بعض لوگ ہر قسم کی روزی کا نام تو کُل کارزق رکھ دیتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے۔

کام کر اللہ کا - دے گا وہ رِزق نام اس کا ہے ”تَوَكَّل“ اے سعید  
خُشبری پیشہ، پولیس کی نوکری کر تَوَكَّل کی نہ یوں مٹی پلید

(103) قرآنی مقطعات سورہ فاتحہ کے اجزا ہیں

گر اصل فاتحہ، قرآن اس کی ہے تعبیر مقطعات ہیں پھر سورتوں پہ کیوں تحریر؟  
سو یاد رکھ کہ یہ الحمد ہی کے ہیں ٹکڑے یہ سورتیں انہی اجزا کی کرتی ہیں تفسیر

(104) کامل کتاب سوائے قرآن مجید کے اور کوئی نہیں

مذہب کی کتابوں میں کہلائے گی وہ اعلیٰ جو خود ہی دلائل دے اور خود ہی کرے دعویٰ  
رکھے جو نہ یہ خوبی، رڈی کا پلندہ ہے ”اس دفتر بے معنی - غرق مئے ناب اولیٰ“

(105) نفسِ راضیہ ہی مرضیہ بن سکتا ہے

منہ سے کیا جپتا ہے ”اللہ کی رضائل جائے“ بندہ خود اُس سے ہو راضی تو رضائب مانگے  
ہے حقیقت یہ دُعاؤں کی تری، اے کافر! وہ تو راضی بھی ہے، پرتو نہیں راضی اُس سے

(106) شُکر

میرا سب کچھ ہے امانت آپ کی اور جو لے لو وہ بھی دولت آپ کی  
جو رہے باقی سو وہ بھی فضل ہے ہر طرح پر ہے عنایت آپ کی

## (107) کوثر

معنی کوثر لغت میں آئے ہیں ”خیر کثیر“ اور یہی فرقان میں حکمت کے معنی ہیں لکھے  
حکمتیں پس سیکھ لے کچھ دین اور قرآن کی تُو آخرت میں جام کوثر تا کہ حاصل کر سکے

## (108) مجازی اور حقیقی عاشق میں فرق

مجازی اور حقیقی میں نہ ہو کس طرح ناچاقی کہ وہ شیدا ہے فانی کا، تو یہ ہے طالبِ باقی  
کسی فرہاد و مجنوں کو بھلا ہم سے ہو کیا نسبت کہ وہ تھے عاشقِ ساغر تو ہم ہیں عاشقِ ساقی

## (109) سیاست

نہ ہو گر سخت نگرانی، جماعت رہ نہیں سکتی سزائیں گر نہ ملتی ہوں ریاست رہ نہیں سکتی  
شریروں سے رعایت ہو تو نیکوں کا خدا حافظ جماعت یا ریاست<sup>3</sup> بے سیاست رہ نہیں سکتی

## (110) نیچر کی شہادت وجودِ باری پر

وجودِ حضرت باری پہ شاہد ہے یہ سب عالم کہ اس میں اذیتقا ہے، یہ مُنظَّم ہے مُسلسل ہے  
نہیں آتی نظر اس کی بناوٹ میں کوئی خامی ہر اک جُز بھی مکمل ہے یہ پورا بھی مکمل ہے

## (111) چراغِ سحری

وقتِ سحر ہے یارو- آندھی بھی چل رہی ہے باقی نہیں ہے روغنِ بستی بھی جل چکی ہے  
بُجھنے کو ہے دیا یہ تیار ہیں فرشتے جھونکے کی اک کسر ہے پھر ختم روشنی ہے

1 وَ مَنْ يُؤْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا.

2 یعنی عاشقِ مجازی نعمت کا عاشق ہوتا ہے۔ اور عاشقِ حقیقی منع یعنی خدا کا۔

3 یعنی روحانی جماعت۔ 4 یعنی دنیاوی حکومت۔

## (112) جمالی اور جلالی صفات الہی

واعظ یہ کہہ رہا تھا کہ ”مولیٰ کریم ہے بخشے گا سب گناہ غفورٌ رحیم ہے“  
 سن کر کہا کسی نے ”ادھورا نہ کر بیاں اُس کا عذاب بھی تو عذابِ الیم ہے“  
 (113) الہام کے بغیر خدا تعالیٰ اور انسان کا سچا تعلق قائم نہیں رہ سکتا

ہو خدا لیکن نہ ہو وہ بولتا ایسا ہونے سے نہ ہونا ہے بھلا  
 دل کسی گونگے سے کیونکر لگ سکے ”عشقِ مے خواہد کلامِ یار را“  
 (114) تکمیلِ ہدایت اور تکمیلِ اشاعتِ ہدایت

ہوا آدم سے آغازِ نبوت اور آنحضرتؐ سے تکمیلِ ہدایت  
 مگر جب بن گئی دُنیا یہ اک شہر تو کی احمدؑ نے تکمیلِ اشاعت  
 (115) مذہب اور اخلاق

یہ جو اخلاق ہیں، یہ دین نہیں اصل ہے دیں کی ”باخدا ہونا“  
 یعنی مذہب ”خدا شناسی“ ہے نہ کہ لوگوں میں خوشنما ہونا

## (116)

اخلاق خود مذہب نہیں مذہب کی گو بنیاد ہیں

اُن کے بھی اچھے ہوتے ہیں مذہب سے جو آزاد ہیں

ہے حق شناسی اصل دیں لیکن نہ ہوں جو باخدا

گوصاحبِ اخلاق ہوں عقیقی میں پھر برباد ہیں

## (117) گاندھی جی کا برت

گاندھی جی با علم و دانش، زیرکی، عزم و وقار برت سے کرتے ہیں برپاشوشین یاں بار بار<sup>1</sup>  
خودکشی کرنے سے ملتی ہیں کہیں آزادیاں؟ وائے بر علمے کہ عالم را کند برباد و خوار

## (118) میرانشین بیت مبارک میں

اپنا جو ہے نشمین مسجد کی شہ نشین ہے ہر مومن و مہاجر یاں میرا ہم نشین<sup>2</sup> ہے  
منزل ہے برکتوں کی اللہ کا حرم یہ جاں مجو یادِ جاناں، دل یار سے قریں ہے

## (119) بُری عادتوں کو راسخ ہونے سے پہلے ترک کرو

مُقَدَّر میں جو لکھا ہے وہ قسمت ٹل نہیں سکتی جبکہ ٹل جائے گا لیکن جبلت ٹل نہیں سکتی  
ہمالہ توڑنا آساں ہے عادت چھوڑنا مشکل کہ ہو جاتی ہے جو راسخ وہ علت ٹل نہیں سکتی

## (120) إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَاكُمْ

نہیں معیار عزت کا حکومت، حُسن یا لشکر نہ جاہ و قوم و طاقت ہے نہ اولاد و زور و گوہر  
خدا کے ہاں فقط پُرسش ہے نیکی اور تقویٰ کی کہ جو تقویٰ میں ہوں برتر وہی عزت میں ہیں بڑھ کر

1 مسٹر گاندھی بار بار مرمن برت کی دھمکیاں دے کر انگریزی حکومت کو مرعوب کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ 2 حضرت میر صاحب عرصہ دراز تک نماز مغرب کے بعد عشاء کے وقت تک بیت مبارک قادیان کے شہ نشین پر بیٹھ کر اپنی نہایت پر معارف باتوں سے محظوظ کیا کرتے تھے اور لوگ بڑے شوق سے اس روحانی محفل میں شریک ہوا کرتے تھے (اسماعیل پانی پتی)

(121) اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

حقیقی چینِ دل کا ہے نہ دولت میں نہ شاہی میں

نہ کھیلوں میں نہ نشوں میں نہ شوقِ مرغ و ماہی میں

نہ اطمینانِ قلبی مل سکے چاہت میں عورت کی

تسلیِ دل کو ملتی ہے فقط بِاِیِّ الٰہی میں

(122) آج کل کے نوجوان کی حالت اور اُن کا سلوک ماؤں سے

بچ سب احسان ہیں شہوت سے ہے ساری غرض بن گیا معشوق وہ پہلو سے جس کے جا لگے

مشرکوں کی طرح ہے یہ ناخلف اولاد بھی پالا پوسا کس نے؟ اور گھٹنے سے کس کے جا لگے

(123) تراچہ

سید صاحب! خود کچھ کر کے آپ بنو محمود ورنہ بڑوں کے عملوں پر توشیحی ہے بے سود

گیدڑ بھی تو شب بھر یونہی روتے پھرتے ہیں پدرم سلطان، پدرم سلطان، پدرم سلطان بُو د

(124) اشتیاقِ ملاقات

جو آؤ تم مرے گھر میں تو پلکوں سے زمیں جھاڑوں

اگر مہماں بنو دل میں تو اپنی جان تک واروں

خدارا، اب زیادہ تو نہ ترساؤ، نہ پھر کاؤ

یہاں آ جاؤ خود ہی یا اجازت دو کہ میں آؤں

(125) انسان کی حقیقت

جو دو شرمگاہوں سے نکلے کوئی تو عزت بھلا اُس کی کیا رہ گئی؟

غلاظت کا کیڑا نجاست کی بوند کرے گا وہ کس مُنہ سے کبر و منی؟

### (126) یقین

مومن کی جو دُعا ہے وہ ہوتی قبول ہے لیکن دُعائیں مانگنے کا ایک اُصول ہے ہو تجھ کو یہ یقین کہ قادر ہے وہ خدا ورنہ یہ تیرا کام ہی سارا فُضول ہے

### (127) درجہاں و بازبیروں از جہاں

جب دلِ خدا سے لگ گیا دُنیا کا کیا ہے ڈر اولاد و مال و جاہ سے کچھ بھی نہیں خُطر لیکن جگہ کسی کی نہ دل میں رہے ترے کچھ بھی بجز حبیب کے آتا نہ ہونظر

### (128) عملی مساوات کا نقشہ

دکھائی احمدیت نے مساواتِ مسلمانی کہ سب کی اصل آدم ہے اور اُس کی خاک اور پانی نکل آئیں گے ایسے بعض جوڑے اس جماعت میں جو لاہی زوجہ سید، جو لاہا زوج سیدانی

### (129) خدا کی معرفت کے سامنے انسان کے گناہوں کی

#### کچھ بھی حیثیت نہیں

گناہوں کو نہ رو ہر دم پڑا تو سجدہ گا ہوں میں عمل صالح کیے جا اور سا جا اُن نگاہوں میں کوئی دیوانہ ہی ہوگا تقابل جو کرے گایاں خدا کی مَغْفَرَت میں اور انساں کے گناہوں میں

### (130) میری کثرت گناہ

آپ خارج ہوا، اولاد رہی سب محروم اک عصیان نے آدم کے مچائی یہ دھوم جرم میرے تو ہیں لاکھوں گنا اس سے بڑھ کر کس لئے پھر نہ مرادل ہو مَلُول و مغموم

## (131) رَدِّ وَحَدَثِ الْوُجُودِ

تا ابد زندہ رہیں گے تب بھی اے میرے عزیز ہم تو بندے ہی رہیں گے اور رہے گا وہ خدا  
ناقص و محدود و عاجز اُس کی جو مخلوق ہو غور کر کے دیکھ لے کیونکر بنے گا وہ خدا

## (132) راز و نیاز

میں تُم کو رکھتا دوست ہوں یہ تُم کو بھی معلوم ہے  
اور تُم ہو میرے مہرباں یہ مجھ کو بھی معلوم ہے  
پھر اس قدر بیگانگت اور اس قدر اخفا ہے کیوں؟  
اوروں سے پردہ کس لئے جب اُن کو بھی معلوم ہے

## (133) قناعت

شکر کر حالت پہ اپنی اے حریص! کیوں تری آنکھوں سے بہتے اشک ہیں  
تو بھلا کیوں رشک غیروں پر کرے جبکہ لاکھوں تجھ پہ کرتے رشک ہیں  
(134) قبولیت دُعا

چاہتا ہو گر دُعاؤں کی قبولیت کوئی اُس کو یوں کہہ دو کہ پہلے تو بنے وہ احمدی  
بعد اُس کے دو شرائط میں سے اک پوری کرے یا ہو پورا مضطرب<sup>1</sup> اور یا ہو کامل متقی<sup>2</sup>

## (135) عالم آخرت کی ضرورت

سو خون کر کے پیر پگاڑو<sup>3</sup> گزر گیا پھانسی ملی تب ایک کا بدلہ اُتر گیا  
لیکن گر آخرت نہ ہو اور واں جزانہ ہو ننانوے کا بولو، عوض پھر کدھر گیا؟

1 افمن يجيب المضطر اذا دعاه ۛ انما يتقبل الله من المتقين

3 پیر پگاڑو سندھ میں 'حروں' کا پیر تھا۔ جسے گزشتہ دنوں بہت سے خونوں کے عوض پھانسی ملی۔

## (136) اُمُّ الصِّفَات

گرچہ بے حد ہیں خداوندی صفات ہے مزیّن جن سے اُس کی پاک ذات  
اصل سب کا تین کو سمجھو، مگر علم، قُدرت، رحم ہیں اُمُّ الصِّفَات  
(137) اسمِ اعظم

اسمِ اعظم حق تعالیٰ کا فقط اللہ ہے سارے اسمائے صفاتی کا یہ جلوہ گاہ ہے  
یعنی پاک ہر عیب سے ہے مُتَّصِف ہر حُسن سے سب سے برتر، سب سے اعلیٰ سب سے عالی جاہ ہے  
(138) انسان کو صاحبِ حال ہونا چاہئے

تھا قلم میرا جو اک دن ”چال مست“ یہ لگا کہنے کہ بن جا ”حال مست“  
پھر نصیحت کی کہ ”مت ہونا کبھی قال مست و شان مست و مال مست“  
(139) ترک و اختیار

چھوڑا خدا کے واسطے کیا تو نے میرے یار؟ اور کیا کیا ہے اُس کے لئے تو نے اختیار؟  
ثابت نہیں اگر یہ ترا اختیار و ترک دعوے کو بندگی کے اٹھا اپنے منہ پہ مار  
(140) شادی خاں کلمۃ اللہ خاں

”میرزا“ کو کہا جو ”شادی خاں“ اس میں کیا راز ہے بھلا پنہاں  
غور کر تاکہ پائے تو اُس میں بعض اعلیٰ خصالِ افغاناں  
(141) جوانی میں انساں خود کو جیسا بنا لے، پیری میں بھی ویسا ہی رہتا ہے

عشق کا تیرے جوانی میں لگا تھا مجھے تیر وقت کچھ گزرے تو تکلیف بھی مٹ جاتی ہے  
لیکن اب آ کے وہی درد ہوا پھر ظاہر کہ بڑھاپے میں ہر اک چوٹ اُبھر آتی ہے

(142) أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ

اطاعت کرو جملہ احکام کی خدا کی، رسولوں کی، حکام کی  
بسر تاکہ ہو امن کی زندگی یہی تو فضیلت ہے اسلام کی

(143) خَلَقَ الْإِنْسَانَ ضَعِيفًا

کمزور کو ہر وقت ہے یاں خوفِ ہلاکت انساں بھی ہے کمزور کرے اپنی حفاظت  
چمٹا رہے اللہ کے دامن سے ہمیشہ اس ضُعب سے مطلب نہیں، بدیوں کی اجازت

(144)

پیدا نہیں کیا گیا تو اس لئے ضعیف کرتا رہے گناہ کو سمجھے اُسے خفیف  
مطلب ہے اس کا چونکہ ہے کمزور تو بہت آ جا قوی کی گود میں تارہ سکے عقیف

(145) انساں کے لئے جائز لذات اتی موجود ہیں

کہ اُسے حرام میں پڑنے کی ضرورت نہیں

قدرت نے مجھ کو ایسا بنایا ہے باکمال جملہ حواس رہتے ہیں ہر دم مرے نہال  
ہر حرکت و سکون میں فرحت ہے اور مزا لذتِ سُورِ خواب سے تا لذتِ وصال

(146) ظِلِّ مَسْجِدِ نَبَوِيٍّ أَوْ رِضْوَانِهِ نَبَوِيٍّ

ہے اگر سچ مُج تھے کچھ مسجدِ نبوی کا شوق پڑھ نمازیں ساری بیتِ الذکر میں با درود و ذوق  
گنبدِ خضرا کے عاشق جا بہشتی مقبرے کر زیارتِ عشق کا ڈالے ہوئے گردن میں طوق

## (147) گردشِ ایام

جان و دل اُن پر فدا کرتے تھے ہم اپنے حق میں خود بھلا کرتے تھے ہم  
 اب تو اُن کے دل سے ہیں اُترے ہوئے جن کی آنکھوں میں پھرا کرتے تھے ہم  
 (148) دُنیا کے کام کبھی ختم نہیں ہوتے

کام دُنیا کے تو چلتے جائیں گے چار دن پہلے مرے تو کیا ہوا  
 آج گو دس کام ہیں باقی ترے بعد دس دن کے وہ ہوں گے پندرہ  
 (149) جنت و دوزخ

مَر کر سب کچھ ظاہر ہو، حالت اچھی یا زبون جنت ہے یا دوزخ کلاً سَوْفَ تَعْلَمُونَ  
 بندے اچھے جنت میں فیہَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ گندے مندے دوزخ میں، تُصَلِّي نَارًا حَامِيَةً  
 (150) احمدیوں کا عزم

گر ہے تو خوش ہیں یار۔ نہیں ہے تو غم نہیں احمد کے ہم غلام ہیں شاہوں سے کم نہیں  
 دُنیا کے فتح کرنے کے دَمْخَم دلوں میں ہیں گو دیکھنے کو ہاتھ میں دام و دِرَم نہیں  
 (151) بڑھا پا اور موت

موم شمعِ تن کا میرا سب پگھل کر بہہ گیا جان بٹی سے بندھی، اب منتظر ہے حکم کی  
 جب بند آئے گی عزرائیل کی بھر کے گی لو جسم سے ہو کر الگ بَرَزَخ میں جائے گی چلی  
 (152) امتحان

نہ رہا عشق میں ترے جاناں حال اپنا بیان کے قابل  
 مجھ سے عاجز کا امتحان ہے کیوں؟ میں نہیں امتحان کے قابل

## (153) خدا کا شکر ناممکن ہے

رُؤاں رُؤاں جو کھڑا ہو کے مرا، حمد کرے تو شکر تیرا نہ پھر بھی ادا ہو اے جاناں!  
جو ایک پل کے بھی انعام گن نہ سکتا ہو وہ عمر بھر کے بھلا گن سکے کہاں احساں؟

## (154) توحیدِ اسلامی

بے عیب حسین و بے نہایت محسن کوئی نہ ہوا، نہ ہے، نہ ہو گا تجھ دن  
کہتے ہیں اسی کو اہل دانش توحید عاشق ہے ترا اسی لئے ہر مومن

## (155) کبائر

گر کبائر سے رہے گا تو بچا پھر صغائر سے بچا لے گا خدا  
یاد کر لے نام اُن کے اے عزیز! شرک و سرقہ - قتل و بہتان و زنا

## (156) عصمت

ہر عمل میرا ہے دھوکا اور فریب خَلق سے، خالق سے، اپنے آپ سے  
ما سوا نبیوں کے بچ سکتا ہے کون؟ مَعْصیت سے جرم سے اور پاپ سے

## (157) غیر مبائعین کا آغاز اور انجام

جب ہو گیا ظہور لَيْسَتْ خُلْفَنَّهُمْ پیغامیوں نے کر دیا رستے کو اپنے گم  
نکلے جو قادیاں سے پراگندہ ہو گئے اِلْهَامٌ تُهِيكُ نَكَلًا لِيَمَزَقْنَهُمْ<sup>1</sup>

1 یہ الہام دراصل لِيَمَزَقْنَهُمْ ہے مگر شعر کی روانی اور وزن کی خاطر اسے لِيَمَزَقْنَهُمْ

(158) نافع چیز ہی دُنیا میں دیر تک رہتی ہے

مفید اشیاء ہی رہتی ہیں جہاں میں باقی اور مُمتدَّ وَآمَامًا، فَيَمُكُّتُ سے سمجھ لو فائدہ کی حد مگر جو شے ہے لاحاصل، وہ ہے مہمان گھنٹوں کی اگر مَانَدُ شَبَّے مَانَدُ، شَبَّے دیگر نَمِي مَانَدُ

(159) ریڈیو اور رمضان

میں کئی سال سے بیماری کے باعث رمضان کے روزوں سے معذور ہوں اس لئے بعض احباب نے یہ وطیرہ اختیار کیا کہ چونکہ وہ خود روزے رکھتے تھے اس لئے اپنا ریڈیو رمضان کی حرمت کی وجہ سے میرے ہاں رکھ دیتے تھے۔ ایک سال اتفاقاً کوئی ریڈیو میرے ہاں نہ پہنچا۔ اس پر میں نے یہ اشعار کہے۔

ماہِ رمضان میں مرا گھر مجلسِ شیطان ہے لوگ رکھ جاتے ہیں اپنے ریڈیو میرے یہاں تنگ گر کرتا ہو روزوں میں تمہیں بھی یہ شریر ہے مناسب پھر کہ اس کو بھیج دو میرے یہاں

(160) قادیان کی محبت

قبر کی وحشت، فراقِ دوستاں، سکراتِ موت آگئے یہ سب مصائب سر پہ اپنے ایک دَمِ وقتِ رِخْلَتْ رُوحِ میری جسم سے کہنے لگی تیرے چھٹنے سے سوا ہے قادیاں چھٹنے کا غم

(161) دُنیا میں پیسے کی عزت ہے

جب آیا فقر میرے ہاں اُولُو الْأَرْحَامِ تک کھسکے

نہ میں اُن کا کُفُو اب ہوں نہ وہ اب ہیں کُفُو میرے

ہماری جیب تھی وزنی تو ہم بھی تھے ”بنو ہاشم“

اور اب الْفَقْرُ وَفَخْرِي ہے تو رشتے تک نہیں ملتے

(162) انسان ہر جگہ اور ہر عالم میں آرام اور راحت کا طالب ہے

اینٹ رکھنا سر کے نیچے قبر میں      ورنہ مجھ کو نیند کیونکر آئے گی  
گو کفن کافی ہے بستر کی جگہ      ایک تکیہ ہو تو گلن پڑ جائے گی  
(163) خدا اور بندوں میں فرق

میرا ستار تو کہتا ہے کہ ”تُو ہے مرادوست“      دوست پر کہتے ہیں مجھ سے کہ ”ہے تُو نفس پرست“  
دونوں سچے ہیں مگر اصل حقیقت یہ ہے      ایک ہے نرم تو ہیں دوسرے ”تقید“ میں سخت  
(164) خود نمائی

جو بیچتا ہے - بیچ -      پہ گندم نمنا نہ بن      غالب بنے تو ڈر نہیں غالب نمنا نہ بن  
بہتر یہ ہے نمود و نمائش کو چھوڑ دے      جو چاہے رُوپ دھار لے پر خود نمنا نہ بن  
(165) ہر چیز اپنی مناسب جگہ پر موزوں لگتی ہے

جمالی نبی ہو وہ تلوار پہنے؟      مسلمان ہو یورپ کا شلوار پہنے؟  
نہ ہو علم گر سبز پگڑی کے اندر      تو کیا فائدہ یونہی بیکار پہنے!  
(166) عشقِ حقیقی کی پہچان

ہو گئے جو عشقِ مولیٰ میں فنا      عیشِ دُنیا سے اُنہیں رغبت کہاں  
گشتگانِ خنجرِ تسلیم کو      رنگ و بو میں غیر کے لذت کہاں  
(167) ”چاہئے“ اور ”ہے“ میں بہت فرق ہے

کہتی ہے عقل یہ کہ کوئی ”چاہئے“ خدا      لیکن کلامِ حق سے ہے ثابت کہ ”ہے“ خدا  
اتنا بڑا یہ فرق ہے جیسے کے اے عزیز!      کوئی کہے کہ ”ہوگا خدا“ کوئی ”اے خدا“

## (168) نور نبوت

ڈاکٹر اقبال نے باتیں ہیں کچھ اچھی کہیں بوالکلام آزاد بھی لکھتے ہیں اِملادِ لنشیں  
جس قدر نکلتے ہیں دینی اُن کی تصنیفات میں فیض ہیں مرزا غلام احمد کا وہ سب بالیقین

## (169) جوانی اور بڑھاپا

کبھی بادام ثابت، توڑتے تھے اپنے دانتوں سے لے اب تو گری تک کا چبانا ہم سے مشکل ہے  
سنائے اگلے لوگوں کو کہ تھے وہ ساٹھے اور پاٹھے<sup>1</sup> مگر پچپن<sup>2</sup> سے پہلے ہی یہاں تو دانتا کلکل ہے

## (170) مرتے وقت شراب

بیمار کو گو خمر بھی جائز ہے مَرَض میں پر نَزْع میں کیا فائدہ دینے کا برا نڈی  
افلاک پہ کیا کام کسی گندہ<sup>3</sup> دہن کا کیوں حُلد میں راہ پائے اُبلتی ہوئی ہانڈی<sup>4</sup>

## (171) غیر فانی محسن ہی ہمارا محبوب ہو سکتا ہے

عشق ہر رنگ میں جنت ہے اگر یار ہو وہ ورنہ ہے آتشِ دوزخ یہ محبت میری  
کہ سوا حق کے ہر اک چیز فنا کا ہے شکار پوری ہوتی نہیں فانی سے ضرورت میری  
مجھ کو درکار ہیں وہ حسن وہ احسان جن سے دائمی فیض کی مَوْرِد رہے فطرت میری

## (172) اسلام

اس دین میں الہام ہے بُرہاں ہے نشاں ہے تنظیم نمازیں ہیں تو تبلیغ اذال ہے  
اسلام کے اوصاف کو کیا گن سکے کوئی دلکش ہے ہر اک بات ”عمیاں راچہ بیاں“ ہے

1 ساٹھ سال کے ہو کر بھی پٹھے جوان تھے۔ 2 یعنی پنشن کا وقت۔

3 شراب پینے والے کا۔ 4 یعنی جس معدہ میں شراب ہو۔

## (173) پانی کی اہمیت

مَرَضِ المَوْتِ میں عزیزو - تُم تگ رکھنا نہ مجھ کو پانی سے  
بس یہی اک علاج ہے کافی کوچ ہو جب جہانِ فانی سے

## (174) کابل کے مظالم

قتلِ دادا نے کیا اک احمدی باپ نے پھر دوسرے کی جان لی  
خونِ ناحق تین پوتے نے کئے سلطنت یوں ظالموں سے چھن گئی

## (175) بڑھاپے میں توبہ اور استغفار

چند دن باقی ہے بابا! زندگی گر عمل ہوتا نہیں توبہ سہی  
آخرت کا جب نہ ہو سامان کچھ ہے غنیمت پھر تو استغفار ہی

## (176) قانون اور مذہب

قانون مجرموں کو دیتا فقط سزا ہے روکے گنہ سے اُس میں طاقت کہاں بھلا ہے  
تقویٰ ہی روکتا ہے اقدام سے بدی کے جرم و گنہ کی جڑ کو مذہب ہی کاٹتا ہے

## (177) اصل اور نقل

”میں“ تو میری روح ہے اور جسم ہے اُس کا مکاں میرا نوٹو اس ”مکاں“ کی بیکرُخی تصویر ہے  
میں کو اور خالق کو میں کے، پوچھتا کوئی نہیں لیکن اس نوٹو کی میرے کس قدر توقیر ہے

## (178) فتویٰ اور تقویٰ

ذرا سی چھینٹ کپڑے پر پڑی ناپاک پانی کی تو حضرت بو حنیفہؑ نے اُسے دجلے پہ جادھویا  
کوئی بولا کہ ”فتویٰ آپ کا کہتا ہے پاک اس کو“ تو فرمانے لگے ہنس کر ”یہ تقویٰ ہے وہ فتویٰ تھا“

## (179) تناخ کا چکر

تناخ مان کر اپنے تئیں کرتا ہے کیوں بیٹا<sup>1</sup> کہ کنوکشن<sup>2</sup> کی خاطر چاہئے مضبوط سا ڈیٹا<sup>3</sup>  
 بھلا غیرت تری ایسا عقیدہ کیونکر مانے گی؟ کبھی شوہر ہو تو ماں کا کبھی جوڑو کا ہو بیٹا

## (180) مُردہ اور زندہ خدا

یورپ کا مَرا ہوا خدا ہے سُولی پہ ٹنگا ہوا خدا ہے  
 مغرب کے یہ دیکھ کر عقائد غصّے میں بھرا ہوا خدا ہے

## (181) خالق کون و مکاں

مکاں کو اور زماں کو حق تعالیٰ نے کیا پیدا مقید کر دیا مخلوق کو ان جیل خانوں میں  
 سوہم محدود ہیں، فانی ہیں اور بندے ہیں خالق کے اکیلا ہے وہی آزادان سب کارخانوں میں

## (182) لَا تَذِرُ وَاِزْرَةً وَّزَرَ اٰخْرٰی

کیا دائیں بائیں دیکھ رہے ہو اے مہرباں یہ پل صراط ہے۔ نہیں قلیوں کا یہ مکاں  
 کوئی نہیں اٹھاتا کسی دوسرے کا بوجھ اپنی صلیب آپ اٹھانی پڑے گی یاں

## (183) نیک میاں بیوی

عورت جو نیکو کار ہو خاوند کی جو عزت کرے گھر میں بسے الفت کرے بچے جنے خدمت کرے  
 شوہر جو صالح نیک ہو گل مہر دے نگر اے بنے تعلیم دے نیکی کرے سب خرچ دے شفقت کرے

1 بیٹا : ذلیل 2 کنوکشن Conviction: یقین و ایمان

3 ڈیٹا Data : دلائل، نبوت و جہ

## (184) نافرمان اولاد

جو اولاد ہو نیک و فرمان بر وہ ہیں نورِ چشم اور لختِ جگر  
نہیں تو تری آستیں کے ہیں سانپ و یا بغلی گھونسے ہیں وہ بد گھر

## (185) ذکرِ الہی کا فائدہ

کمزور ہو ایماں اگر تب ذکر کی تاکید کر ایمان میں جب جاں پڑے پھر قرب کی امید کر  
حق ایتقیں گر چاہتا ہے اور اطمینانِ قلب تسبیح کر، تہلیل کر، تکبیر کر، تحمید کر

## (186) بولو گرا چھی بات

نہ بولے اگر وہ تو حیوان ہے اگر لغو بولے تو شیطان ہے  
کرے نیک باتیں، رہے مُغْتَدَل کہ حیوانِ ناطق یہ انسان ہے

## (187) اگر قلبی اسرار فاش ہو جائیں تو لوگوں کا

ایک جگہ رہنا محال ہو جائے

مرے دل کے گناہوں کو جو تم پڑھ لو تو کہہ دو گے

کہ ”یا تو اس زمیں پر ہم رہیں گے یا رہو گے تم“

تمہارا دل بھی گر محشر میں میں پڑھ لوں تو کہہ دوں گا

کہ ”اب جنت میں یا تو ہم رہیں گے یا رہو گے تم“

## (188) زکوٰۃ حُسن یعنی احساناتِ خداوندی

زکوٰۃ حُسن لینے کو شہِ خوباں کے ہاتھوں سے سراپا بن گیا ہوں، دوستو! کاسہ گدائی کا  
غربی نے مری اُس کو کیا ہے مہرباں مجھ پر بھلا پھر کیوں مجھے شکوہ ہوا اپنی بے نوائی کا

## (189) کانگریس کے نمائشی ممبر

چار آنے کانگریس کے ٹکٹ کے کیے ادا کھدر کی گاندھی کیپ کو سر پر لیا چڑھا  
 ”ہندوستان سے نکلو“ کا پھر نعرہ مار کر میں بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مل گیا

(190)

آج دنیا کو میں نے دے دی طلاق سب حساب اُس کا کر دیا بے باق  
 اب نہ مانگوں گا اُس سے میں کچھ بھی مل گیا ہے مجھے میرا رزاق

(191)

آج دے دی میں نے دُنیا کو طلاق عشق سب جاتا رہا اور اشتیاق  
 اس قدر نفرت مجھے اس سے ہوئی کر دیا اولاد کو بھی اُس کی عاق

(192)

شیخ فانی مثل حیواں ہے پلید عقل گم اور علم ہے سب ناپدید  
 اس سے بدتر شیخ زانی ہے مگر کھیلتا ہے لڑکیوں سے وہ پلید

(193)

شیخ فانی گرچہ اک حیوان ہے پر وہ حیواں ہو کے بھی انسان ہے  
 شیخ زانی، شیخ فانی سے بُرا ہو کے انساں پھر بھی وہ شیطان ہے

(194)

حکومت شریروں کی رہتی نہیں یہ دنیا تعدی کو سہتی نہیں  
 وہ ہٹلر، وہ ڈوچے، وہ ٹوچو کہاں سدا ناؤ کاغذ کی بہتی نہیں

(195)

مال و دولت آدمی کا ہے حسبِ سیم و زر ہے قوم اُس کی اور نسبِ دین و علم و خلق سب بے کار ہیں رزق ہے دنیا میں عزت کا سبب

(196) تقدیر معلق و مبرم

تدبیر سے وابستہ ہو تقدیر جو کوئی تقدیر معلق اُسے کہتے ہیں خرد مند لیکن جو فضا ٹل ہی نہ سکتی ہو کبھی بھی مبرم ہے وہ تقدیر کہ رستے ہیں سب ہی بند

(197)

یورپ میں اک صلح ہوئی اور وہ بھی حق کیسی عجیب طرح ہوئی! اور وہ بھی حق لیکن دراصل صلح موعود کے طفیل ”ہندوستان کی فتح ہوئی، اور وہ بھی حق“

2/ جون 1945ء کو دن کے دس بجے میں آرام کرسی پر بیٹھا ہوا اُوں گھرا ہوا تھا،

کہ میرے سامنے لیتھو کے پریس کی کاپی کا ایک صفحہ آیا۔ اس میں سب سے اوپر یہ مصرع لکھا تھا کہ ”ہندوستان کی فتح ہوئی اور وہ بھی حق“۔ حق کا لفظ بہت موٹا لکھا تھا۔

ہندوستان میں جو آج کل نہایت کثرت کے ساتھ سیاسی گفتگوئیں ہو رہی ہیں بظاہر یہ تحریر انہی کے متعلق معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم (محمد اسماعیل 30 جولائی 1945ء)

(یہ پیشگوئی جو 1945ء میں کی گئی تھی 1947ء میں نہایت صفائی کے ساتھ

پوری ہو گئی جب کہ ہندوستان کو آزادی کی فتح نصیب ہوئی اور حقدار کو اُس کا حق مل گیا۔ محمد اسماعیل پانی پتی)

(198) التجا

آغوشِ مادری میں مجھ کو جو تو لٹا دے قدموں میں میری جان کے مجھ کو سلا دے  
اے مقبرہ کے والی، دوں گا تجھے دُعا یہ پہلو میں اک نبی کے تجھ کو بھی جا خدا دے

(199)

1945ء میں کپڑا نہایت نایاب اور مہنگا ہو گیا۔ اُس موقع پر میر صاحب نے یہ شعر کہے۔

ساعت کسے معلوم ہے اپنی اجل کی جان من کپڑے کی تنگی ہے بہت، بنوا کے رکھ اپنا کفن  
ایسا نہ ہو، بروقت وہ بڑا ز جو بد ذات ہیں لٹھے کے کوٹے میں کریں چوری، تغلب یا غبن  
اس لئے حضرت میر صاحب نے اپنا کفن پہلے بنوا کے رکھ لیا تھا (محمد اسماعیل)

(200) قلمی آم کا اسماعیل پڈنگ

لنگڑا نچوڑ کر تم، بالائی اُس میں ڈالو کچھ کیوڑہ چھڑک کر، قدرے شکر ملا لو  
آخر میں برف سے پھر ٹھنڈا کرو پیالہ اللہ کا نام لے کر، چچے سے اُس کو کھا لو

(201)

شاعر بنے، عاشق بنے، واعظ بنے، عالم بنے پا پڑ سب ہی نیلے، مگر کندن نہ پھر بھی بن سکے  
آخر میں دروازے پہ تیرے آپڑے صورت سوال فضلوں سے خاکی تاکہ یہ ناری سے نوری بن سکے

(202)

بال ہوتے گئے سفید مرے قلب ہوتا گیا سیہ میرا  
اُلٹی گنگا لگی یہ کیوں بہنے؟ حال کیوں ہو گیا تہ میرا؟

(203) رضائے الہی

خوشنودی عارضی پہ مولا کی تم کرنا نہ کہیں غرور سے رستہ گم  
کیا فائدہ ٹمپیری ویلڈن<sup>۱</sup> کا ہے درجہ ہے رضا کا اِعْمَلُو مَا شِئْتُمْ

(204) دُعا

ذلت نہ چکھائیو ہمیں تو خالق! صدقہ نہ کھلایو ہمیں تو رازق  
مالک! نہ دکھائیو ہمیں تو دوزخ ہم تیرے ہی منہ کے ہیں فدائی عاشق

(205)

مثالِ حرمِ کعبہ دل یہ میرا خدا کا بھی گھر تھا، جُتوں کا بھی گھر تھا  
بروزِ محمدؐ نے یہ بُت نکالے نہیں تو جہنم ٹھکانا تھا اپنا

(206) تاریخِ طبعِ بخارِ دل حصہ دوم 1945ء

صابر، شاکر، اکمل، گوہر کدمہ کے ہیں سب یہ سخنور  
ان کے آگے میرا نغمہ ”گھر کی مرغی دال برابر“

## ابیات

- 1- کوئے جاناں کا پتا ملتا نہ تھا اک نبی آیا تو رستہ مل گیا
- 2- دُعا ہے خدا کے خزانوں کی کنجی ہر اک قفل کی ہے یہی ماسٹر کی لہ
- 3- دل سے نکال کر بخل کو اور خوفِ مرگ کو اس کے سوا مقامِ محبت عطا نہ ہو
- 4- ایک تھی دونوں کی منزل فرق پر رستوں کا تھا شیخ سیدھا، گبر دوزخ ہو کے پہنچا خلد میں
- 5- سارا جہاں بہشت میں ہو تب بھی مجھ کو کیا جب تک کہ خود میں داخل خلدِ بریں نہ ہوں
- 6- جلوے کی تیرے دنیا قرونوں سے منتظر تھی چہرہ دکھا دے اب تو، اے آسمان والے!
- 7- اے میرے دل کے مالک! من کو درست رکھیو کر پاک روح میری تن تندرست رکھیو
- 8- کیا ٹھکانا ہے دل کی وسعت کا جس میں واسع بھی ہے سما جاتا
- 9- شیخِ کامل سے فقط عشقِ مجازی چاہئے ورنہ امر و تو جہنم میں تجھے لے جائے گا
- 10- بے دلائل، بے حوالہ، بے سند درج سب باتیں ہیں، پر ہیں مستند
- 11- کعبۂ دل میں میرے مثلِ حرم تن سوساٹھ بُت تھے اک خدا کے ساتھ
- 12- انا الحق کہہ نہیں سکتا، سوانیوں کے کوئی بھی ذرا منصور بولا تھا کہ سُولی پہ گیا کھینچا
- 13- در پہ تیرے، اے شہِ والا خصال ہر سوالی کا نیا ہے اک سوال

## الہامی اشعار اور مصرعے

- 1 سُرخ پوشے بلبِ بامِ نظری آید  
نہ بہ زاری نہ بزور و نہ بہ زرمی آید  
اُم طاہر کی بیماری میں یکم دسمبر 1943ء کو اُن کے لئے
- 2 ما بروں را ننگریم و قال را  
ما دروں را بنگریم و دجال را
- 3 اولیا را ہست طاقت از الہ  
تیر جستہ باز گرداند زِ راہ
- 4 حسن و خوبی و دلبری بر تو تمام  
صحبتے بعد از لقائے تو حرام
- 5 ”میں اس آندھی کو اب کیونکر چھپاؤں  
یہی بہتر کہ خاک اپنی اڑاؤں“
- 6 نہانی راز ہوں گے اُس پہ باہر (یعنی روشن) (مبارکہ بیگم صاحبہ کے لئے)
- 7 نہاں ہم ہو گئے یار نہاں میں
- 8 میں ہوں بیکار اور تُو ہے کبریا
- 9 جیسے قالوا کا اَلْفِ موسیٰ کی یا
- 10 ہندوستان کی فتح ہوئی اور وہ بھی حق

## میرے اشعار میں دُعا ہائے مستجاب

- 1 یہ دُعا فرمائیے، لائے خدا
- جلد اس کو درمیانِ قادیاں<sup>1</sup>
- 2 حق بھی مٹتا ہے تعدی سے کہیں اے ظالم
- خود ہی مٹ جائے گا تو دست و گریباں<sup>2</sup> ہو کر
- 3 مال اور املاک وقفِ دیں ہوئے
- شوقِ جاہ و مال زائل ہو گیا<sup>3</sup>
- 4 مرا نام ابا نے رکھا ہے مریم
- خدایا! تو صدیقہ مجھ کو بنا دے<sup>4</sup>
- 5 ع وصیت کے ادا ہونے میں یارب! کچھ نہ ہو دقت<sup>5</sup>
- 6 مریم، امولا، طیبہ بشری، نصیرہ، سیدہ
- اتنے نفر درکار ہیں

- 1 حضرت میر صاحب 1936ء میں ریٹائر ہونے کے بعد مستقل طور پر قادیان میں مقیم ہو گئے۔ 2 امان اللہ خان امیر کابل نہایت گمنامی کی حالت میں اٹلی میں مر گیا۔
- 3 حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تحریک وقفِ مال و املاک پر حضرت میر صاحب نے بڑی خوشی سے لبیک کہا۔ 4 حضرت مریم صدیقہ (اُمّ متین) حرم محترم کے متعلق پورا ہوا۔ 5 اپنی زندگی میں ہی حصہ وصیت ادا کر دیا تھا۔

یہ دُعا میں نے 1924ء میں مانگی تھی۔ سو آج 1945ء میں اپنی زندگی میں اسے پورا ہوتا دیکھتا ہوں۔ الحمد للہ۔ یہ دُعا میری اور میرا حق صاحب کی لڑکیوں کی شادی کے متعلق تھی۔ جو اس وقت موجود تھیں۔ امہ اللہ کو بچپن میں پیار سے امولا کہتے تھے۔ (میر محمد اسمعیل)

7- ع روپے دے، کارکن دے اور اشیاء

سو خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس کتاب (طبع اول) کے سارے انتظام 1945ء میں شیخ اسمعیل پانی پتی کو کارکن بنا کر اور قادیان میں پریس کی سہولتیں مہیا کر کے اور کاغذ محض اپنے فضل سے عنایت کر کے بہم پہنچا دیئے۔ (میر محمد اسمعیل)

(اس زمانہ میں کاغذ نہایت نایاب تھا اور پرمٹ پر بھی بہت مشکل سے ملتا تھا۔) (محمد اسمعیل)

## مزاحیہ کلام دکھاوے کی محبتیں

قاضی صاحب کی جب مری لونڈی شہر کا شہر پوچھنے آیا  
قاضی صاحب مگر مرے جس دن نظر آئی کہیں نہ بزمِ عزا  
ہے محبت فقط دکھاوے کی

اہلِ دُنیا کا ہے یہی شیوہ

قاضی صاحب کی ایک تھی بیٹی اپنی گڑیا کا اُس نے بیاہ کیا  
لڑکی والوں کے ہاں تھا آدھا شہر باقی آدھا براتیوں میں تھا  
آخر اک دن قضائے ربی سے قاضی صاحب کا اِشْتِقال ہوا  
بعد کچھ دن کے اُن کی بیٹی کا ایک مُفْلِس سے ہو گیا رشتہ  
آدمی ایک بھی نہ موجود کسمپرسی میں ایسا عقد ہوا  
ہے محبت فقط دکھاوے کی

اہلِ دُنیا کا ہے یہی شیوہ

قاضی صاحب کی ایک کتیا تھی پیر میں اُس کے چُھ گیا کاٹھا  
پھر تو بیمار پُرس خَلَقَتْ کا تین دن تک بندھا رہا تانتا  
چھن گیا عہدہٴ قضا، افسوس کچھ دنوں بعد قاضی صاحب کا  
”اُترا شحْنہ“ کہا گیا اُن کو نام ”مردک“ رکھا گیا اُن کا  
ایک چھلڑے سے اتفاقاً پھر پاؤں گچلا گیا بچارے کا

لاد کر لے گئے شفا خانے  
 قاضی صاحب پہ حال جو گزرا  
 پاس پیسہ نہ تھا جو دینے کو  
 منہ کسی کا نہ کر سکے بیٹھا  
 ناعہ ہوتی تھیں پٹیاں اکثر  
 نہ دوا تھی نہ روئی اور کپڑا  
 جاں بحق ہو گئے وہ گل سڑ کر  
 قصہ یوں آپ کا تمام ہوا  
 ہے محبت فقط دکھاوے کی

اہل دنیا کا ہے یہی شیوہ

قاضی صاحب کا ایک بیٹا تھا  
 ہو گیا وہ امیر رشوت سے  
 ختم کروا دیے کئی قرآن  
 اور فقیروں کو خوب کھلوا یا  
 جوڑا اور نقد تحفہ بھیجا  
 قاضی صاحب کا عرس ہونے لگا  
 ”پیر قاضی“ کا نام چل نکلا  
 اور کرامت کا بج گیا ڈنکا  
 بن گئے شہر کے خدا گویا  
 سنتے ہیں سب کہ کوئی ہے گاتا  
 پھر بڑے اہتمام سے ہر سال  
 قبر پر ٹوٹنے لگی خَلَقَتْ  
 بن گئے مُفْت میں وہ قُطْب اور غُوث  
 قبر چُجنے لگی بجوش و خروش  
 نصف شب کو مگر مزار میں سے  
 ہے محبت فقط دکھاوے کی

اہل دنیا کا ہے یہی شیوہ

(رہنمائے تعلیم نومبر 1943ء)

## المناک حادثہ

مندرجہ ذیل سچا واقعہ میرے بچپن کے زمانہ کا ہے۔ ایک مہترانی جس کا نام نہالی تھا اور جو جوانی میں بیوہ ہو گئی تھی۔ ہمارے ہاں قادیان میں کمایا کرتی تھی۔ ایک دن ایک حلال خور نے جس کا نام پیڑا تھا عین دن کے وقت برسرِ راہ اُسے پکڑا اور زمین پر گرا کر اُس کی ناک دانتوں سے چبا ڈالی یہ ”المناک حادثہ“ 15 ستمبر 1903ء کو واقع ہوا تھا۔ مجھے اپنی مہترانی کی اس بد حالی کا بڑا رنج ہوا۔ اور میں نے سارے واقعہ کی ٹوہ لگانے کی بڑی کوشش کی اور جو واقعات معلوم ہوئے ان کو ایک مرثیہ کے طور پر نظم میں لکھا، اس نظم کا قادیان کے بچوں میں بڑا چرچا ہوا۔ اور بچے قادیان کی گلیوں میں ان اشعار کو گاتے پھرے۔ مرثیہ ذیل میں لکھا جاتا ہے:-

رَنجِ وَالْمِ كَا حَيْفٍ مِّمِیْ كِیَا مَا جَرَا لِكْھِوِیْ      دَرِ دِنِھَاں كُو كِیُو نَكْرَ مِیْنِ اب بَرَمَلَا لِكْھِوِیْ  
سِیْنِہ قَلَمِ كَا شِقِّ هِیْ یَہ كَہْتِیْ هِیْ كِیَا لِكْھِوِیْ      اشكِ سِیْہ بَہَاؤِں كِے یَہ سَاخِہ لِكْھِوِیْ

ہوش و حواس پراگندہ سب کے ہیں

آثارِ منہ پہ لوگوں کے رنج و تعب کے ہیں

کیسی یہ ناگہانی مصیبت پڑی ہے ہائے      کیونکر یہ جھلی جائے کہ آفت کڑی ہے ہائے

مخسوس کیسی دردِ عالم کی گھڑی ہے ہائے      ہر سمت اشکِ غم کی لگی اک جھڑی ہے ہائے

آہ و فغاں کا چار طرف ایک شور ہے

جوشِ و فُورِ گر یہ سے ہر چشم کور ہے

اب کیا بتاؤں حالِ دلِ ناتوانِ وزار ہے جی میں یہ کہ کردوں حقیقت کو آشکار

وہ واقعہ کہ جس کے سبب جاں ہے بیقرار وہ سانحہ کہ سُن کے جسے سب ہیں سوگوار

تَفصیل اس کی ساری میں زیبِ رِقْمِ کروں

جو کچھ ہوا ہے لکھ دوں نہ کچھ بیش و کم کروں

تھی ایک مہترانی، نہالی تھا جس کا نام ٹٹی کا صاف کرنا ہمیشہ تھا اُس کا کام

نازک تھی اتنی عطر سے ہوتا اُسے زُکام پر اپنے کام میں وہ لگی رہتی صبح و شام

عورت تو تھی پہ ہمتِ مردانہ اُس میں تھی

ظاہر میں کوئی حرکتِ بیجا نہ اُس میں تھی

آرام ظاہری کسی صورت کا کم نہ تھا فکرِ معاش و پوشش و خوراک اَلَم نہ تھا

کچھ فقر و مُفلسی کا اسے رنج و غم نہ تھا اندیشہِ نوشتہٴ لُوح و قَلَم نہ تھا

معلوم کیا تھا یہ کہ زمانہ ستائے گا

یوں بیٹھے بیٹھے خون کے آنسو رُلانے گا

مہتر تھی اک زمانہ میں سب مہتروں پہ وہ عزت سے اُس کے پاؤں کو رکھتے سروں پہ وہ

کرتی تھی چودھرا ہٹیں ان کے گھروں پہ وہ پانی کبھی بھی پڑنے نہ دیتی پروں پہ وہ

پر حیف آج خود ہی مصائب میں غرق ہے

سیلابِ آفتوں کا زِ پا تا بفرق ہے

تھا رشکِ بوستانِ اِرم پہلے اُس کا گھر شوہر کا اپنے سر پہ وہ رکھتی تھی تاجِ سر

گر ساس تھی تو ماں سے بھی کچھ مہربان تر سُسر نے دی تھی دِل سے بھلا شفقتِ پذیر

افلاس کی ہوا بھی کہیں چار سو نہ تھی

اتنی کُشادگی کہ کچھ آرزو نہ تھی

کٹتی تھی زندگی اسی عیش و بہار سے سب بے خبر تھے لیک زمانے کے وار سے

منہ موڑ اپنا ہستی ناپائیدار سے ساس اور سسرا چل دئے اس روزگار سے

سرتاج جو کہ تھا سو وہ سر سے گزر گیا

داغِ فراق و صدمہٴ غمِ دل پہ دھر گیا

اوپر تلے کی موت سے بدحال ہو گئی آفت پڑی کہ بے پروا بے بال ہو گئی

ظلم و ستم سے دہر کے پامال ہو گئی اپنی ہی زندگی اُسے بجنجال ہو گئی

آنکھوں میں ایک قطرہٴ آنسو نہیں رہا

سر کو گھسوٹا اتنا کہ اک مو نہیں رہا

آخر کو روتے روتے ذرا دل سنہل گیا دُنیاے دُوں کے شغل میں کچھ کچھ بہل گیا

سِر پر جو تھا پہاڑِ اَلَم کا سو ٹلن گیا دُودِ فُغاں کی راہ سے سب غم نکل گیا

پھر صبر آ گیا دلِ آخُفتہٴ حال میں

رَنج و اَلَم چلے گئے خواب و خیال میں

بچوں کے ساتھ اپنے وہ رہتی اکیلی تھی ہمدرد و دوست کوئی، نہ کوئی سہیلی تھی

آرام و عیش اُس کے لئے اک سہیلی تھی بختِ رسا کے نقش سے خالی ہتھیلی تھی

یہ گسٹمرسِ حال نہ آیا اُسے پسند

بامِ نشاط پر لگی وہ ڈالنے کمنڈ

اک آدمی پہاڑ کا پیر و تھا جس کا نام نالی کا صاف کرنا تھا کام اُس کا صبح و شام  
پڑتا تھا چونکہ دونوں کو اک دوسرے سے کام ہونے لگا کلام کبھی کچھ کبھی سلام  
آخر کو ہوتے ہوتے ملاقات ہو گئی

جس بات کی تھی آرزو وہ بات ہو گئی

پیر و کی سرپرستی میں سب غم گئی وہ بھول پھر کھل گیا وہ دل کا جو مُر جھا گیا تھا پھول  
پھر راحتِ دل از سر نو ہوئی حصول اس نے اُسے اور اُس نے اسے کر لیا قبول  
بیوی میاں کی طرح لگی ہونے پھر بسر

اپنوں کا کچھ نہ خوف نہ غیروں سے کچھ خطر

یہ اُس پہ شیفۃ تھی وہ تھا اس پہ مہرباں پیسے روپے سے اس کی مدد کرتا تھا نہاں  
بدلے میں یہ بھی اس کو کھلاتی مٹھائیاں ہر روز میٹھے ٹکڑوں کی لاتی رکابیاں  
بڑھنے لگے یہ پینگ محبت کے رات دن

اُس کو نہ چین اس سوا اس کو نہ اُس کے دن

پیر فلک نے یاں بھی نہ چھوڑا ہزار حیف عیش و خوشی کے بند کو توڑا ہزار حیف  
طاعوں سے سر کو پیر و کے پھوڑا ہزار حیف اٹکایا چلتی گاڑی میں روڑا ہزار حیف  
آنکھوں میں جائے اشک بھر آیا تھا لہو

دیوانہ وار پھرتی تھی قصبہ میں گُو بُو

آہ و فغاں سے دل کا دھواں جب نکل چکا موقوف رفتہ رفتہ ہوا گریہ و بُکا  
پشیمان تر کو صبر کے دامن سے پھر سکا اپنے تئیں اک اور کے ہاتھوں دیا چکا

اگلی سی پھر وہ صحبتیں تیار ہو گئیں

خوابیدہ خواہشیں جو تھیں بیدار ہو گئیں

اب کے نصیب جس کے کھلے وہ تھا ایک چور پیڑا تھا اُس کا نام مگر تھا حلال خور

تھا شور شوں سے اُس کی زمانہ میں ایک شور ٹکر کا اُس کی ملتا نہ تھا کوئی شاہ زور

لاٹھی اٹھا کے مارے تو بھینسا ہو اڈھ مَوا

دن رات یا شراب تھی، چوری تھی، یا جُور

لالا کے اس نے خُوب ہی اس کو کھلایا مال پورا کیا ہر ایک جو اس نے کیا سوال

پوشیدہ دل میں جتنے تھے اذماں دیے نکال آخر گزر گیا اسی حالت میں ایک سال

افسوس پر کہ دہر کو آیا نہ خوش یہ طَور

کرنے لگا رقیبوں کی مانند ظلم و جَور

ایک روز کا سناؤں تمہیں میں یہ ماجرا پیڑے میاں کو ایک سفر پیش آ گیا

جاتے ہوئے وہ مل کے نہالی سے کہہ گیا مجھ کو نہ اپنی یاد سے دیجو ذرا بھُلا

اور عہد لے لیا کہ میں واپس جب آؤں گا

تیرے ہی ساتھ آن کے شادی رچاؤں گا

القصد وہ تو چھوڑ کے اس کو چلا گیا دل اس بیچاری غمزہ کا یاں جلا رِیا

مدت تک نہ اس کا لگا کچھ بھی جب پتا آخر کو تنگ ہو، اُسے دل سے بھُلا دیا

چاہا کہ اور کوئی لگے ہاتھ اب شکار

موچی ہو، نائی ہو، کہ وہ چُوڑھا ہو یا پھمار

وہ اپنی دُھن میں تھی کہ ادھر یہ غَضَبُ ہوا اک دن برادری نے بُلا کر اُسے کہا  
کس طرح بیوگی یہ کٹے گی تری بھلا؟ بہتر ہے تیرے واسطے گھر اپنا تُو بسا

دیور تیرا کماؤ ہے اور نوجوان ہے

خاوندِ مردہ کا ترے وہ اک نشان ہے

اِصرار سے وہ کُنْبے کے مجبور ہوگئی تجویز اس بیاہ کی منظور ہوگئی  
جتنی برادری تھی وہ مَسْرُور ہوگئی کُلْفَتِ فِراق پیڑے کی سب دُور ہوگئی

شادی کا پھر تو ہونے لگا خوب اہتمام

دُہن بھی خوش تھی اور تھا دولہا بھی شاد کام

شادی میں ایک ماہ کا جب فاصلہ رہا سامان سب بیاہ کا تیار ہو چکا  
مشہور اس کا شہرہ ہوا جبکہ جا بجا اتنے میں آ کے غلّہ یہ گریال میں لگا

لڈو بٹے نہ تھے کہ میاں پیڑے آ گئے

آتے ہی طُور بدلے ہوئے یاں کے پا گئے

گھر آ کے سب ہی بگڑے ہوئے دیکھے اُس نے ڈھنگ اس بیوفانے پیچھے کھلائے تھے جو کہ رنگ  
ہونے کو ہے بیاہ یہاں ایک اور سنگ اس بے مروّتی و بدعہدی سے ہو کے تنگ

کھائی قسم کہ ہونے نہ دوں بیاہ تو سہی

کی تُو نے جیسی مجھ سے۔ کروں گا میں تجھ سے بھی

اک دن اکیلا پا کے نہالی سے یوں کہا اے نیک بخت میری حقیقت کو سُن ذرا  
رخصت میں تجھ سے ہو کے سفر پر تھا جب گیا جاتے ہی اک امیر کے ہاں سیندھ دی لگا

افسوس پر کہ ہاتھ لگا کچھ نہ سیم و زَر

اُلٹا سپاہیوں نے لیا مجھ کو واں پہ دَھر

چھ ماہ تک میں بند رہا قید خانے میں اس واسطے مجھے ہوئی یاں دیر آنے میں

ایک رتی بھر بھی جھوٹ نہیں اس فسانے میں پر تجھ سا بیوفا بھی نہ ہوگا زمانے میں

جو عہد تو نے مجھ سے کیے تھے گئی وہ بھول

اک اور مرد پیچھے مرے کر لیا قبول

پیڑے میاں کا سُن کے یہ افسوس اور ملال کہنے لگی غرور سے اپنے پھٹلا کے گال

”چل دُور ہو زُبان کو اپنی ذرا سنبھال ایسے لگے ہیں کون سے تجھ کلمو ہے میں لال

چور اور قیدیوں سے مجھے واسطہ نہیں

ایسوں کی دوستی میں کوئی فائدہ نہیں“

سُن کر یہ بات گرچہ وہاں سے گیا وہ ٹل جاتے ہوئے یہ کہہ گیا ”رہیو ذرا سنبھل

دو چار دن میں سارا نکل جائے گا یہ بل تو بھی رکھے گی یاد کہ تھا کوئی پیڑا مل

کردوں تجھے میں ایسا کہ سب شادی جائے بھول

دیور تو کیا ہے، گنتے نہ ہر گز کریں قبول“

پیڑا تو کہہ کے یہ کسی جا ب کو چل دیا اور انتقام لینے کی تدبیر میں لگا

اور یاں بیاہ شادی کا چرچا تھا جا بجا یاں تک کہ صرف ایک ہی دن باقی رہ گیا

اور انتظار تھا کہ سرِ شام کل کی رات

آئے گی گھر نہالی کے اک دُھوم کی برات

افسوس پر کہ شادی یہ تقدیر میں نہ تھی قسمت میں بد نصیبی تھی ایسی لکھی ہوئی  
 دُنیا میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی سچ پوچھئے تو جیتے ہی جی گویا مر گئی  
 گزرا وہ اس کے ساتھ کہ تابِ رُقم نہیں  
 صدمہ ہے دل کو ایسا کہ اب دَم میں دَم نہیں

اُس شام کو کہ شادی میں اک دن تھا درمیاں سر پر تھا اُس کے ٹوکرا جھولی میں روٹیاں  
 بھُولی ہوئی تھی دُنیا کا سب سُو داور زیاں تھی دل میں خوش کہ کل کو ملے گا مجھے۔ میاں  
 گھر کی طرف قدم کو بڑھائے وہ جاتی تھی  
 بد قسمتی بھی آگے سے ملنے کو آتی تھی

تنہا وہ گھر کو جاتی تھی بے خوف و بے خطر سقوں کے کوچہ میں سے لگی کرنے جب گزر  
 دو مرد آکھڑے ہوئے رستے کو روک کر گھبرا کے منہ کو دونوں کے دیکھا جو غور کر  
 چہرے پہ اُڑنے لگ گئیں ڈر سے ہوائیاں

سر پر سے ٹوکرا گرا، جھولی سے روٹیاں  
 دہشت کے مارے دونوں کے وہ چیخنے کو تھی پیڑے اور اس کے بھائی نے فُرصت مگر نہ دی  
 دھکے سے اُن کے دھم سے زمیں پر وہ آپڑی چھاتی پہ پھر وہ چڑھ گیا اور اُس کا بھائی بھی  
 وہ ظلم اُس کے ساتھ کیا اُس پلید نے

جتنا کیا نہ تھا کبھی شمر و یزید نے  
 دانتوں سے اُس کی ناک پکڑ کر جھنجھوڑ دی دائیں طرف کبھی، کبھی بائیں مروڑ دی  
 آخر بزور کھینچ کے وہ جڑ سے توڑ دی کیا کاٹی اُس کی ناک کہ قسمت ہی پھوڑ دی

پھر یہ غضب کیا کہ اسے وہ چبا گیا  
 کیا جانے کیا مزا تھا کہ کچی ہی کھا گیا  
 کاٹے تھاناک اور وہ کہتا تھا اُس سے یوں ”لے جتنے چاہے اُتے ختم اب میں تجھ کو دوں  
 تو نے مری اُمید کا جیسے کیا تھاؤں ویسے ہی عمر بھر نہ کراؤں جو غاؤں غوں؟  
 تو جانو کہ باپ کا اپنے نہیں میں پُوت  
 سو ماریو اُٹھا کے مرے سر پہ اپنے جُوت“

یہ کہہ کے وہ اور اس کا برادر چلے گئے پر عمر بھر کے واسطے اک تحفہ دے گئے  
 نتھنوں سے اُس کے خون کے نالے بہے گئے لوگوں کو جب خبر ہوئی تب گھر کو لے گئے

بیہوش ساری رات وہاں وہ پڑی رہی

جب دن چڑھا تو ساری حقیقت بیان کی

افسوس رنج و غم کی کوئی انتہا نہیں ہمدرد ہائے کوئی بھی اپنا رہا نہیں  
 منہ کو چھپائے ایسی کوئی ملتی جا نہیں اب چارہ سوزِ دل کا سوائے فنا نہیں

محروم ایسی عمر میں ہو جائے ناک سے

ہے ہے، ملے جوانی بچاری کی خاک سے

نوٹ: اس نئے جرم کی سزا میں پیڑے کو دو سال قید با مشقت کی سزا

ہوئی جب وہ قید سے واپس آیا تو فقیر بن گیا۔ پہلے تو عشقِ مجازی کے زور میں نہالی کا

نام جپتا پھرا۔ پھر عشقِ حقیقی کا مدعی بن بیٹھا۔ چند سال کے بعد اُس نے ایک باغیچے

اور تکیہ بنا کر اُس میں درویشانہ زندگی بسر کرنی شروع کی۔ اور حلال خوروں کا پیر بن

گیا۔ کئی سال ہوئے وہ فوت ہو چکا ہے اُس کا جانشین اُس کی قبر پر گدی نشین ہے۔ مگر نہایتی زندہ ہے۔ اس کی عمر ستر (70) سال سے متجاوز ہے۔ نابینا ہو گئی ہے اور چراغِ سحری ہے۔

(30 دسمبر 1944ء)

## (2) واویلا

1905ء کا واقعہ ہے۔ میں میڈیکل کالج لاہور میں پڑھتا تھا۔ اور موری دروازہ کے اندر اکیلا ایک مکان میں رہتا تھا۔ میرے پاس باغ نام ایک جولا ہے کا لڑکا کھانا پکانے پر نوکر تھا۔ وہ اتفاقاً بیمار ہو کر اپنے گھر چلا گیا۔ میں نے اگرچہ اس کے ہاتھ قادیان نہایت تاکیدی خط لکھ دیا تھا کہ کسی اور ملازم کو اُس کی جگہ بھیج دیں۔ مگر تین دن تک کوئی نہ پہنچا۔ 21 جنوری 1905ء کی تاریخ تھی۔ اور سخت سردی کا موسم تھا۔ بارش ہو رہی تھی کہ میں نے یہ شکایت نامہ لکھ کر اپنے ایک ”عزیز محترم<sup>1</sup>“ کے نام ڈاک میں روانہ کیا۔ اور آج چالیس سال کے بعد 1944ء میں اسے شائع کرنے کی نوبت آئی۔ لیجئے سنیے:-

1 یہ ”عزیز محترم“ صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد تھے جو بعد میں ”خليفة المسيح الثاني“ کے نام سے تمام دنیا میں مشہور ہوئے۔ بچپن میں دونوں آپس میں نہایت ہی گہرے دوست تھے اور یہ اُلفت و محبت آخر تک قائم رہی۔ (محمد اسماعیل پانی پتی)

دوستو کیا سناؤں اپنا حال سہہ رہا ہوں میں کیسا رنج و ملال  
 باغ جب سے اُجڑ گیا میرا بس مصیبت نے مجھ کو آگھیرا  
 ایک نوکر کے یاں نہ ہونے سے کتنی تکلیف ہو رہی ہے مجھے  
 گرچہ تاکیدِ ایک خط لکھا تھا اُس کی تم نے مگر نہ کی پروا  
 تم سے اب رکھے کیا کوئی اُمید ہم ہیں روزے سے تم مناؤ عید  
 کیا سناؤں کہ کیا گزرتی ہے زندگی مرتے جیتے کٹتی ہے  
 جس گھڑی سے ہوا ہے 'باغ' رواں گل کھلا ہے عجب طرح کا یاں!  
 پہلے دن شام کو جو آیا گھر فاقہ مستی کی کچھ نہیں تھی خبر  
 سیدھا پہنچا میں ایک دوست کے ہاں تاکہ روٹی کا کچھ بنے ساماں  
 جب تلک آدمی کوئی آوے کھانا تب تک مجھے وہ پہنچاوے  
 اُن کے ہاں جا کے یہ ہوا معلوم کہ یہاں بھی اُمید ہے موہوم  
 گھر میں اُن کے ہے سخت بیماری اس سبب سے اُنہیں ہے لاچاری  
 الغرض واں سے جب پھرا ناکام ضعف سے ہو رہا تھا کام تمام  
 دل نے آخر کہا کہ ہو ہُشیار گھر میں سامان تو ہے سب تیار  
 فائدہ کیا کہ یوں پھرے گھر گھر خود پکا لے تو اس سے کیا بہتر  
 اٹھ کے ہمت سے پھر گیا بازار انڈے لایا میں دے کے پیسے چار<sup>1</sup>

1 عجب زمانہ تھا، اُس وقت ایک پیسہ کا انڈہ آیا کرتا تھا۔ آج 31 پیسے کا ایک آتا ہے۔

(محمد اسماعیل پانی پتی)

لوہے کی ایک انگیٹھی گھر میں تھی اور قدرے پڑا ہوا تھا گھی  
 کونلوں کا لگا ہوا تھا ڈھیر اور چاول بھی رکھے تھے دو سیر  
 آدھی بوتل جو تیل کی پھونکی تب کہیں گھنٹہ بھر میں آگ جلی  
 بھر گیا گھر ڈھونیں سے سر تا سر ہو گیا آنسوؤں سے چہرہ تر  
 آنکھ تھی سُرخ ناک تھی جاری تیل کی بُو نے عقل تھی ماری  
 جس گھڑی مانجنے پڑے برتن آ گئیں یادِ مادرِ شَفِیْن  
 ہاتھ مُنہ کپڑے سب ہوئے کالے جیسے ہوتے ہیں کونلے والے  
 دو گھڑوں کا لُنڈھا دیا پانی تب ہوئی صاف جا کے اک ہانڈی  
 چاولوں کو جو میں لگا دھونے دھوتے دھوتے میں بہہ گئے آدھے  
 اَلغرض بعدِ قصۃِ بِسار! کر دیا دیگی کو چولہے سوار!  
 گزرے ہوں گے ابھی نہ پانچ منٹ کہ لگی ہونے دَر پہ کھٹ کھٹ کھٹ  
 ایک صاحب یکا یک آ دھمکے اور آتے ہی کان کھانے لگے  
 ظاہر اگرچہ اُن سے تھیں باتیں دل مگر لگ رہا تھا ہانڈی میں  
 مُشکلوں سے اُنہیں کیا رُخصت پر نہ پوچھو برنج کی حالت  
 نیچے گھرچن کی بن گئی پھری اُوپر اُوپر کے بن گئی لیٹی  
 بعد اُس کے جو انڈے رکھے تھے اک رکابی میں لے کے بھون لئے  
 حق نے جو کچھ دیا لیا میں نے کھا کے شکرِ خدا کیا میں نے

باقی چاول بچے سو رکھ چھوڑے صبح کو دُودھ سے وہ کھائے گئے  
 شام کو پھر وہی تھا فکرِ طعام لیک ہمت نہ تھی کہ کرتا کام  
 انتڑیاں پڑھ رہی تھیں یا حق ہو اور اندھیرا بھی چھا گیا ہر سو  
 اوڑھ چادر گیا انارکلی لے کے پہلو میں کاسہ خالی  
 شوربا چربی دار اور پھلکے سب سے چھپ کے چھپا کے مول لئے  
 نصف سالن رکھا برائے سحر نصف باقی سے کی وہ رات بسر  
 لے لئے فجر کو خمیری نان اور دن بھر کا یوں کیا سامان  
 شام کو پانچ بجے ٹن ٹن چڑھ کے ٹمٹم پہ پہنچا اسٹیشن  
 ایک خریدا پلیٹ فارم ٹکٹ اور ہوٹل میں جا گھسا جھٹ پٹ  
 اتنا کھایا کہ اِشہتا نہ رہی اِشہتا کیا کہ اِشہتا نہ رہی  
 آج تو خوب مینہہ برستا ہے دانت سے دانت میرا بجتا ہے  
 لا کے کھائی کچوریاں ہیں سرد فمِ معدہ میں ہو گیا ہے درد  
 پاس کوئی نہیں جو لائے دوا یا کہ دے سینکنے کو آگ جلا  
 کوئی تکلیف رات کو ہو اگر کوئی ایسا نہیں جو لیوے خبر  
 ہو کا عالم ہے آج کا دن رات ایک میں ہوں یا خدا کی ذات  
 میں تو آیا یہاں تھا پڑھنے کو نہ کہ کھانے کا فکر کرنے کو  
 ایسی تعلیم چولہے میں جائے جبکہ چولہے کا فکر سر کھائے

حلوہ سوہن بھی کل سے ختم ہوا      ورنہ اُس کا بھی کچھ سہارا تھا  
 تیل مٹی کا لینے جائے کون؟      کپڑے دھو بی کے ہاں سے لائے کون؟  
 کون کُوڑے کو گھر سے صاف کرے؟      کون تہہ بستر و لحاف کرے؟  
 کون گھر کی کرے نگہبانی؟      کون تازہ وضو کو دے پانی؟  
 کون بازار جا کے سودا لائے      ڈاک میں خط کو کون ڈال آئے؟  
 بس خدا کے لئے کرو جلدی      باغ ہو یا چراغ یا سندھی  
 آدمی ہو وہ یا کہ ہو حیوان      لیک رکھتا ہو صورتِ انسان  
 ہاتھ رکھتا ہو وہ پکانے کو      پیر رکھتا ہو آنے جانے کو  
 آنکھ منہ پر ہو دیکھنے کے لئے      کان ہوں تاکہ بات سُن لیوے  
 عقل کچھ ہو، تو اور بھی اچھا      گونگا بیشک ہو کچھ نہیں پروا  
 منہ میں ہوں دانت سب یا کچھ کم      اس سے مطلب نہیں ہیں رکھتے ہم  
 سر سے گنجا ہو یا ہوں سر پر بال      خواہ آنکھوں میں ہو پڑے پڑبال  
 خواہ نائی ہو ڈوم، یا گوجر      ہو جُلاہا تو اور بھی بہتر  
 غالباً ہے کہ باغِ بافندہ      ہو گیا ہو گا اب تلک اچھا  
 بھیج دو اُس کو ڈاک کے رستے      سیدھایاں آن کر کے وہ دم لے  
 یہ مصیبت جو لکھ کے ہے بھیجی      اس پہ ہر گز کرے نہ کوئی ہنسی  
 بے وطن آدمی جو ہوتا ہے      اُس کو سب کچھ ہی کرنا پڑتا ہے

اس لئے ہی تو یہ مثل ہے بنی ”آدھی گھر کی نہ ساری باہر کی“  
 مطلب اتنا ہے اس کہانی سے ہوں بہت تنگ دانے پانی سے  
 آشنا<sup>1</sup> کی خبر نہ لے محمود<sup>2</sup>  
 پھر تو یہ مرثیہ گیا بے سُد  
 اس خط کے قادیان پہنچنے کی دیر تھی کہ تیسرے دن آدمی آ گیا۔

1 شروع شروع میں، میں نے اپنا تخلص آشنا رکھا تھا مگر بعد میں اُسے کبھی استعمال  
 نہیں کیا۔ (میر محمد اسماعیل)

(2) محمود سے مراد یہاں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ہیں جو بعد میں خلیفۃ المسیح  
 الثانی ہوئے جن کو حضرت میر صاحب نے یہ مزاجیہ نظم لاہور سے لکھ کر قادیان بھیجی تھی۔  
 افسوس! آج دونوں مقدس اور محترم وجود ہم میں نہیں ہیں۔ اللہ پاک قادیان اور ربوہ  
 میں اُن دونوں کی تربتوں پر شب و روز نور کی بارش برسائے۔ آمین (اسماعیل پانی پتی)

## مرزا غالب اور اُن کے طرفدار

(ایک غزل غالب کے رنگ میں)

مرزا غالب مشکل گو شاعر بھی تھے اور فلاسفر بھی، لیکن جب جامِ دو آتشہ کے نشہ میں شعر کہتے تھے۔ تو کبھی کبھی کوئی لفظ یا فقرہ شعر میں سے محذوف بھی ہو جاتا تھا۔ اگرچہ کھینچ تان کر اُس شعر کے معنی تو نکل سکتے تھے مگر اس کھینچا تانی کے لئے بھی ماڈرن دماغ ہی چاہئے تھا۔ شاعر پرستی بھی ایک فیشن ہے۔ اس موجودہ زمانے میں جب غالب بے حد ہر دل عزیز ہو گئے ہیں تو ہر شخص خواہ لائق ہو یا نالائق اُن کی تائید کرنے لگا ہے۔ بے معنی اشعار کے معنی نکلنے لگے ہیں اور ٹٹ پونچھئے بھی ”غالب دان“ بن گئے ہیں جو باتیں مومن، ذوق، اور دیگر آئمۃ الشعراء کی سمجھ میں نہ آئی تھیں وہ آج کل کے سینما بین نوجوانوں کو نظر آنے لگی ہیں۔ اُس زمانہ کے ایک مشاعرہ میں ایک بڑے

قادر الکلام شاعر نے خود مرزا غالب کو مجلس میں مخاطب کر کے یہ کہا تھا کہ

کلامِ میر سمجھے اور کلامِ میرزا سمجھے

مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے

اور غالب آپ بھی اپنے اس نقص کے معترف تھے کہ میرے بعض اشعار بے معنی

ہوتے ہیں، چنانچہ خود اُن کا ہی کلام ہے کہ

نہ سہی گر مرے اشعار میں معنی نہ سہی

میرا یہ مطلب نہیں کہ غالب معمولی شاعر تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ گو وہ نہایت اعلیٰ اور فلسفیانہ اشعار کہتے تھے مگر بعض اشعار اُن کے مشکل اور دقیق اور بعض واقعی بے معنی ہوا کرتے تھے، اور سب اہل الرائے ادیبوں اور شاعروں نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ مگر آج کل ایک فرقہ ایسا پیدا ہو گیا ہے جو اُن کو نا واجب طور پر آسمان پر چڑھا رہا ہے۔ انہی میں سے ہمارے ایک دوست محمد جی صاحب بھی تھے وہ کہا کرتے تھے ”واہ غالب، ظالم غالب تیرا کلام کیسا عجیب ہے۔ میرے نزدیک تو تیرا ایک شعر بھی بے معنی نہیں ہے! ایک بندش بھی بغیر خوبی کے نہیں ہے! وہ لوگ بد تمیز، بے علم اور احمق ہیں جو تیرے اشعار کو مشکل یا بے معنی کہتے ہیں! مجھ سے پوچھیں تو میں اُن کو تیرے اشعار آبدار کی تفسیر کر کے بتاؤں“ وغیرہ وغیرہ۔

جولائی 1906ء کا زمانہ تھا کہ اک دن جب میں ایسے فقرے سنتے سنتے تھک گیا تو اُن سے عرض کیا کہ ”بھائی محمد جی صاحب! ہمارے پاس بھی آپ کے مکرم محترم غالب کی ایک غیر مطبوعہ غزل ہے۔ جب جانیں تم اس کے صحیح معنی کر دو۔ ورنہ شیخی بگھارنا تو کوئی خوبی نہیں کہنے لگے ”ابھی لائے، ابھی“ میں نے عرض کیا ”کل پیش کروں گا“ چنانچہ رات کو ہماری پارٹی نے ”غالب“ بن کر اُن کی طرز کی ایک غزل بنائی۔ اس ”سازش“ میں تین چار آدمی شریک تھے۔

دوسرے دن جب محمد جی صاحب تشریف لائے تو ہم نے وہ غزل پیش کی۔ پہلے تو دیر تک اُسے پڑھتے رہے، پھر فرمانے لگے ”بے شک ہے تو یہ غالب ہی کی“ پھر جھومنے لگے ”واہ کیا کلام ہے! کیا باریک نکات ہیں، کیا الفاظ کی بندش ہے، کیا گہرائیاں ہیں۔ کیا معنی ہیں۔ بس قربان ہونے کو جی چاہتا ہے“

یہ کہہ کر انہوں نے ایک ایک شعر کی باریکیاں اور معنی بیان کرنے شروع کئے جب آخری شعر کی تفسیر سے فارغ ہوئے تو حاضرین نے ایک تہقہہ لگایا، پھر تالیاں پیٹیں اور آخر میں تین دفعہ ہپ ہپ ہرے کا نعرہ بلند کیا۔ محمد جی بیچارے پریشان سے ہو گئے کہنے لگے ”کیا بات ہے؟“ آخراً جب اصل بات معلوم ہوئی تو شرمندگی کے مارے اُن کی یہ حالت ہو گئی کہ جیسے گھڑوں پانی سر پر پڑ گیا ہو۔ بار بار پوچھتے کہ ”سچ بتاؤ، واقعی یہ غزل غالب کی نہیں ہے؟ کہیں مجھے بنا تو نہیں رہے؟“ مگر جب اُنہیں یقین آ گیا تو پھر ایسے فُفرو ہوئے کے مدتوں تک اُن کی زیارت نصیب نہ ہوئی۔ اس کے بعد جب بھی ملے تو اُکھڑے اُکھڑے اور اس واقعہ کے بعد تو انہوں نے غالب کا نام ہی لینے کی گویا قسم کھالی۔ ناظرین کے تفتن طبع کے لئے وہ غزل درج ذیل ہے۔

(واضح ہو کہ اس واقعہ سے غالب مرحوم کے کمال اور اُن کی شاعری کی سبکی یا توہین ہرگز مقصود نہیں بلکہ موجودہ زمانے کے بعض ”غالب شناسوں“ کی حالت کا دکھانا مقصود ہے۔ محمد اسماعیل)

سوزشِ دل تو کہاں اس حال میں	جان و تن ہیں سوزنِ جنجال میں
کیوں نہیں آفت مجھے آتی نظر	غیر ہے گر اُس سے قیل و قال میں
خاطرِ بُت خاطرِ حسرت بنے	گر صنم کو چھوڑ دوں اس حال میں
قبضِ خاطرِ آسماں بھی کیا کرے	فائدہ ہرگز نہ ہو اسہال میں
چشمِ دل کیوں ابنِ آدم بن گئی	دانہ گندم کہاں اس کال میں
موت کی ساعت کہ شاید آ گئی	طنطنہ خنجر کا ہے گھڑیاں میں

ہوں سُبکِ سریاں تلک میں اے قضا  
 کوہِ گن شیریں ادا میں محو تھا  
 چشمِ بینا چشمہٴ منقار ہے  
 مُشتِ پَر اور تیرگی انداز کی  
 پہلے تھا ہمد سے مل کر عیشکر  
 دشتِ غربت! ہم سفر کیونکر چلے  
 جانبِ ادبار کیوں قسمت چلی  
 چاشنی اُس تیر مرزاگاہ کی نہ پوچھ  
 قیس کو مجنوں سمجھنا ہے غلط  
 ہفتہٴ غم گر نہ بولے بے صدا  
 نُور کا عالم پری ہو یا کہ حور  
 گردشِ پیر فلک صد حیف ہے  
 خالِ رُخ ہے مرغِ دل سے یوں نہاں  
 نحسِ بختی کو نجومی دیکھ کر  
 تن برہنہ نجد میں مجنوں پھرے  
 خرمی! آسائشِ دل کیا ہوئی  
 ہم نفس کہتا غلط ہے گاؤ میں

غالبِ تیرہ دروں بیروں سیاہ  
 زلفِ مشکلیں پنچہٴ خلخال میں

نام کتاب ..... **بُخارِ دِل** (کلام حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب)  
مرتبہ ..... امة الباری ناصر  
ناشر ..... لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی  
شمارہ نمبر ..... 83  
طبع ..... اول  
تعداد ..... 1000  
کمپوزنگ ..... وحید منظور میر (پرنٹ گرافکس ڈیزائنر اینڈ پرنٹرز)  
ٹائٹل ڈیزائننگ ..... محترم ہادی علی صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ کینیڈا  
گرافکس ..... ایاز خان طالب علم جامعہ احمدیہ کینیڈا  
پرنٹر ..... وائی آئی پریس کراچی

"BUKHAR-E-DIL"

By

**Hadhrat Dr. Meer Muhammad Isma'eel**

Published by : **Lajna Ima'illah Karachi**

Composed by : **Waheed Manzoor Meer**

Print Graphics Karachi

Printed by : Y.I. Press Karachi